الشیخ سید توصیف الرحمٰن راشدی حفظہ اللہ

خطبات راشدی

مصنف
الشیخ توصیف الرحمٰن راشدی حفظہ اللہ

نام کتاب	:	خطبات راشدی
مصنف	:	الشیخ توصیف الرحمٰن راشدی حفظہ اللہ
اشاعت	:	2022ء
پریس	:	اشفاق پریس، کراچی
تعداد	:	1100

فہرست

☆☆..........☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

دنیا و آخرت کی کامیابی کا راز اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے آخری رسول ﷺ کی اطاعت ہے۔ یہ اطاعت چند ایک چیزوں میں ہی نہیں بلکہ عقائد، ایمانیات، عبادات، اخلاقیات، معیشت، تجارت، سیاست غرضیکہ اپنے تمام معاملات میں مرتے دَم تک اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنا ہوگی، اللہ تعالیٰ تمام اہل اسلام کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

یہ کتاب اس عاجز کے چند خطبات کا مجموعہ ہے جو مختلف مقامات پر دیئے گئے، خطبات میں تعلیم وتلقین اور نصیحت کا پہلو غالب ہوتا ہے، اس لیے بعض اوقات تکرار ہو جاتی ہے۔ بعض بھائیوں نے افادۂ عام کے لیے ان خطبات کو کتابی صورت میں شائع کرنے کا مشورہ دیا تو تحریر کے تقاضوں کو پورا کرنے کی غرض سے ان میں کہیں اضافے اور کہیں کچھ ترمیم کے بعد شائع کیا جا رہا ہے، اس حوالے سے چند مخلص احباب نے جو تعاون فرمایا، مفید مشورے دیئے اللہ تعالیٰ اپنے خاص لطف وکرم سے ان سبھی کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہم سے کہیں بھول چوک یا غلطی ہوئی، اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے معاف فرما دے۔ آمین

یاد رہے کہ ان خطبات میں جہاں کہیں عبارت کسی کتاب سے لی گئی ہے ان کے حوالے دے دیئے ہیں اور جو طارق جمیل، طاہر القادری، الیاس قادری صاحبان یا قوال وغیرہم کی باتیں ہیں ان کے وڈیو کلپس سے ماخوذ ہیں وہ کلپ ہمارے پاس موجود ہیں۔ جو ہم اپنے بیانات میں پیش کر چکے ہیں۔

فقط

خادم توحید وسنت

سیّد توصیف الرحمٰن راشدی

الریاض، سعودی عرب

امام کس کو بنائیں؟

الحمد للّٰه والصلاة والسلام علی رسول الله و بعد !

آج امت مسلمہ پرفتن دور میں سانس لے رہی ہے، طرح طرح کے فتنوں نے امت مسلمہ کو گھیر رکھا ہے۔ شرک و کفر کے اندھیروں نے امت اسلامیہ کو ڈھانپ رکھا ہے وہ عقیدہ توحید جس کی طرف تیئیس برس تک رسول اللہ ﷺ بلاتے رہے، اسے بیان کرنا گستاخی اولیاء بن چکا ہے اور شرک محبت اولیاء کے نام سے پہچانا جا رہا ہے۔

عقیدۂ توحید کی غربت کی اس کیفیت میں اہل توحید میں سے کچھ لوگ مداہنت کا شکار ہو کر زندگی گزارنا چاہتے ہیں مگر قرآن کریم ہمیں غیرت توحید کا درس کچھ یوں دے رہا ہے:

﴿ لاَ تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ﴾ (المجادلہ ۲۲)

''(اے رسول ﷺ!) آپ قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہیں پائیں گے۔''

مگر افسوس کچھ اہل توحید اس اصول کو پس پشت پھینک کر دنیاوی مفادات، نام ونمود یا ذاتی لالچ کی بنا پر آج اہل شرک سے پیار ومحبت کی فضا برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ ان سے رشتے داری بھی قائم کی جا رہی ہے اپنی موحدہ بیٹی کا نکاح بھی کیا جا رہا ہے، اہل شرک کے مذہبی تہواروں اور جلسے جلوسوں میں شرکت بھی ہو رہی ہے، بلکہ اہل توحید کے اجتماعات کی صدارت بھی اہل شرک کے علماء سے کروائی جا رہی ہے، انہیں اپنے ہاں بلا کر یا ان کے اسٹیج پر جا کر ان کی تعریفات کے پل باندھے جا رہے ہیں، ان کے ساتھ مذہبی وسیاسی اتحاد بھی

کیا جار ہاہے۔

بلکہ افسوس! آج اہل شرک کی امامت میں نمازیں تک ادا کی جا رہی ہیں۔ان کو بخوشی اپنا امام بنایا جا رہا ہے۔ یاد رکھیں! شرک کرنے والا موحد کا امام نہیں بن سکتا،موحد اللہ کا ولی ہے اور مشرک اللہ کا باغی ہے۔ آیئے ہم چند عقائد آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں، ان عقائد کا حامل کوئی بھی ہو وہ اہل ایمان کا امام نہیں بن سکتا۔

1......عقیدہ وحدۃ الوجود:

اس عقیدے کی رو سے خالق اور مخلوق میں کوئی فرق نہیں۔صوفیت کا امام ابن عربی کتاب "فصوص الحکم" کے ص۹۰ پر کہتا ہے:

''جو حق اور خلق کو دو کہتا ہے وہ شرک کرنے والا ہے اور جو دونوں کو ایک کہتا ہے وہی موحد ہے۔''

ص 54 پر لکھا ہے:

''عارف ہمیشہ اللہ کے ساتھ قائم ہے کیونکہ وہ اللہ کو اوراس کے مراتب کو اور دنیا و آخرت کے مظاہر میں اس کے ظہور کو جانتا ہے اور کسی چیز کو وہ حق تعالیٰ کا غیر نہیں سمجھتا اور ہر ایک کو تجلیات الٰہی سے دیکھتا ہے۔''

ص 60 پر لکھا ہے:

''پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے لاہوت کے چمکیلے نور کے راز کو اپنے ناسوت میں ظاہر کیا پھر وہ اپنے مخلوق میں کھانے اور پینے والوں کی صورت میں صاف ظاہر ہوا۔''

اسی صفحہ پر ابن عربی نے لکھا کہ:

''ہماری ان باتوں کی تائید حضرت امیر المومنین، امام المتقین علی بن ابی طالب کے اس قول سے ہوئی جو آپ نے سکر وحدت میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا تھا آپ لوگوں سے دوران خطبہ کہہ رہے تھے کہ میں ہی اسم اللہ سے لفظ دیا گیا

ہوں اور میں ہی اس کا جنب ہوں جس میں تم نے افراط وتفریط کی ہے اور میں ہی قلم ہوں اور میں ہی لوح محفوظ ہوں اور میں ہی عرش اور کرسی ہوں اور میں ہی ساتوں آسمان اور ساتوں زمین ہوں۔''

علماء دیوبند کے سرتاج امداد اللہ مہاجر مکی اپنی کتاب ''شمائم امدادیہ'' کے ص 32 پر لکھتے ہیں کہ:

''مسئلہ وحدت الوجود حق وصحیح ہے اس مسئلہ میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔''

ص50 پر لکھتے ہیں کہ'

'انسان ظاہر عبد ہے اور باطن حق۔''

ص 40 پر لکھتے ہیں کہ:

''کلمہ ''لا الٰہ الا اللّٰہ کے اعتبار سے مراتب مرداں کے تین معنی ہیں: لامعبود، لامطلوب، لاموجود الا اللہ اور یہ سب مراتب سے اعلیٰ ہے۔''

ص 70 پر لکھتے ہیں کہ:

''عورت مظہر مرد کی ہے اور مرد مظہر حق کا ہے۔ عورت آئینہ مرد کی اور مرد آئینہ حق۔ پس عورت مظہر و آئینہ حق تعالیٰ ہے اور اس میں جمال ایزدی ظاہر و نمایاں ہے ملاحظہ کرنا چاہیے۔''

ص 75 پر لکھتے ہیں کہ:

''ایک موحد سے لوگوں نے کہا کہ اگر حلوا وغلیظ ایک ہیں تو دونوں کو کھاؤ انھوں نے بشکل خنزیر ہو کر غلاظت کو کھا لیا پھر بصورت آدمی ہو کر حلوہ کھا لیا۔ اس کو حفظ مراتب کہتے ہیں جو واجب ہے۔''

اشرف علی تھانوی صاحب اپنی کتاب ''امداد المشتاق'' میں وحدت الوجود کی تعلیم دیتے ہوئے ص: 73 لکھتے ہیں:

''اِنِّیْ اَنَا رَبُّكَ میں تمھارا رب ہوں فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اپنے جوتے اتار دو،

جو طور پر آواز آئی تھی وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے باطن سے آئی تھی اور سب انسانوں میں موجود ہے۔''

ص 91 پر لکھا ہے:

''اَللّٰہُ لَا اِلٰـہَ اِلَّا ھُـوَ لَہُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی اس آیت میں ایک راز مکنون ہے پہلے نفی غیر کی فرما کر اثبات وحدت الوجود کا فرمایا ہے بعدہ فرماتا ہے کہ سوائے میرے جو کچھ ہے وہ اسماء و صفات میری ہیں یعنی جو کچھ غیر ذات اس کے معلوم ہو وہ سب مظاہر صفات ہیں۔''

مولانا زکریا عقیدہ وحدت الوجود کی تعلیم دیتے ہوئے اپنی کتاب ''فضائل صدقات'' حصہ دوم ص 588 پر لکھتے ہیں:

''یا اللہ معاف فرمانا کہ حضرت کے ارشاد سے تحریر ہوا ہے۔ جھوٹا ہوں کچھ نہیں ہوں۔ تیرا ہی وجود ہے، میں کیا ہوں، کچھ نہیں ہوں اور جو میں ہوں وہ تو ہے اور میں اور تو خود شرک در شرک ہیں۔''

مولانا طارق جمیل اسی عقیدہ وحدۃ الوجود کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اللہ کی لا کی تلوار عرش کے اوپر سے چلی عرش کے فرشتے زیر و زبر عرش کے نیچے زیر و زبر ساتواں چھٹا پانچواں چوتھا تیسرا دوسرا پہلا آسمان لا ہوا فضا خلا لا زمین و آسمان چاند تارے لا انسان جنات جن چرند پرند خاکی نوری ناری ہوائی فضائی خلائی سب لا ہے کوئی کچھ نہیں ہے کوئی کچھ نہیں ہے جو کچھ ہے وہ اللہ ہے جو لا کہا وہ لا ہوا وہ لا بھی اس میں لا ہوا جز لا ہوا کل لا ہوا پھر کیا ھو اللہ۔''

منصور حلاج وہ زندیق تھا جس نے ''انا الحق'' کہہ کر خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ اس زندیق کی تعریف کرتے ہوئے طارق جمیل صاحب فرماتے ہیں:

''منصور جیئے چُک سولی دتے
واقف جیہڑے گُل اسراراں ھو
سکھ ریت روش ھن منصوری نوں
ڈھپ رکھ ھن کنز قدوری نوں''

مگر آیئے اللہ کے قرآن سے پوچھیں کہ کیا کائنات میں ایک ہی وجود ہے یا خالق اور مخلوق الگ الگ ہیں؟

﴿ وَجَعَلُوْالَهُ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْئًا اِنَّ الْاِنسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾(الزخرف: ١٠)

''اور انھوں نے اللہ کے بعض بندوں کو اس کا جز ٹھہرا دیا یقیناً انسان کھلم کھلا ناشکرا ہے۔''

دوسرے مقام پر غور کریں:

﴿ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَ لَمْ يَكُ شَيْئًا ﴾ (مریم: ٦٧)

''کیا یہ انسان اتنا بھی یادنہیں رکھتا کہ ہم نے اسے اس سے پہلے پیدا کیا، حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا۔''

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ☆ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ☆ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ☆ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ☆ ﴾ (اخلاص)

ان آیات سے ثابت ہوا کہ عقیدہ وحدت الوجود کفریہ شرکیہ عقیدہ ہے۔ اور افسوس کہ علماء دیوبند اس عقیدے کے قائل ہیں اور جس کا یہ عقیدہ ہو وہ عقیدہ توحید سے ناواقف ہے اور اس کو امام نہیں بنایا جا سکتا، اس کی امامت میں نمازیں ادا نہیں کی جا سکتی۔

علماء دیوبند اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ حاضر ناظر مانتے ہیں۔ مفتی محمد حسن گنگوہی صاحب نے لکھا ہے:

''خدا ہر جگہ موجود ہے۔'' (ملفوظاتِ فقیہ الامت: 14/2)

علمائے دیو بند کی پسندیدہ شخصیت ملا علی قاری حنفی شرح ''فقہ الاکبر'' میں ص 114 پر

لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق سے بلند (عرش پر ہونا) ہونا اس آیت سے ثابت ہوتا ہے: وَ هُـوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وہ زبردست ہے اپنے بندوں سے اوپر۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کا بلند اوپر ہونا محض علو مرتبت ہے نہ کہ علو مکانی۔اور یہی بات جیسا کہ اہل سنت اور تمام اسلامی گروہوں معتزلہ، خوارج اور اہل بدعت سے ثابت ہے، سوائے بعض جاہل حنبلیوں کے جو اللہ کے لیے جہت کو ثابت کرتے ہیں (یعنی اللہ کو عرش پر مانتے ہیں) اللہ ان باتوں سے بہت بلند و بڑا ہے۔''

انا للہ وانا الیہ راجعون

قارئین! غور کیجئے ! علماء دیوبند اپنے باطل عقیدے کو کس ڈھٹائی سے حق قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ یہ عقیدہ جہمیہ فرقے کے مطابق ہے اور جہمیہ کو محدثین کافر جانتے تھے، خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جہمیہ کو کافر سمجھتے تھے۔امام احمد، شافعی، مالک ، اوزاعی، ابن خزیمہ اور ابن مبارک رحمہم اللہ نے جہمیہ کی مذمت کی ہے۔

آیئے!اب اس کے برعکس محدثین کا عقیدہ سنیں۔امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو شخص اللہ تعالیٰ کے عرش پر ہونے کا قائل نہ ہو اسے سات آسمانوں سے اوپر نہ مانے وہ اپنے رب کا کافر ہے، اس کا خون حلال ہے اس سے توبہ کرائی جائے اگر توبہ کر لے تو ٹھیک وگرنہ اس کی گردن اتار دی جائے، گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا جائے تا کہ مسلمان اور ذمی اس کے جسم سے اٹھنے والی بدبو سے تکلیف نہ پائیں۔اس کا مال، مال غنیمت ہوگا، کوئی مسلمان اس کا وارث نہ بن سکے گا کیونکہ مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں ہوسکتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مسلم کافر کا اور کافر مسلم کا وارث نہیں ہوسکتا۔'' (کتاب التوحید،ص: 61)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ﴾(البقرہ: ۱۱۵)

''اور مشرق اور مغرب کا مالک اللہ ہی ہے۔تم جدھر بھی منہ کرو ادھر ہی اللہ کا منہ ہے۔''

بیت المقدس سے خانہ کعبہ کی طرف منہ کرنے سے یہودیوں نے طرح طرح کی باتیں کیں یا پھر اس آیت میں اصل میں سفر کی حالت میں سواری پر نفل نماز پڑھنے کی اجازت ہے کہ سواری کا منہ کدھر بھی ہو۔

مگر شبیر احمد عثمانی صاحب کی ''تفسیر عثمانی'' میں لکھا ہے:

''یہ بھی یہود ونصاریٰ کا جھگڑا تھا کہ ہر کوئی اپنے قبلہ کو بہتر بتاتا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اللہ مخصوص کسی طرف نہیں بلکہ تمام مکان اور جہت سے منزہ ......''

(تفسیر عثمانی: آیت بالا، ص: 7)

حالانکہ آیت میں ایسا کوئی ذکر نہیں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کسی مخصوص طرف نہیں اور وہ جہت سے منزہ ہے'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کردہ ایسی بات ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔علامہ خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں:

''البتہ جہت و مکان کا اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرنا ہم جائز نہیں سمجھتے اور یوں کہتے ہیں کہ وہ جہت اور مکانیت اور جملہ علامات حدوث سے منزہ وعالی ہے۔''

(المہند علی المفتی، ص: 71، مطبوع: ادارۃ الرشید، کراچی)

مولانا طارق جمیل صاحب بھی فرماتے ہیں: ''تو لا مکان ہے اس میں کوئی شک نہیں۔''

آیئے سنیے! اہل حدیث جو اصل اہل سنت ہیں، ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ اپنے عرش عظیم پر مستوی ہے آسمان دنیا پر نزول کرتا ہے لیکن جملہ علاماتِ حدوث سے منزہ رہتے ہوئے عرش پر ہوتے ہوئے اس کی قدرتیں ہر مقام پر ہیں، اس کے نزول کی کیفیت مخلوق جیسی نہیں کہ اصل مقام خالی ہو جائے بلکہ اس کے شایانِ شان کہ ﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ

﴿وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴾(الشوریٰ : 11) کےتحت باوجود اللہ کے لیےفوقیت کا اثبات کرنے کے اور باوجود اللہ کے لیےعرش کا اثبات کرتے ہوئے بھی اسے قدرت سمع و بصر کے ساتھ ہر مقام پرقادرمطلق تسلیم کرتے ہیں۔ہم اس ذات پاک کو باوجودعرش پر مستوی ماننے کے محدودتصورنہیں کرتے بلکہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں جوقرآن نے واضح کردیا:

﴿ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴾ (الطلاق : ١٢)

یعنی اس نے ہر شئے کا احاطہ باعتبارعلم وقدرت باوجودعرش پر ہوتے ہوئے بلاتحدید زمان ومکان کررکھا ہے۔

استواء کا عقیدہ کیوں؟:

اللہ تعالیٰ کوعرش پرمستوی کیوں مانتے ہیں؟ اس لیے کہ قرآن کریم کی آیات ہمیں تعلیم دے رہی ہیں:

﴿ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ﴾ (الحديد: ٤)

''وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھرعرش پرمستوی ہوگیا۔''

﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴾ (طهٰ: ٥)

''جورحمٰن ہےعرش پرمستوی ہوا۔''

﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ﴾ (الرعد : ٢)

''اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیرستونوں کے بلند کررکھا ہے کہ تم اسے دیکھ رہے ہو پھر وہ عرش پرمستوی ہوا اوراس نے سورج و چاند کومسخر کیا۔''

﴿ ءَ اَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ﴾

(الملك ١٦)

''کیا تم اس بات سے بے خوف ہو گئے ہو کہ آسمانوں والا تمھیں زمین میں دھنسا دے اور اچانک زمین لرزنے لگے۔''

یہ آیات بول بول کر ہمیں سمجھا رہی ہیں کہ رحمٰن اپنے عرش عظیم پر مستوی ہے۔ صحیح مسلم میں لونڈی کا قصہ موجود ہے جسے سیدنا معاویہ بن حکم السلمی رضی اللہ عنہ آزاد کرنا چاہتے تھے امام الانبیاء ﷺ نے اس سے سوال کیا: "این اللہ" تو اس نے جواب دیا "فی السماء"

آپ نے پوچھا: "من انا" تو کہنے لگی: ''آپ ﷺ اللہ کے رسول ہو'

آپ نے فرمایا: ''اسے آزاد کر دو یہ مومنہ ہے۔'' (صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب تحریج الکلام فی الصلاۃ)

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہمارا رب ہر رات کے آخری تہائی حصے میں آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے اور فرماتا ہے کہ کون مجھے پکارے کہ اس کی دعا قبول کروں۔ کون مجھ سے مانگے کہ میں اسے دوں، کون مجھ سے مغفرت طلب کرے کہ اس کی مغفرت کر دوں۔'' (صحیح بخاری: 1145)

علماء دیوبند صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین کے اس متفقہ عقیدہ کے برخلاف گمراہ عقیدے پر ہیں۔

لہٰذا اہل توحید کے لیے مناسب نہیں کہ ایسے عقائد کے حامل لوگوں کو اپنا امام بنائیں اور ان کی امامت میں خوش دلی سے نمازیں ادا کریں۔

ایمان عمل سے خارج:

علماء دیوبند کے نزدیک اعمال ایمان کا حصہ نہیں۔ شرح ''فقہ الاکبر'' میں ہے عمل صالح ایمان کا جزو نہیں کیونکہ عمل میں کمی زیادتی ہوتی رہتی ہے (اور ان کے نزدیک ایمان گھٹتا بڑھتا نہیں)

مگر قرآن سنیے:

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ☆ ﴾ (الانفال: ۲)

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تبع تابعی معروف فقیہ ومحدث فرماتے ہیں کہ ''ہم اہل سنت کہتے ہیں کہ ایمان قول اور عمل ہے جبکہ مرجئہ کہتے ہیں ایمان صرف قول ہے۔'' (کتاب السنہ لعبداللہ احمد بن حنبل ۱/۳۴۸)

اہل توحید اپنا دین اللہ کی اتاری ہوئی شریعت رسول سے آزاد ہوکر نہیں حاصل کرتے بلکہ رسولوں کے محتاج ہیں شریعت کے علم کو حاصل کرنے کے لیے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ﴾ (آل عمران: ۱۷۹)

''اور اللہ اپنے پیغمبروں میں سے جسے چاہتا ہے (غیب بذریعہ وحی بتانے کے لیے) منتخب کر لیتا ہے پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔''

جو شخص اللہ تعالیٰ سے براہِ راست سننے کا دعویٰ کرتا ہے وہ اللہ پر جھوٹا باندھتا ہے:

﴿ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴾ (ھود: ۱۸)

مگر علمائے دیوبند اس شخص کو اللہ کا ولی جانتے ہیں جو احادیث رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سننے سے انکار کرے اور براہِ راست اللہ تعالیٰ سے سننے کا دعویٰ کرے۔

مولانا زکریا ''فضائل حج'' ص 164 (کتب خانہ فیضی لاہور) پر لکھتے ہیں:

''ابدال میں سے ایک شخص نے خضر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ تم نے اپنے سے زیادہ مرتبے والا بھی ولی کوئی دیکھا ہے؟ فرمانے لگے: ہاں دیکھا ہے۔ میں ایک مرتبہ مدینہ میں مسجد نبوی میں حاضر تھا۔ میں نے امام عبدالرزاق محدث کو دیکھا کہ وہ احادیث سنا رہے ہیں اور مجمع ان کے پاس احادیث سن رہا ہے۔ مسجد کے ایک کونے میں ایک نوجوان گھٹنوں پر سر رکھے علیحدہ بیٹھا ہے۔ میں نے اس جوان سے کہا کہ تم دیکھتے نہیں کہ مجمع حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں

سن رہا ہے تم اس میں شریک نہیں ہوتے؟ اس جوان نے نہ تو سر اٹھایا اور نہ ہی التفات کیا اور کہنے لگا: اس جگہ وہ لوگ ہیں جو رزاق کے عبد (عبدالرزاق محدث) سے حدیثیں سنتے ہیں اور یہاں وہ ہیں جو خود رزاق (اللہ) سے سنتے ہیں نہ کہ اس کے عبد سے۔''

خضر علیہ السلام نے فرمایا:

اگر تمھارا کہنا حق ہے تو بتاؤ کہ میں کون ہوں؟ اس نے سر اٹھایا اور کہنے لگا: اگر فراست صحیح ہے تو آپ خضر ہیں۔ خضر فرماتے ہیں: اس سے میں نے جانا کہ اللہ کے بعض ولی ایسے بھی ہیں جن کے علو مرتبہ سے میں ان کو نہیں پہچانتا۔ حق تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ہم کو بھی ان سے نفع پہنچائے۔'' (فضائل حج، ص: 164)

اللہ کے لیے سوچیے، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع سلف صالحین کے خاص الخاص اصول کے بجائے براہِ راست اللہ سے سننے کے دعوے داروں کو اللہ کا ولی ماننے والے دیوبندی علماء کے پیچھے نماز کیسے پڑھی جاسکتی ہے! علمائے دیوبند ابن عربی اور بایزید بسطامی کے پیروکار ہیں۔ ابن عربی بھی رسولوں سے آزاد ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

''پس میں اس میں وہی القاء کرتا ہوں جو میری طرف القاء کیا گیا ہے اور میں اس کتاب مسطور میں وہی وارد کرتا ہوں جو مجھ پر وارد ہوا ہے اور میں نہ نبی ہوں نہ رسول لیکن میں وارث ہوں۔'' (فصوص الحکم، ص:79)

نیز لکھا ہے:

''پس میں نے اس قدر اس کتاب کی حکمتوں سے اقتصار کیا جس قدر کہ لوح محفوظ میں ثابت ہے اور میں نے اس قدر تعمیل حکم کی جتنا کہ مجھ سے بیان کیا گیا اور محدود بیان پر میں ٹھہر گیا اور اگر میں اس پر بڑھانا چاہتا تو مجھ سے ممکن

نہ تھا کیونکہ بارگاہِ رب العزت اس سے مانع ہے۔'' (ایضًا،ص:88)

بایزید بسطامی شریعت اسلامیہ کے ماخذ پر تنقید کرتے ہوئے کہتا ہے:

''تم نے اپنا علم فوت شدہ بزرگوں سے حاصل کیا ہے اور ہم نے اپنا علم اس ذات سے حاصل کیا ہے جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور اس پر کبھی موت نہیں آئے گی ہم کہتے ہیں میرے دل نے اپنے رب سے بیان کیا اور تم کہتے ہو کہ فلاں نے مجھ سے حدیث بیان کی...... وہ کہاں ہے؟ جواب ملتا ہے مر گیا، پھر اس فلاں نے فلاں سے بیان کیا۔ وہ کہاں ہے؟ جواب ملتا ہے کہ مر گیا۔''

(فتوحات مکیہ)

حالانکہ ((اِنَّـمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ)) (السلسلة الصحيحة : 342) ''علم پڑھنے پڑھانے سے حاصل ہوتا ہے۔'' مگر علماء دیوبند پڑھنے پڑھانے کے بجائے عین بیداری میں رسول اللہ ﷺ کی روح سے ملاقات کر کے احادیث سنانے کے قصے سناتے ہیں۔

علماء دیوبند نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہمیں عین بیداری کی حالت میں غیبی معاملات کے حقائق منکشف ہوتے ہیں انھوں نے اس کا نام مکاشفہ رکھا اور یہ دعویٰ کیا کہ مکاشفہ ہمیشہ سچا ہوتا ہے۔

تبلیغی جماعت کے شیخ الحدیث محمد زکریا کے ذاتی روزنامچہ سے ان کے مرید محمد اقبال صاحب نے 40 مکاشفات "بهجة القلوب" کے نام سے جمع کیے چند مکاشفات (یعنی بیداری میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کے منظر آپ بھی سنیے)

① 4 رجب 1398 ھ بمطابق 9 جولائی 1978ء بروز جمعہ حضور اکرم ﷺ نے مولانا عبدالحفیظ صاحب سے (مکاشفہ میں) فرمایا کہ زکریا کی خدمت کرتے رہو، اس کی خدمت میری ہی خدمت ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ میں اکثر اس کے حجرہ میں جاتا رہتا ہوں۔ (بہجۃ القلوب،ص:21)

② 10 صفر 1400ھ آج دوپہر کو حضور اقدس ﷺ مدرسہ علوم شرعیہ کے کمرے میں

تشریف لائے (قیام گاہ حضرت شیخ) اور فرمایا کہ انھیں (شیخ کو) ظہر کی نماز پڑھانے آیا ہوں۔ (بہجۃ القلوب، ص: 22)

③ 23 رجب 1400ھ 1 جون 1980ء بعد عشاء عزیز عبدالحفیظ نے صلوٰۃ وسلام کے بعد میری (حضرت شیخ) طرف سے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یہاں حرمین کا رمضان چھوڑ کر پاکستان (فیصل آباد) اس لیے جا رہا ہوں کہ وہاں لوگوں کو اللہ اور اس کے حبیب کا نام لینا آ جائے، اس کے لیے دعا فرمائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس سے بڑھ کر کون سا کام ہوسکتا ہے پھر فرمایا کہ حرمین کا ثواب تو ان شاء اللہ کہیں گیا نہیں۔ پھر بہت دیر تک دعا فرماتے رہے اس کے بعد بہت وقار سے فرمایا کہ ہمیں تو فیصل آباد کا خود بھی اہتمام ہے ان شاء اللہ میں اپنے عصا سمیت وہاں موجود رہوں گا۔ (بہجۃ القلوب، ص: 41-42)

لوگو! وفاتِ رسول کے بعد کسی صحابی، تابعی اور امام نے رسول اللہ ﷺ سے بیداری میں ملاقات کا دعویٰ نہیں کیا۔ جب کہ یہ علماء دیوبند منہج صحابہ کو چھوڑ کر ابن عربی اور گمراہ صوفیا کے منہج پر چل رہے ہیں۔

④ علماء دیوبند صفات باری تعالیٰ میں تاویلات کے قائل ہیں اور صفات باری تعالیٰ میں تاویلات کرنا درست سمجھتے ہیں۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری اپنی کتاب "المھند علی المفند" میں لکھتے ہیں:

''ہمارے متاخرین اماموں نے آیات میں صحیح لغت شرع کے اعتبار سے جائز تاویلیں فرمائی ہیں تاکہ کم فہم سمجھ لیں مثلاً یہ کہ ممکن ہے استواء سے مراد غلبہ ہو اور ہاتھ سے مراد قدرت، تو یہ بھی ہمارے نزدیک حق ہے۔'' (ص: 77)

جبکہ محدثین اور اہل سنت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ صفاتِ باری تعالیٰ میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ سے سائل نے پوچھا: **الرحمن علی العرش استویٰ** میں استوی کی کیفیت کیا ہے؟ فرمایا:

''استوا'' معلوم ہے اس کی کیفیت ہم نہیں جانتے، اس پر ایمان لانا کہ وہ (اللہ) عرش پر مستوی ہے۔ اس کی کیفیت سے متعلق سوال کرنا بدعت ہے کیونکہ کیفیت مجہول ہے، میں تمھیں گمراہ جانتا ہوں اور حکم دیا کہ اسے میری مجلس سے نکال دو۔'' (مختصر کتاب العلوم للذہبی، ص: 141)

امام مالک رحمہ اللہ نے کیفیت کا سوال کرنے والے کو گمراہ قرار دیا تو سوچئے علماء دیوبند تو صفات باری تعالیٰ میں تاویل کے قائل ہیں تو ان کے پیچھے نماز کیسے جائز ہو سکتی ہے؟

⑤ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم:......

علامہ خلیل احمد سہارنپوری صاحب "المهند على المفند" میں لکھتے ہیں:

''حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کی یہ حیات دنیا کی سی ہے...... برزخی نہیں ہے۔'' (ص:79)

اخلاق حسین قاسمی صاحب لکھتے ہیں:

''قاری محمد طیب صاحب جو ہمارے اکابر میں سے ہیں محمد قاسم نانوتوی کے علوم و معارف کے بہترین شارح ہیں۔ اس مسئلے پر تحریر فرماتے ہیں: حضور کی حیات برزخی ہے مگر اس قدر قوی ہے کہ بلحاظ آثار وہ دنیوی ہی ہے...... یہی وجہ ہے کہ بعد وفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹوں کو حرکت ہوئی جنازہ میں کلام فرمایا اور قبر میں کلام فرمایا جس کو بعض صحابہ نے سنا۔ یہ تو وفات کے بعد فوری بات تھی کہ روح نے جسم کو کلیتاً نہیں چھوڑا لیکن بعد میں تا حشر تک روح کا وہی تعلق بدن سے قائم رہے گا۔ جیسا کہ بعض احادیث سے اجساد انبیاء کا مٹی پر حرام ہونا ثابت ہے اگر ان ابدان میں کوئی روح نہیں ہے تو انھیں گل سڑ جانا چاہیے پھر حیات کا یہ اثر عالم برزخ میں ہے عالم دنیا میں یہ ہے کہ ان کے اموال میں میراث جاری نہیں ہوتی۔ نہ صرف عظمت انبیاء کی وجہ سے بلکہ حقیقتاً حیات کی وجہ سے نبی کی ازواج بیوہ ہی نہیں ہیں پس انبیاء کی یہ برزخی حیات

جسمانی از قبیل دنیوی ہی ہے۔'' (حیات النبی از اخلاق حسین قاسمی ص ۱۳)

سوچئے، کیا صحابہ رضی اللہ عنہم کے یہی عقائد تھے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوا کہ نبی فوت ہو گئے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خطبے کے بعد تو ہر صحابی کی زبان پر سورۂ آل عمران کی یہ آیت تھی:

﴿ وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ ﴾ (آل عمران: 144)

''نہیں ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مگر ایک رسول، یقیناً ان سے پہلے کئی رسول گزر چکے اگر وہ فوت ہو جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے۔''

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدے ہی کی بناء پر علماء دیوبند کی کتب میں ایسے واقعات ملتے ہیں جن سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کی طرف توجہ کرنا اور تصرف کرنا ثابت ہوتا ہے۔

① شیخ الحدیث زکریا صاحب لکھتے ہیں: ''سید احمد رفاعی مشہور بزرگ اکابر صوفیا میں سے ہیں، ان کا قصہ مشہور ہے۔ جب 555ھ میں وہ زیارت کے لیے حاضر ہوئے اور قبر اطہر کے قریب کھڑے ہو کر دو شعر پڑھے تو دست مبارک باہر نکلا اور انھوں نے اسے چوما۔'' (فضائل حج مع فضائل صدقات، ص: 813-812)

② شیخ الحدیث زکریا صاحب نے ایک واقعہ لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ''ایک نوجوان اپنی والدہ کے ساتھ حج پر گیا تو اس کی والدہ کا انتقال ہو گیا اور اس کا منہ کالا ہو گیا اور اس کا پیٹ پھول گیا۔ تو اس نوجوان کے بقول ایک آدمی ظاہر ہوا اس نے اپنا مبارک ہاتھ میری ماں کے منہ پر پھیرا جس سے وہ بالکل روشن ہو گیا اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا تو ورم بالکل جاتا رہا۔ پوچھنے پر اس آدمی نے فرمایا کہ میں تیرا نبی محمد ہوں۔''
(فضائل درود، ص: 109، حکایت نمبر 49، دار الاشاعت، کراچی)

③ علماء دیوبند کرامات اولیاء کے نام پر شرک اور قبر پرستی کی دعوت دے رہے ہیں۔

ارواح ثلاثہ ص 302 پر ہے کہ ''مولوی معین الدین صاحب حضرت مولانا یعقوب

کے بڑے صاحبزادے تھے وہ حضرت مولانا کی کرامت جو بعد از وفات ظاہر ہوئی۔ فرماتے ہیں کہ نانوتہ میں بخار کی بیماری پھوٹ پڑی جو قبر سے مٹی لے جا کر باندھ لیتا اسے شفا ہو جاتی...... آخر صاحبزادے نے کہا اگر آئندہ کسی کو شفا ہوئی تو مٹی نہیں ڈالوں گا۔''

ان تمام گمراہ کن عقائد کو سامنے رکھ کر سوچئے کیا ان عقائد کے حامل علماء دیوبند کے پیچھے نمازیں ادا کی جاسکتی ہیں۔

آیئے! اہل بدعت کے بارے میں سلف صالحین کے اقوال سنیں:

امام مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا، ایک شخص (مؤذن) نے ظہر یا عصر کی اذان کے بعد اور اقامت سے قبل تثویب بھی لوگوں کو نماز کی اطلاع دینا شروع کر دی۔ تو آپ نے فرمایا: "اخرج بنا، فان هذه بدعة" ...... ''ہمیں اس مسجد سے لے چلو کیونکہ یہ بدعت ہے۔'' (سنن ابی داؤد: 538)

عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہما اللہ فرماتے ہیں: ''میرے والد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے گمراہ فرقوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے متعلق سوال کیا گیا تو فرمانے لگے: ((لا يصلى خلفهم مثل الجهمية والمعتزلة))...... ''جہمیہ اور معتزلہ جیسے بدعتیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔'' (کتاب السنۃ: 103/1)

سوچئے علماء دیوبند کے بعض عقائد تو معتزلہ سے بھی زیادہ گمراہ کن ہیں۔

امام عبداللہ بن ادریس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں نے بعض محدثین سے جہمیہ کے پیچھے نماز پڑھنے سے متعلق پوچھا تو انہوں نے ان کے پیچھے نماز سے منع فرمایا۔ (کتاب السنہ لعبداللہ 113/1)

- عبدالرحمٰن مہدی رحمہ اللہ سے خواہش پرستوں کے پیچھے نماز کا پوچھا گیا تو فرمایا جہمیہ اور روافض جیسے گروہوں کے پیچھے نماز نہ پڑھو کیونکہ جہمیہ کتاب و سنت سے کفر کرنے والے ہیں۔
- امام مالک رحمہ اللہ سے اہل بدعت اور قدریہ کے پیچھے نماز کے بارے میں پوچھا گیا

تو فرمایا میں ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتا۔

(سیر اعلام النبلاء، ذہبی ج8ص68)

- امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے منصوص ہے کہ فاسق و فاجر کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں امام احمد رحمہ اللہ سے ایسے امام کے بارے میں پوچھا گیا جو سودے بازی کر کے اتنے درہم لوں گا تو رمضان میں نماز پڑھاؤں گا تو فرمایا کہ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے کے لیے میں اللہ سے عافیت طلب کرتا ہوں۔
- امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب تمہیں امام کا اہل بدعت میں سے ہونا ظاہر ہو جائے تو اس کے پیچھے نماز ادا نہ کرنا۔
- امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر ایسے امام نماز پڑھائیں جو فاسق ہوں تو ان کے پیچھے نماز جائز ہے اور اگر امام بدعتی ہوں تو ان کے ساتھ نماز جائز نہیں۔
- فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کا قول ہے جس نے کسی بدعتی سے محبت رکھی اللہ اس کے اعمال برباد کر دے گا اور اس کے سینے سے نور اسلام نکال دے گا۔ جس نے بہن یا بیٹی کسی بدعتی سے بیاہی تو اس نے قطع رحمی کی اور جو کسی بدعتی کی مجلس میں بیٹھا اسے حکمت و دانائی نہ عطا کی جائے گی۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو بدعتیوں کا دشمن پاتا ہے تو میں امید کرتا ہوں کہ وہ اسے اہل بدعت سے بغض و دشمنی کی وجہ سے ہی معاف کر دے گا۔ (تفسیر قرطبی ج۷ص۱۳)

یاد رکھیے کسی کو اپنا امام بنانا اس کی تعظیم کرنا ہے اور اہل بدعت و شرک کی تکریم اہل ایمان کے لیے جائز نہیں۔

اندھے ڈرائیور کی گاڑی میں سوار نہ ہونے والے عقل مند، شرکیہ اور غلط عقائد رکھنے والے امام کے پیچھے نماز کیسے پڑھ لیتے ہو؟ اللہ صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

شیعہ حضرات سے چند سوالات

ان الحمد لله نحمده و نستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادی له، اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له، واشهد ان محمدًا عبده ورسوله، اما بعد! فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم۔ بسم الله الرحمن الرحيم۔ قل هو الله احد۔ الله الصمد۔ لم يلد۔ ولم يولد۔ ولم يكن له كفواً احد۔ صدق الله العظيم۔

ہماری یہ زندگی بہت جلد ختم ہونے والی ہے، دنیا کا یہ جہاں بہت جلد سمیٹ دیا جانے والا ہے۔ پھر ہمیں اللہ عزوجل کے دربار میں پیش ہونا ہے۔ جہاں زندگی دوطرح کی ہوگی یا تو ہمیشہ کے لیے اللہ کی نعمتیں جنت کی صورت میں یا عذاب اورجہنم کی آگ و دیگر تکالیف کی صورت۔ ہر عقلمند یہ چاہتا ہے کہ وہ جہنم کی آگ سے بچ جائے اور ہمیشہ کی نعمتوں میں، اللہ کی جنت میں داخل ہو جائے۔ اس کا طریقہ محمد کریم ﷺ نے ہمارے سامنے بیان فرمایا ہے، آپ ﷺ فرماتے ہیں میری پوری امت اللہ کی جنت میں جائے گی الا من ابی جو جنت میں جانے سے انکار کرے۔ قيل من ابی يا رسول الله؟ جنت میں جانے سے انکاری کون ہے؟ تو آپ نے (جنت میں جانے والوں کا طریقہ حیات ہمارے سامنے) بیان کرتے ہوئے فرمایا: من اطاعنی دخل الجنة، ومن عصانی فقد ابی۔ ”جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے (جنت میں داخل ہونے سے) انکار کر دیا۔“ یعنی جو میرے راستے پر چلا، جو شریعت محمد کریم ﷺ لے کر آئے، اس پر چلا وہی جنت میں داخل ہوگا اور جس نے ان

کے راستے کو ترک کیا، اس نے صرف نبی ﷺ کے راستے کو ہی نہیں چھوڑا بلکہ اللہ کی جنت کو چھوڑ دیا۔ اب وہ لوگ جنتی نہیں بننا چاہتے کیونکہ انہوں نے اپنے عمل سے ظاہر کر دیا کہ وہ جنت میں جانے سے انکاری ہیں۔ جس راستے پر محمد کریم ﷺ چلے وہ اسلام ہے، وہ دین توحید ہے، دین اسلام کسی کے بابا کی جاگیر نہیں، اسلام اللہ کا دین ہے جو اس کو لینا چاہے، جو اس کو لینے کی کوشش کرے، جو اس کی طرف چل کر آئے بشرطیکہ نیت سچی ہو تو مالک فرماتا ہے میں اس کے لیے راہوں کو کھول دیتا ہوں۔ دل میں تڑپ ہو، دل میں تمنا ہو تو بلال حبشی رضی اللہ عنہ لا الہ الا اللہ کی دعوت کو اپنے سینے میں سجا لیتے ہیں اور اگر دل میں سچی تڑپ نہ ہو، بغض وعناد ہو تو قریبی رشتہ داروں کو بھی لا الـه الا الـلـه پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ جب یہ بات کنفرم ہے کہ جنت میں داخلے کی بنیاد صرف لا الـه الا الله ،شریعت محمد کریم ﷺ ہے، تو اس دنیا میں اسلام کا نام لینے والے، گروہوں میں، فرقوں میں بٹے ہوئے لوگوں کے سامنے ہم دعوتِ فکر پیش کرتے ہیں۔

لوگو! اگر جنت میں جانے کا ارادہ ہے، جہنم کی آگ سے ڈرتے ہو، اور اپنی اس نرم و نازک چمڑی کو دہکتی ہوئی آگ سے بچانا چاہتے ہو تو آؤ محمد کریم ﷺ کی شریعت سے جڑ جاؤ۔ آؤ حق کی تلاش کرو، حق کسی ایک خانوادے کی چیز نہیں، حق کسی ایک گروہ کی ملکیت نہیں کہ فلاں گروہ میں جو ہوگا وہی حق کہلائے گا۔ حق نام ہے قـال الـلـه ، و قـال الـرسـول ﷺ کا۔ جس گروہ نے، جس جماعت نے ان دو چیزوں کو تھام لیا وہی اہل حق ہیں۔ اور جو ان دو چیزوں سے پیچھے ہٹ گئے خواہ ان کے رشتے کتنے عظیم ہوں، ان کے حسب ونسب کتنے اعلیٰ ہی کیوں نہ ہوں اہل حق نہیں ہیں۔ ہم ہر اس شخص کو دعوت فکر دیتے ہیں جو کتاب و سنت کی طلب رکھتا ہے، کتاب و سنت کی تڑپ رکھتا ہے، جو حق کو دیکھنا چاہتے ہے، اگر حق پہچاننا چاہتے ہو تو حق نام ہے صرف دو چیزوں کا، ایک اللہ کی کتاب اور دوسری محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان۔

اس بنیادی اُصول کی روشنی میں ہم شیعہ مکتب فکر کے ان عقلمند، منصف مزاج احباب

سے چند سوالات کرنا چاہتے ہیں اور ان کے اپنے مذہب میں، ان کی اپنی کتابوں میں جو اشکالات ہیں، عقائد میں جو اختلاف اور انتشار ہے، اسے ان کے سامنے اس درد و ہمدردی کے ساتھ پیش کرنا چاہتے ہیں کہ ہوسکتا ہے ہماری یہ کاوش کسی کی ہدایت کا سامان بن جائے، ہم کسی پر کفر کے فتوے لگانے کے قائل نہیں اور اس طرزِ عمل کو محمد کریم ﷺ کی دعوت کا طریقہ کار نہیں سمجھتے بلکہ دردِ دل کے ساتھ حق کو اللہ کے فرمان اور نبی کریم ﷺ کی پیش کردہ شریعت کو پیش کرتے ہیں۔ اور اسے قبول کرنے کی لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔ یہ منہج، یہ سوچ، یہ فکر اور یہ انداز محمدی انداز نہیں ہے کہ آپ کسی گروہ اور فرقے کے خلاف کفر کے فتوے دینا شروع کر دیں، بلکہ ہمارا غم اور ہمارا درد وہ ہے جو ہمیں محمد کریم ﷺ نے دیا ہے۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اطلاع ملتی ہے کہ ایک یہودی بچہ بیمار ہے۔ اس کے گھر پہنچ جاتے ہیں۔ اس کے سرہانے بیٹھتے ہیں اور فرماتے ہیں: بیٹے! کہہ دے لا الـه الا اللّٰه ۔ یہ بستر مرگ پر لیٹا ہوا بچہ اپنے بابا کو دیکھتا ہے، اس کا باپ کہتا ہے بیٹے کہہ دے جو ابوالقاسم (ﷺ) نے کہا ہے۔ وہ کہتا ہے: اشهـد ان لا الـه الا الـلـه واشهد انك محمداً عبده ورسوله ۔ اللہ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے بستر سے اٹھتے ہیں، دروازے پر پہنچتے ہیں تو اس بچے کی آخری ہچکی کی آواز سنائی دیتی ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''اللہ! تیرا شکر ہے ایک جان اور جہنم سے آزاد ہوگئی۔'' (صحیح بخاری: 138)

ہم لوگوں کو جہنمی قرار دینے کے قائل نہیں، بلکہ ان کو جہنم سے بچانے کی دعوت پیش کر رہے ہیں۔ امام الانبیاء ﷺ فرماتے ہیں:

> ''لوگو! میں تمھاری پشتوں سے تمھیں پکڑ کر جہنم سے نکالتا ہوں اور تم اپنے دامن کو چھڑا کر پھر اس میں گرتے ہو۔'' (صحیح بخاری: 6483)

تو ہمارا غم، ہماری دعوت اور ہماری فکر یہی ہے کہ ہمارے وہ بھائی جو لاعلمی میں یا تعصب میں یا کسی اور بنیاد پر حق سے دور ہو چکے ہیں ان کو محبت سے، پیار سے اور دردِ دل سے دعوت دیتے ہیں کہ وہ حق کی دعوت کو قبول کر لیں۔ کسی پر فتوے لگانا، کسی کو ڈنڈے

لگانا، یہ آسان کام ہے لیکن کسی کے دل کو موہ لینا، اس تک حق کی دعوت میٹھے اور اچھے انداز میں پہنچانا یہ ایک الگ معاملہ ہے۔ ہمیں اسلام پیار اور محبت سے اللہ کا پیغام لا الـــہ الا الـلّٰــہ کی دعوت دینے کا حکم دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر میں کفار کی کتنی مرتبہ دعوتیں کیں، ان کو دودھ پلایا، ان کو گوشت کھلایا اور پھر ان کو دعوت دی قولوا لا اله الا الله۔

اللہ تعالیٰ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیج رہا ہے اور حکم دے رہا ہے کہ فرعون کو دعوتِ حق دو۔ فرعون جو طاغوت ہے جو خدائی کا دعوے دار ہے، اس کے باوجود مالک الملک فرما رہا ہے اس کے پاس بھی جا کر "قـولِ لین" یعنی نرم زبان اور نرم گفتگو کرنا۔ ہم اسی بنیاد پر شریعت کی انھی تعلیمات کو سامنے رکھتے ہوئے ان لوگوں کو جو حق کے متلاشی ہیں، جو حق کے لیے پریشان ہیں، جو دیکھنا چاہتے ہیں کہ حقیقت کیا ہے؟ ان کے سامنے چند سوالات پیش کرتے ہیں:

آیئے ایک سوال پر غور کرتے ہیں:

اہلسنّت کے تمام فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت بڑے شجاع، بہت بہادر، بڑی قوت والے انسان تھے اور اسلام کے کسی معاملے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے۔ جس کو حق جانتے اس کو ڈنکے کی چوٹ پر بیان کرتے تھے اور ایک لمحے کے لیے بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دل میں بزدلی نہیں آئی، وہ ہمیشہ شجاع رہے۔ آپ نے شیعہ کی اذان سنی ہوگی بلکہ سنتے ہوں گے جس میں وہ ایک کلمہ اشهـد ان عَليتاً ولی الله و خليفة بلا فصل وصي رسول الله ادا کرتے ہیں۔ یعنی اللہ کے رسول ﷺ نے امامت کی وصیت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے کی۔ یہ اصل وصی ہیں، یہ اصل امام ہیں۔ یہ اصل جانشین ہیں، یہ اصل حقدار ہیں کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ کے بعد اصل خلیفہ اور اصل حقدار بلافصل پہلے سچے خلیفہ یہی ہیں۔ بلکہ بقول شیعہ ذاکر اور کتب اگر تمام انبیاء سابقین علیہم السلام رسول اللہ ﷺ کی نبوت کو نہ مانیں تو ان کی

نبوتیں ختم ہو جاتی ہیں اور اگر محمد ﷺ علی کی ولایت کا اعلان نہ کرتے تو قرآن کہتا ہے: ﴿ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ﴾ (المائدہ: 67) ''تو نے تبلیغ کا حق ادا نہیں کیا۔'' شیعہ کے نزدیک امامت اتنی بڑی چیز ہے اور اس کا درجہ اتنا بلند ہے اور شیعہ کے نزدیک سیدنا علی رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ اور امام ہیں اور اللہ کے نبی ﷺ کی نبوت بھی تب محفوظ رہی، جب انھوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی امامت اور ان کے خلیفہ بلافصل ہونے کا اعلان کیا۔

اب آئیے! اس سوال کی طرف جس پر ہم عقلمند لوگوں کی توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور بہادری نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد بزدلی میں بدل گئی تھی؟ (نعوذ باللہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ شیر خدا جس طرح نبی ﷺ کی زندگی میں تھے کیا اسی طرح نبی ﷺ کی زندگی کے بعد بھی رہے یا آپ ﷺ کے بعد آپ کی شجاعت ختم ہوگئی؟

اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تو سوال اُٹھتا ہے کہ کیوں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ بقول تمھارے وصی رسول اللہ ﷺ ہیں اور وصی رسول اللہ نے وصیت کے برخلاف سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے ہاتھ پر بیعت کیوں کی؟ وہ تو اصل جانشین تھے، وہ تو اصل خلیفہ تھے، بہادر ترین انسان تھے، شجاع تھے۔ ان کی شجاعت کے بڑے بڑے چرچے ہیں، پھر اللہ کے نبی ﷺ کی وصیت کو ترک کرکے خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھ پر بیعت کیوں کی؟ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے ایام خلافت میں ایک مرتبہ بھی منبر پر چڑھ یہ اعلان نہیں کرتے کہ میں اصل امام اوّل ہوں، میں وصی رسول ہوں، میں اس کا اصل خلیفہ ہوں، انھوں نے میرے اس حق کو چھینا ہے۔ آپ نے اکثر پڑھا اور سنا ہوگا کہ شیعہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ خلفائے ثلاثہ (ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم) نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو غصب کر لیا اور چھین لیا تھا۔ اصل حقدار حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ جب حضرت علی شجاع، شیر خدا تھے تو یہ نا صرف علی رضی اللہ عنہ کی توہین کرتے ہیں بلکہ علی رضی اللہ عنہ کے خدا کی توہین بھی کرتے ہیں کہ شیر خدا تھے۔ اب یہ کیا خدا کی تعریف ہے کہ

''جس سے جو آئے چھین لے'' خدا کے شیر ایسے ہوتے ہیں۔ خدا ایسے ہی شیر رکھتا ہے۔
(انا لله وانا اليه راجعون)

سوال یہ ہے کہ کیا نبی ﷺ کے بعد علی عاجز اور مجبور ہوگئے تھے (حالانکہ وہ شیر خدا تھے) یا (نعوذ باللہ) ان کی بہادری اور شجاعت بزدلی میں تبدیلی ہوگئی تھی کہ انھوں نے اپنی خلافت کو نہ بچایا اور غاصبوں سے اپنا حق واپس کیوں نہیں لیا؟

دوسرا سوال: حضرت علی، فاطمہ، حسن وحسین رضی اللہ عنہم یہ چار نام اہل بیت میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ بس یہی اہل بیت ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اہل بیت نہیں مانتے، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو اہل بیت نہیں مانتے اور اسی طرح دیگر ازواجِ رسول ﷺ کو اہل بیت نہیں مانتے بلکہ کہتے ہیں کہ اہل بیت یہی چاروں ہیں کیونکہ چادر والی حدیث (حدیث کساء) میں انھی چاروں کا ذکر آیا ہے۔ ہم کہتے ہیں ٹھیک ہے، چلئے آپ کی مان لیتے ہیں، یہ چاروں ہی اہل بیت ہیں ذرا ہمیں مطمئن تو کیجیے ہمارے ذہن میں سوال پیدا ہو رہا ہے کہ آپ نے تو بارہ معصوم امام مانے ہیں بلکہ خود نبی کریم ﷺ اور ان کی لخت جگر سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو ملا کر چودہ معصوم امام بنتے ہیں جن کے نام سے آپ کے مذہب کی مشہور و معروف کتاب ''چودہ ستارے'' بھی ہے۔ آپ نے ان تمام اماموں کو معصوم گردانا ہے۔ آپ کے عقیدے کے مطابق، اب سوال یہ ہے حدیث میں تو صرف چار کا نام آیا ہے باقی اماموں کو آپ نے کس دلیل یا نص سے امام ثابت کیا ہے؟ اور کیسے ان کو امامت دلوائی ہے؟ اس کی دلیل کوئی عقلمند نہ کسی شیعہ ذاکر سے لے سکتا ہے اور نہ ہی شیعہ کا کوئی بڑے سے بڑا مجتہد بھی دے سکتا ہے۔

تیسرا سوال: شیعہ کا دعویٰ ہے کہ ہمارے مذہب کے امام، ہمارے مذہب کے مؤسس امام جعفر صادق ہیں۔ سوال سے پہلے سیدنا جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول سنیے: آپ فرماتے ہیں اولدنی ابوبکر مرتین۔ یعنی ابوبکر نے مجھے دو دفعہ جنا۔ اربلی نے اپنی کتاب کشف الغمہ کی دوسری جلد کے ص ۳۷۷ پر یہ روایت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل

کی ہے۔ (واضح رہے اربلی شیعہ مصنف ہے اس کی کتاب کا نام کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ ہے۔ جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے اس کتاب میں اماموں کے شجرہ نسب کی بحث ہے)

یہی روایت اہل سنت کے ہاں بھی ملتی ہے۔ سیدنا جعفر صادق علیہ الرحمۃ کا نسب دو طریقوں سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ پہلے والدہ کی طرف سے ملاحظہ فرمایئے: فاطمہ بنت قاسم بن ابی بکر۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا نسب والدہ کی طرف سے بھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے اور ان کی نانی کی طرف سے بھی ان کا نسب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ نانی کا نسب ملاحظہ فرمایئے: اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہم۔ سیدنا جعفر صادق رضی اللہ عنہ فخر کر رہے ہیں، جیسا کہ روایت کے الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ میرا رشتہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے دوطرح کا ہے میری نانی بھی انھی میں سے ہیں اور میری ماں بھی انھی میں سے ہے۔

تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہوتا ہے کہ شیعہ اپنے اسی امام جعفر صادق علیہ السلام سے بے شمار ایسی جھوٹی روایات نقل کرتے ہیں جن میں سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی توہین کی گئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک امام، ایک عقلمند، ایک فقیہ (جس کے نام سے فقہ جعفریہ منسوب ہے) ایک طرف تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نسبت پر فخر کا اظہار کر رہے ہیں اور دوسری طرف وہ اسی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی توہین کریں، یہ ممکن ہے کیا؟

یہ کام ایک پاگل، ایک جاہل تو کر سکتا ہے مگر ایک امام، فقیہ اور عالم یہ کام نہیں کر سکتا کہ ایک طرف تو وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نسب نامے میں شامل ہونے پر فخر کر رہے ہیں اور دوسری طرف تم ان سے وہ روایات نقل کرتے ہو جن میں وہ نعوذ باللہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتے ہیں۔ کون سی بات سچی ہے؟ سچ کیا ہے؟ یہ سوال باقی رہے گا۔

چوتھا سوال: شیعہ کا عقیدہ ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بہت بڑے دشمن تھے، بلکہ شیعہ واعظین و علماء و ذاکر اپنی مجالس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں

دیتے ہیں، الزام تراشیاں اور بہتان لگاتے ہیں جیسا کہ ان کی کتابوں میں مذکور ہے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے دشمن رکھتے تھے۔ لیکن جب ہم شیعہ، سنی، دونوں فرقوں کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں روایت ملتی ہے اور دونوں طرف سے ملتی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب بیت المقدس کی چابیاں لینے کے لیے اپنے غلام کے ساتھ جاتے ہیں تو مدینے کا والی اور گورنر کس کو بنا کر گئے؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو، مدینے کا والی اپنا نائب، اپنا خلیفہ، اپنا جانشین۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بنا کر جا رہے ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی بھی رکھتے ہوں اور اپنے دشمن کو اپنی خلافت کی کرسی بھی دے کر جائیں، یہ کیسے ممکن ہے؟ اب اگر اس سفر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید کر دیے جاتے یا وہ فوت ہو جاتے تو مسلمانوں کا مستقل خلیفہ کون بنتا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ بٹھا کر جا رہے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک طرف تو تم دعویٰ کرو عمر رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ کے دشمن تھے اور دوسری طرف یہی عمر رضی اللہ عنہ انھی علی رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ اپنا قائم مقام، اپنا نائب، اپنا خلیفہ اور مسلمانوں کا والی بنا کر جائیں؟ یہ سوال ممکن ہے کسی کی ہدایت کا سبب بن جائے، اس سوال پر غور کیجیے اور اپنے واعظین سے اس کا جواب لیجیے۔

مزید اس سوال میں سے دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب سیدنا امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے غلام کے ساتھ بیت المقدس کی چابیاں لینے گئے تو تمھارے عقیدے کے مطابق حضرت عمر غاصب تھے نا! انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق چھینا تھا! تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے اس سے بڑھ کر اور کون سا سنہری موقع تھا کہ وہ کرسی پر بیٹھ چکے ہیں۔ جس نے ان کا حق چھینا تھا وہ ان کو اپنی کرسی دے گیا تھا، خود مدینہ منورہ سے باہر ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی حکومت کا تختہ کیوں نہیں الٹا؟ اور لوگوں کو یہ کیوں نہیں بتایا کہ اس نے غصب کیا تھا اب میرے پاس ہے۔ اب خلیفہ بلا فصل میں ہوں۔ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکومت واپس نہیں دوں گا۔ ہونا تو یہی چاہیے تھا، مگر آپ اپنی کتابیں پڑھیے جن

میں لکھا ہوا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ واپس تشریف لائے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے تمام اُمور خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیے تھے۔

اگر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دشمن تھے تو کیوں انھوں نے علی رضی اللہ عنہ کو قائم مقام خلیفہ بنایا؟ اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ عمر رضی اللہ عنہ غاصب ہیں تو ان کے واپس آنے پر خلافت واپس کیوں کر دی تھی؟

پانچواں سوال: شیعہ مذہب میں سجدہ کرتے وقت آٹھ چیزوں پر سجدہ کرنے کا حکم ہے۔شیعہ کے علماء کہتے ہیں:

''(1) ماتھا (2) ناک (3,4) دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں
(5,6) دونوں گھٹنے (7,8) دونوں قدم۔
ضروری ہے کہ ان اعضاء پر سجدہ کیا جائے۔''

شیعہ کی کتاب ''وسائل الشیعہ''حرالعاملی کی لکھی ہوئی جلد 3 ص 598 میں ہے:

''سجدہ اس چیز پر کرنا واجب ہے جو نہ کھائی جا سکے اور نہ پہنی جا سکے، اس لیے اپنے ماتھے کے نیچے کربلا کی مٹی کی (ٹھیکری) رکھتے ہیں۔''

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کربلا کی مٹی کو صرف ماتھے کے نیچے کیوں رکھتے ہیں۔ باقی اعضاء سجدہ کے نیچے کیوں نہیں رکھتے؟ صرف ماتھے کے نیچے رکھتے ہو، ماتھا خاص کرنے کی وجہ اس کربلائی مٹی کے لیے اپنے مذہب ہی کی کسی کتاب میں سے دے دو؟

چھٹا سوال: الطّوسی نے اپنی کتاب ''الغیبہ'' میں لکھا ہے:

''اس کے علاوہ بھی اور بہت سی شیعہ روایات ہیں کہ جب ہمارا بارھواں امام، امام مہدی (محمد بن حسن العسکری) جو آخری امام ہوں گے۔ اپنے غار سے باہر آئیں گے تو وہ آل داود کی شریعت کا نفاذ کریں گے۔ سوال پر غور کیجیے گا امام محمد بن حسن العسکری (امام مہدی) امام غائب بارھویں امام جب ان کا ظہور ہوگا اور وہ حکومت کریں گے تو آل داود کی شریعت کو نافذ کریں گے۔''

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شریعت محمدی ﷺ وہ شریعت ہے جس نے پچھلی تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ قرآن پاک میں ہے:

﴿ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ﴾ (التوبۃ: 33)

یہ شریعت، دین محمد ﷺ وہ دین ہے جس کے آنے کے بعد پچھلے سارے ادیان منسوخ ہو گئے تو بارہویں امام نمبر 12 محمد بن حسن عسکری جب آئیں گے، حکومت کریں گے، وہ دین محمدی ﷺ پر کیوں نہیں چلیں گے؟ وہ شریعت محمدی ﷺ کو کیوں نہیں نافذ کریں گے۔ وہ شریعت آل داؤد کو کیوں نافذ کریں گے؟ سب سے کامل شریعت تو شریعت محمدی ﷺ ہے۔

جائیے! اس سوال کو ذہنوں میں بٹھائیے اور ان سے پوچھئے کہ محمد کریم ﷺ کی شریعت کے ہوتے ہوئے امام صاحب شریعت داودی کو کیوں نافذ کریں گے؟

ساتواں سوال: شیعہ کا عقیدہ ہے کہ ہمارے جتنے ائمہ معصومین ہیں ان سب کا حمل ان کی ماؤں کے پیٹ میں نہیں ہوا بلکہ پہلو میں ہوا اور جب یہ پیدا ہوئے تو ماں کی شرمگاہ کے بجائے ماں کی ران سے پیدا ہوئے۔ یہ عقیدہ "منتھی الآمال فی تاریخ النبی و الآل" کے ص 325 پر موجود ہے۔ مسعودی نے اپنی کتاب "اثبات الوصیہ" کے ص 196 پر یہ عقیدہ لکھا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ محمد کریم ﷺ تمام کائنات میں سے افضل نہیں ہیں؟ کیا محمد کریم ﷺ تمام ائمہ معصومین سے افضل نہیں ہیں؟ اللہ کے نبی ﷺ کی عظمتوں کا کیا کہنا وہ تو تمام عالمین کے سردار ہیں، تو پھر یہ بتائیے کہ اگر ائمہ کی یہ فضیلت ہے کہ وہ ماں کے پیٹ میں رہنے کے بعد پہلو میں رہے اور ان کا جنم شرمگاہ کے بجائے ران سے ہوا ہے تو اگر یہ فضیلت والی بات ہے تو محمد کریم ﷺ اس سے کیوں محروم رہ گئے؟ اللہ کے نبی ﷺ اپنی والدہ کی ران سے کیوں نہ پیدا ہوئے؟ یہ شیعہ مذہب کا وہ غلو ہے اور ان کے تناقص کا کھلا

ثبوت ہے اگر یہ عزت اور عظمت کی بات ہے تو اس کے پہلے حقدار محمد کریم ﷺ ہیں۔

شیعہ اپنے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:

((صاحب هذا الامر رجل لا يسميه باسمه الا كافر)) (انوار النعمانیه جلد 2 ص 53)

''صاحب امر ایک شخص ہوگا اس کا نام صرف وہی لے گا جو کافر ہوگا۔''

اور ابو محمد حسن عسکری سے روایت بیان کرتے ہیں:

((انه قال لام المهدی، ستحملين ذكراً واسمه محمد وهو قائم من بعدی))

''امام مہدی کی والدہ سے کہا آپ کو لڑکے کا حمل ٹھہرے گا اس کا نام محمد ہوگا اور وہ میرے بعد قائم ہوگا۔''

یہ حوالہ بھی انوار النعمانیہ ج2 ص 55 کا ہے۔ پہلا حوالہ ص 53 اور دوسرا اسی کتاب کے دو صفحے بعد ص 55 کا ہے۔ پہلی روایت کیا ہے؟ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''قائم آل محمد رجل کو کہا ہے، نام کی صراحت امام جعفر نے نہیں کی بلکہ رجل فرمایا کہ اس کے نام کی صراحت کرنے والا کافر ہوگا۔ پھر اسی کتاب میں دو صفحوں کے بعد لکھا ہے:

''بارھویں امام کے والد نے اپنی زوجہ سے فرمایا: تمھیں حمل ہوگا ایک لڑکے کا جس کا نام محمد ہوگا اور وہ میرے بعد قائم آلِ محمد ہوگا۔''

یہ کیسے ممکن ہے دو صفحے کے بعد اس کا نام خود بیان کررہے ہیں۔ یہ کتنا بڑا تضاد ہے۔ دو صفحے پہلے یہ عقیدہ پیش کیا جارہا ہے کہ ہمارے امام قائم آل محمد کے نام کی صراحت کرنے والا کافر ہے اور خو دو صفحے کے بعد اس کے نام کی وضاحت کر رہے ہیں۔ جائیے، شیعوں سے کہیے کہ وہ اپنے ذاکروں سے اس کی وجہ پوچھیں؟

آٹھواں سوال: اگر کوئی آدمی شیعہ ہونا چاہے تو اس کو شیعیت کے اتنے زیادہ فرقوں میں سے کون سے فرقے میں شامل ہونا پڑے گا؟ وہ نصیری شیعہ بنے؟ وہ امامیہ شیعہ

بنے؟ اسماعیلیہ شیعہ بنے؟ یا آ گے پھر اسماعیلیوں کی قسمیں ہیں آغا خانی بنے؟ بوہری بنے؟ حسینیہ بنے؟ زیدیہ بنے؟ کیسانیہ بنے؟ شیعہ مذہب کی کون سی قسم کو اختیار کرے؟ جبکہ یہ اس بات کے دعوے دار ہیں کہ وہ اہل بیت میں سے ہیں اور سب علی رضی اللہ عنہ کی اولاد ہونے کے دعوے دار ہیں۔ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتے ہیں اور سب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ بلافصل مانتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی سنی شیعہ ہونا چاہے تو وہ کون سے فرقے میں جائے۔ امامیہ، اسماعیلیہ یا فاطمیہ اور اس کی جو باقیات ہیں؟ جائیے، اس سوال کا جواب تلاش کیجیے۔

نواں سوال: جب شیعوں سے بارھویں اماموں کی دلیل مانگی جائے تو وہ حدیث پیش کرتے ہیں جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار کا ذکر کیا یعنی سیدنا علی، سیدہ فاطمہ، سیدنا حسین اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہم۔ یہ حدیث کساء یعنی چادر والی حدیث کے نام سے مشہور ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے اس حدیث میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام کی صراحت موجود ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام لیا مگر تم نے بارہ اماموں کی جو فہرست بنائی اس میں سے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نام کیوں نکالا؟ آپ کے پاس امامت کے لیے جو حدیث دلیل ہے اس میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نام نص سے ثابت ہے۔ اللہ کے نبی ان کا نام لیتے ہیں فاطمہ، علی، حسن و حسین رضی اللہ عنہم، تو جو آپ کی بارہ اماموں والی لسٹ ہے اس میں سے سیدہ کا نام کیوں نکالا؟ حالانکہ ان کا نام تو محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود لیا؟

دسواں سوال: شیعہ مجالس ذکر حسین رضی اللہ عنہ میں ماتم کرتے ہیں، یکم محرم سے ہی ماتمی جلوس اور محفلیں شروع ہو جاتی ہیں جو کم از کم چالیس روز تک جاری رہتی ہیں۔ یکم محرم سے ہی کالے لباس پہننا شروع کر دیا جاتا ہے، اپنے آپ کو پیٹا جاتا ہے۔ اگر ماتم کرنا دین کا حصہ ہے اور کار ثواب ہے تو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ماتم کیوں نہ کیا؟ آ گے چلئے سید الشہداء کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب پانے والے محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کو جب شہید کیا گیا تو

سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے چچا کی میت پر اور شہادت پر ماتم کیوں نہیں کیا؟

آگے چلئے سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی جب وفات ہوئی تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کا ماتم کیوں نہ کیا؟ اگر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی یاد میں ماتم کرنا باعث ثواب ہے، ماتم کرنا دین ہے، ماتم کرنا اسلام ہے تو جب محمد کریم ﷺ کے سامنے ان کے لخت جگر کی وفات ہوئی، آپ ﷺ کے آنسو نکلے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ رو رہے ہیں؟ تو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: نہیں، یہ تو محبت ہے جو آنکھوں سے بہہ رہی ہے۔ زبان سے میں صرف وہی کہوں گا جس سے میرا اللہ راضی ہوگا۔ اے ابراہیم! تیری جدائی نے ہمیں غمناک کردیا ہے۔ مگر ہم زبان سے صرف یہی کہتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نبی کریم ﷺ اپنے چچا کی یاد میں ماتم نہیں کر رہے، اپنے بیٹے کی یاد میں ماتم نہیں کر رہے، بلکہ ایک سال آپ کی حیاتِ طیبہ میں ایسا بھی آیا جسے عام الحزن کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کی زوجہ محترمہ ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی، آپ ﷺ نے ماتم نہیں کیا۔ امام معصوم اول سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کسی کی وفات پر نہ خود ماتم کیا نہ اس کا حکم دیا۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے بابا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ماتم نہیں کیا۔ اگر یہ دین ہوتا یا دین کا حصہ ہوتا اور باعث اجر وثواب ہوتا تو اتنی مقتدر ہستیاں کیوں محروم رہیں؟ پس ثابت یہی ہوا کہ ماتم کرنا نہ دین ہے اور نہ ہی باعث اجر وثواب۔ بلکہ خود شیعہ کی معتبر کتابوں میں ماتم کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

گیارھواں سوال: شیعہ کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کی اکثریت منافق تھی، کفار تھے (نعوذ باللہ، ثم نعوذ باللہ) سوائے چند ایک کے۔ مجالس ذکر حسین میں ذاکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں تنقیص کرتے ہیں، اب ہم عقلمند لوگوں سے سوال کرتے ہیں کہ اگر اللہ کے رسول ﷺ کی موت کے بعد صحابہ مرتد ہوئے، سوائے چند ایک کے صرف چند ایک باقی رہے۔ اصولِ کافی میں اس کی وضاحت موجود ہے، کسی روایت میں تین ہیں، کسی میں چار

ہیں اور کسی میں سات، تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے جب صحابہ کی اکثریت کفار، مرتد اور منافقین کی تھی اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ مومن صرف چند ایک تھے رضی اللہ عنہم۔ بہت تھوڑے تھے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس اکثریت نے مل کر ان چند لوگوں کو قتال کر کے ختم کیوں نہیں کر دیا؟ اگر آپ یہ کہیں کہ نہیں نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ مرتد ہوئے جیسا کہ کلینی نے اپنی کتاب میں صراحت کے ساتھ لکھا کہ مسلمان، تین چار، سات یا چند ایک بچے رہ گئے تھے۔ ارتداد الناس بعد النبی الاثلثه او اربع...... الخ۔ نبی ﷺ کے بعد تین چار لوگوں کے علاوہ سب کا مرتد ہو جانا...... سوال یہ ہے کہ اس اکثریت نے ان قلیل لوگوں کو قتل کر کے دوبارہ کفر کا دوردورہ کیوں شروع نہیں کیا۔ ان کے آباؤ واجداد بتوں کو پوجتے تھے یہ اکثریت دوبارہ دین آباء پر پلٹ کیوں نہ گئی؟ سوچئے اس سوال پر آپ کے عقیدے اور آپ کی کتابوں کے مطابق سوائے چند ایک کے سب مرتد ہو گئے تھے تو اس اکثریت نے دوبارہ بت پرستی اور شرک والا زمانہ کیوں نہ لوٹایا؟

بارہواں سوال: شیعہ کا عقیدہ ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر رونا مستحب ہے۔ کیا اس کی کوئی دلیل ہے؟ جبکہ شیعہ کی اپنی کتابوں کے اندر یہ روایت موجود ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اپنی بہن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ماتم کرنے، سینہ کوبی کرنے، بین کرنے سے منع فرما رہے ہیں۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر ان کی اولاد میں سے کسی نے ماتم کیوں نہیں کیا؟ اگر حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی وفات وشہادت پر رونا اور ماتم کرنا بقول شیعہ کے اجر وثواب ہے، تو پھر سوال یہ ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے بیمار کربلا زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے ماتم کیوں نہیں کیا؟

غور کیجیے! آج شیعہ ماتمی اجلاس اور عزائی محافل میں بڑے بڑے علماء اور ذاکر خود تو سینے پر ہلکے ہلکے ہاتھ مارتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور بیچارہ غریب طبقہ، کرائے کے مزدوران کے ہاتھوں میں زنجیریں، چھریاں اور نہ جانے کیا کیا ہوتا ہے۔ کبھی آپ نے کسی ذاکر کو، کسی شیعہ عالم کو آگ پر چلتے ہوئے دیکھا؟ عوام اور جہال بیچارے بے علمی کی وجہ

سے ماتم کر رہے ہوتے ہیں، خون کے فوارے اڑ رہے ہوتے ہیں اور شیعہ ذاکر اپنا ہاتھ اپنے سینے پر زور سے بھی نہیں مارتا کہ کہیں بروفن یا پیناڈول نہ کھانی پڑ جائے۔ یہ کھلا تضاد کیوں؟ شیعہ علماء وواعظین ماتم حسین کو عوام کے لیے تو باعث اجر وثواب قرار دیتے ہیں، خود کو اس اجر سے محروم کیوں رکھتے ہیں؟ ان کے ہاتھ میں برچھیاں بھی نہیں، زنجیریں بھی نہیں، چھریاں بھی نہیں اور نہ ہی وہ آگ پر چلتے نظر آتے ہیں۔ اگر یہ اجر وثواب ہے تو یہ سارا اجر وثواب ان غریبوں کے لیے کیوں ہے؟ یہ علماء کے لیے کیوں نہیں، یہ جبہ و دستار والے ذاکروں کے لیے کیوں نہیں؟ وہ صرف ہاتھ سے گزارہ کریں اور عوام چھریاں اور زنجیریں چلائیں، سوچئے! اللہ کے لیے سوچئے۔

تیرھواں سوال: شیعہ عقیدہ ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر رونے اور ماتم کرنے والے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر ماتم کیوں نہیں کرتے، کیوں ان کی شہادت چالیس روز تک نہیں مناتے؟ اہلسنّت اور شیعہ کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

سوال یہ ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر تو غم بھی ہوتا ہے، ماتم بھی ہوتا ہے اور یہ سلسلہ چالیس روز تک رہتا ہے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ جو فضیلت میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔ ان کا ماتم کیوں نہیں ہوتا؟ حالانکہ جس طرح سیدنا حسین رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مظلومیت کی حالت میں شہید کیا گیا۔ اب ان دونوں حضرات سے آگے آیئے، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے افضل سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے افضل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی کے آخری لمحات میں فرماتے ہیں: عائشہ! وہ زہر جو یہودیہ نے مجھے کھلایا تھا، آج وہ زہر میری رگوں کو کاٹ رہا ہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بھی اس زہر کے اثر سے ہوئی تو پھر حسین کا ماتم کرنے والے علی کا ماتم کیوں نہیں کرتے اور علی سے پہلے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ماتم کیوں نہیں

کرتے؟ اگر یہی دین ہے، اگر یہی اسلام ہے اور اگر یہی شریعت ہے تو کرنا چاہیے یا نہیں؟ عقلمندوں کے لیے یہ سوال لمحۂ فکریہ ہے، غور کریں اور جواب تلاش کریں۔

چودھواں سوال: شیعہ کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کی ولایت، اور اولادِ علی کی ولایت و امامت کا عقیدہ ایمان کا رکن ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ولی ماننا، ان کو امام معصوم ماننا اور پھر آپ کی اولاد میں سے ائمہ معصومین کا عقیدہ یہ ایمان کا رکن ہے۔ اس پر ایمان لائے بغیر فائدہ نہیں ہوسکتا، جو امامت کے عقیدے پر ایمان نہیں لاتا وہ کافر ہے۔ شیعہ ذاکر بھی کہتا ہے اور شیعہ کتب میں بھی کئی روایات اس عقیدے کی ملتی ہیں۔

ایک روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج پر گئے تو انھوں نے جنت کے ایک دروازے پر لا الہ الا اللہ ایک سطر پر دوسری سطر پر محمد رسول اللہ اور تیسری سطر پر علی ولی اللہ و خلیفة بلا فصل لکھا، دیکھ کر سوال کیا کہ لا الہ الا اللہ یہ توحید کا اعلان اور محمد رسول اللہ یہ رسالت کا اعلان، اس کے بعد علی ولی اللہ کا کیا مطلب؟ تو بتانے والے نے بتایا کہ اگر کوئی لا الہ الا اللہ پڑھے لے۔ محمد رسول اللہ پڑھ لے، جب تک وہ علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کا اقرار نہیں کرتا تب تک نہ توحید مکمل ہوتی ہے اور نہ رسالت، یعنی علی کی ولایت مانے بغیر اللہ کی توحید کامل ہے اور نہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا۔ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کی امامت ایمان کا رکن ہے اور جو اس پر ایمان نہ لائے وہ جہنمی ہے۔ یہ عقیدہ شیعہ کے علماء نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ اگرچہ امامت کے عقیدے کو نہ ماننے والا (یہ صراحت ہے) لا الہ الا اللہ کی گواہی دے، محمد رسول اللّٰہ کی گواہی دے، نماز قائم کرے، حج ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے، پھر بھی کافر ہے اگر وہ علی رضی اللہ عنہ کی امامت کو نہ مانتے، علی رضی اللہ عنہ کی امامت مانے بغیر اللہ کی توحید اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا عقیدہ ادھورا ہے، پھر عبادت کیسے پوری ہوگی؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر امامت اتنا عظیم رکن ہے تو اس امامت کے عقیدے

کا تذکرہ قرآن میں کیوں نہیں ہے؟ قرآن کے اندر نماز کا ذکر ہے، روزے کا ذکر ہے، حج بیت اللہ کا ذکر ہے، زکوٰۃ کا ذکر ہے باقی سارے ارکانِ اسلام کا ذکر ہے مگر امامت کا نہیں، کیوں؟ بلکہ قرآن میں تو جائز چیزوں کا بھی ذکر ہے جیسا کہ شکار، اب شکار کھیلنا جائز ہے۔ فرض تو نہیں ہے، ایمان کا رکن تو نہیں ہے۔ شکار کے مسائل اللہ نے اپنی کتاب میں بیان کیے ہیں جو جائز ہے۔ جب جائز کاموں کا ذکر قرآن میں موجود ہے تو علی رضی اللہ عنہ کی امامت تو تسلیم کیے بغیر انسان کا ایمان مکمل نہیں ہوسکتا اس کا ذکر قرآن میں کیوں نہیں ہے؟

یہاں ایک بات ملحوظ رہے کہ ہم نے دانستہ قرآن کے ساتھ حدیث کا ذکر نہیں کیا، اس لیے کہ شیعہ اہل السنہ کی مدون کتب احادیث کو نہیں مانتے جب کہ بظاہر قرآن کو تسلیم کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، اس لیے ہم نے قرآن مجید میں نہیں ہے کو سوال میں نمایاں کیا ہے۔

پندرھواں سوال: شیعہ کا عقیدہ ہے کہ قرآن میں تحریف ہو چکی ہے، آیات نکال دی گئی ہیں، کمی اور زیادتی ہوئی ہے اور یہ کام شیعہ عقیدے کے مطابق ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم نے کیا ہے۔ شیعہ روایات پڑھیے:

> عن ابی جعفر علیہ السلام قیل لہ لما ذا اسم علی رضی اللہ عنہ امیر المومنین؟ قال اللّٰہ سمیٰ و ھکذا انزل فی کتابہ (علی انفسھم) واذ اخذ ربك من بنی آدم من ظھورھم ذریتھم واشھد ھم الست بربکم وان محمداً رسولی وان علیًا امیر المومنین))

(اصول کافی جلد 1 ص 412)

> امام ابوجعفر محمد باقر سے پوچھا گیا کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا لقب کیوں ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ کا لقب امیر المومنین اللہ نے اپنی کتاب میں دیا ہے اور قرآن کی آیت ایسے نازل ہوئی تھی جب اللہ نے بنی آدم سے گواہی لی تو اس وقت سوال کیا **الست بربکم** کیا میں تمھارا رب نہیں، **قالوا بلیٰ شھدنا**

تو سب نے کہا تھا ہاں، اللہ ہم مانتے ہیں تو ہمارا رب ہے تو اللہ نے فرمایا:

مجھے رب مانو وان محمداً رسول اور محمد کو میرا رسول مانو وان علیاً امیر المومنین اور علی رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین مانو۔''

کلینی اس آیت کی تفسیر میں لکھتا ہے:

الذین امنوا به ......یعنی جو امام پر ایمان لائے

((و عزروه و نصروه واتبعوا النور الذی انزل معه اولئك هم المفلحون))

یعنی جو امام پر ایمان لائے، پھر اس کی مدد کی اور پھر اس نور کے پیچھے چلے جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے تو یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ الــذیــن اب یہاں اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ جبت اور طاغوت کہ جس سے انکار کرنے کا اللہ نے حکم دیا وہ کون ہیں؟ الجبت و الطاغوت فلان و فلان (اصول کافی ج ا ص ۴۲۹)

اس میں جبت اور طاغوت سے مراد ناموں کی صراحت نہیں کی، بلکہ فلاں اور فلاں کی طرف اشارہ کیا۔ یہاں کلینی نے اشارۃً بات اس لیے کی کہ اس کے دور میں شیعیت کافی کمزور تھی اس کے برعکس ملا باقر مجلسی جو دولت سفریہ کا شیخ تھا، اس کے دور میں شیعہ حکومت تھی تو اس نے اپنی کتاب ''بحار الانوار'' جلد 23 ص 306 پر لکھا ہے: المراد بفلان وفلان ابوبکر و عمر...... کہ ''یہ جو ہمارے امام صاحب نے اشارہ کیا تھا فلاں فلاں کی طرف تو اس سے مراد ابوبکر اور عمر ہیں۔''

اسی طرح ملا باقر مجلسی اپنی اسی کتاب میں نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو شیطان قرار دیتا ہے۔ قرآنِ پاک کی ایک آیت نقل کرتا ہے کہتا ہے: ''**لا تتبعوا خطوات الشیطان** ...... کہ تم شیطان کے پیچھے نہ چلو۔'' تو کہتا ہے اس خطوات الشیطان سے مراد والله و لاية فلان و فلان اس خطوات الشیطان سے مراد (اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہے) ابوبکر اور عمر ہیں۔'' نعوذ باللّٰه

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾ (الاحزاب: 71) اب اس آیت کے بارے میں شیعہ ابوعبداللہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا:

((ومن يطع الله ورسوله فی ولاية علی وولاية الائمة من بعده فقد فاز فوزاً عظيما)) هكذا انزلت هذه الآية

یعنی قرآن کی اصل آیت یوں نازل ہوئی کہ جس نے اللہ کی اطاعت کی اس کے رسول کی اطاعت کی اور پھر علی کی ولایت کو مانا اور پھر علی کے بعد جتنے ائمہ آئے ان کی ولایت کو مانا فقد فاز فوزًا عظیما، وہ عظیم کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ (اصول کافی جلدا ص ۴۱۴)

ایک اور روایت سنیے:

((عن ابی عبدالله علیہ السلام قال نزل جبرئيل علیہ السلام الى محمد بهذه الاية هكذا يا ايها الذين اوتوا الكتاب امنوا بما نزلنا فعلى نورًا مبينًا))

کہ جبرئیل علیہ السلام اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو آیت لے کر آئے اصل یوں تھی آیت۔ جیسا کہ مذکور ہے۔ (اصول کافی ج......ص ۸۶)

شیعہ کی بہت سی کتابوں میں سیّدنا ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کو گالیاں دی گئی ہیں اور ان سب کو الزام دیا گیا ہے کہ انھوں نے اللہ کی کتاب میں تحریف کی اور تبدیلی کی۔ اگر یہ تحریف اور تبدیلی کی روایات ہم شیعہ کتب سے پیش کرنا شروع کریں تو کئی صفحات بھر جائیں گے، باقاعدہ پوری پوری تصانیف ہیں شیعہ کی اس موضوع پر جن میں یہ ثابت کرنے کی کوشش ناکام کرتے ہیں کہ ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم نے قرآن کو تبدیل کر دیا۔

اے عقل مند شیعو! غور کرو اگر تم ہدایت کو تلاش کرنا چاہتے ہو اگر تم حق کی تلاش میں ہو، اگر تم اس سوچ میں ہو کہ ہمیں وہ دن نصیب ہو کہ ہم جنت کے راستے پر چلیں تو سوال یہ

پیدا ہوتا ہے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے (سوال پر غور کریں) تو انھوں نے ابوبکر وعمر و عثمان کے تبدیل شدہ قرآن کو ٹھیک کیوں نہیں کیا؟ ایک لمحہ کے لیے ہم مان لیتے ہیں کہ ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم نے قرآن کو بدلا تھا تو جب حضرت علی کو عنانِ حکومت ملا تو انھوں نے ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کے تبدیل شدہ قرآن کو اسی حال میں کیوں رہنے دیا؟ جیسے نازل ہوا تھا ویسے کیوں پیش نہ کیا؟ یہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب سے بڑا فرض تھا کہ وہ قرآن جس کی صورت بقول آپ کے مسخ کر دی گئی تھی، اس کو اس کی اصل حالت میں واپس لے کر آتے اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرآن کو اپنی اصل حالت میں واپس نہیں لوٹایا اور آپ کے اپنے عقیدے کے مطابق ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم نے اس کو تبدیل کر کے جرم عظیم کیا تھا تو پھر یہی جرم حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بھی لاگو ہو گیا کیا؟ کیونکہ انھوں نے طاقت ہونے کے باوجود، حکومت ہونے کے باوجود قرآن کو تبدیل شدہ حالت میں رہنے دیا اور اس کو واپس اصل حالت میں نہیں لائے۔ اگر ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم نے تبدیل کرنے کا جرم کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس تبدیل شدہ کو باقی رکھنے کا جرم کیا۔ اب جو تمھیں پسند ہو اپنے لیے اختیار کر لو!

سولھواں سوال: ابوالفرج اصفہانی نے "مقاتل الطالبین" ص 88، 142، 188 طبع بیروت میں، اربلی نے اپنی کتاب "کشف الغمہ" جلد 2 ص 66 پر اور ملا باقر مجلسی نے اپنی کتاب "جلاء العیون" ص 582 پر ذکر کیا ہے:

((ان ابا بكر ابن على ابن ابى طالب رضي الله عنه كان ممن قتل فى كربلاء مع أخيه حسين رضي الله عنه و كذا قتل معهم ابن الحسين بن على رضي الله عنه اسمه ابوبكر))

شیعہ کی معروف ومعتبر اور مستند ترین کتابوں کا حوالہ ہے، تینوں کتابوں میں روایت ہے کہ ابوبکر بن علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کربلا میں اپنے بھائی حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے اور اسی طرح سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے اپنے بیٹے جن کا نام ابوبکر تھا، شہید ہوئے۔

سوال یہ ہے کہ شیعہ ذاکر اپنی عوام کو قصہ کربلا سناتے ہیں۔ ان کی کیسٹیں اور سی ڈیز لے کر سنیں، پورے قصہ شہادت میں نہ تو ابوبکر بن علی بن ابو طالب کا نام آتا ہے نہ ابوبکر بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا نام آتا ہے نہ ہی محمد الاصغر جن کی کنیت ابوبکر تھی ان کا نام آتا ہے، نہ ہی سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عمر بن حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا نام آتا ہے۔ کیوں؟

کیونکہ اگر شیعہ ذاکر اپنی عوام کے سامنے ان ابوبکر و عمر نام کے شہداء کا ذکر واقعہ کربلا میں کریں تو عوام بلاتوقف سوال کرے گی، ابوبکر تو علی کے دشمن تھے، عمر تو علی کے دشمن تھے۔ یہ نام ابوبکر و عمر علی نے، حسین نے اور حسن رضی اللہ عنہم نے اپنی اولاد کے کیوں رکھے؟ کیا کبھی کوئی عقلمند اپنے جگر پاروں کے نام اپنے اعداء کے نام پر رکھتا ہے؟ اگر نہیں تو انھوں نے کیوں رکھے؟

عقلمند شیعوں سے گزارش ہے کہ اس سوال کا جواب اپنے ذاکروں سے ضرور مانگیں اگر واقعی ابوبکر دشمن علی اور اہل بیت تھے۔ بقول تمھارے انھوں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر توڑا تھا، جلایا تھا، انھیں ہراساں اور پریشان کیا تھا تو پھر انھوں نے اپنے بچوں کے نام اپنے دشمنوں کے نام پر کیوں رکھے؟

سترھواں سوال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بہت سے لوگ ایسے تھے جنھوں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف ایک مرتبہ ملاقات کی۔ زندگی میں انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دفعہ دیکھا۔ روایات شیعہ اور اہلسنّت دونوں کی کتابوں میں تواتر کے ساتھ موجود ہیں کہ ایک شخص آتا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا اور واپس اپنی بستی میں لوٹ جاتا۔ زندگی میں دوبارہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی ملاقات نہ ہوتی۔ اب یہ جو لوگ ایک دفعہ ملاقات کر کے واپس چلے گئے یہاں تک کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے یا ان لوگوں کا انتقال ہو گیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی امامت اور ولایت کا کوئی علم نہیں۔ نہ تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی امامت بیان فرمائی اور نہ ہی انھوں نے کسی دوسرے طریقے سے سنا۔ انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت و ولایت کو مانا اور نہ

ہی ان بیچاروں کے سامنے اس کا ذکر بیان ہوا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کیا ان کا اسلام ناقص ہے یا مکمل؟ جو ایک دفعہ آ کر نبی ﷺ کو دیکھ کر کلمہ پڑھ کر واپس چلے گئے وہ مسلمان پورے رہے یا ناقص رہے؟ اب اگر آپ یہ کہو کہ چونکہ انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کو نہیں مانا، ان کا ایمان ناقص ہے تو ذرا یہ تو بتایئے نعوذ باللہ ان کے ایمان کے نقص کی ذمہ داری کس پر عائد ہوئی؟ یقیناً رسول اللہ ﷺ پر، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس کی تعلیم ہی نہیں دی۔ حالانکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے: **الیوم اکملت لکم دینکم۔** آج تمھارے لیے دین مکمل کر دیا گیا۔

اب دو باتیں سامنے آتی ہیں کہ یا تو رسول اللہ ﷺ نے حق رسالت ادا نہیں کیا اور یہ عمل شیطانی وسوسہ ہے، یا پھر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی امامت کے عقیدہ والی بات خانہ ساز ہے۔

اٹھارواں سوال: شیعہ علماء اس بات کا انکار نہیں کر سکتے کہ سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے بیعت رضوان کی۔ جب انہوں نے بیعت کی تو ان سے اللہ راضی ہوا بلکہ ان کے دلوں کی کیفیتوں کو اللہ نے جانا، کیونکہ مالک فرماتا ہے:

﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ ﴾ (الفتح: 18)

''اللہ ان مومنوں سے راضی ہوا جنھوں نے درخت کے نیچے آپ کی بیعت کی اور ان کے دل کے حال کو بھی اللہ نے جانا اور ان پر اپنی سکنیت کو بھی نازل کیا۔''

اس آیت کریمہ کی روشنی میں اللہ اوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے راضی ہوا اور جو کچھ ان کے دلوں میں ہے یعنی ان کے ایمان کو بھی اللہ نے جانا اب سوال یہ ہے۔

شیعہ علماء کے لیے کیسے جائز ہے کہ جن سے اللہ راضی ہوا وہ ان سے بغض رکھیں اور (معاذ اللہ) ان کو کافر کہیں؟ اس کا مطلب تو یہی ہوا کہ نعوذ باللہ وہ اللہ کی بات کو جھٹلا رہے ہیں کیونکہ اللہ فرما رہا ہے: **فعلم ما فی قلوبھم**..... ''ان کے دلوں میں جو ایمان ہے میں

نے اس کو جان لیا۔" مگر شیعہ تو اللہ سے کہہ رہے ہیں نہیں، اے اللہ! تو نے نہیں جانتا بلکہ ہم جانتے ہیں وہ نعوذ باللہ منافق تھے، کافر تھے، انھوں نے قرآن کو بدل دیا تھا، انھوں نے دین کو بدل دیا تھا۔ سوال یہ ہے کہ کیا آپ اللہ سے زیادہ جانتے ہو اللہ تو ان کے ایمان کی گواہی قرآن میں دے رہا ہے اور اگر بقول آپ کے نبی ﷺ کی زندگی کے بعد ان کے دل سے ایمان خارج ہوا تو پھر سوال یہ ہے کہ پھر اس آیت کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے تبدیل کیوں نہیں کر دیا؟ کہ جب ایمان تھا اس وقت اللہ نے جانا اب یہ منکر ہو گئے ہیں۔ وہ بھی اس آیت کی اصلاح کر دیتے۔

انیسواں سوال: شیعہ علماء اپنی کتاب اور تقریروں میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قصے کو بیان کرتے ہیں اور اس قصے میں خصوصی طور پر یہ بات بیان کرتے ہیں کہ سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ حالت پیاس میں شہید ہوئے، اور بعض شیعہ روایات میں یہاں تک بھی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا شیعتی کل ما شربتم الماء تذکرونی...... "اے میرے شیعو! تم جب بھی پانی پیو گے مجھے یاد کرو گے۔ آپ نے اکثر دیکھا ہوگا انڈیا، پاکستان میں پانی کی ٹینکیوں پر لکھا ہوا ہوتا ہے پانی پینے والے یاد کر پیاس حسین کو۔ اب سوال پیدا ہوتا ہوتا ہے کہ شیعہ عقائد کے مطابق ائمہ کو علم غیب ہوتا ہے۔ وہ ساری غیب کی باتیں جانتے ہیں۔ کلینی نے اپنی کتاب "اصول کافی" جلد 1 ص 260 پر باب باندھا ہے:

"ان الائمہ یعلمون علم ما کان وما یکون وانھم لایخفی علیھم الشیء"

کلینی باب باندھ رہا ہے اپنی کتاب میں کہ ہمارے جتنے بھی ائمہ کرام ہیں ان کو جو ہو گیا اور جو ہونا ہے، دونوں کی خبر اور دونوں کا علم ہوتا ہے۔ وانہ لایخفی علیھم الشیء ان سے کوئی چیز اور دنیا میں کوئی ذرہ بھی چھپا ہوا نہیں رہ سکتا۔ یعنی شیعہ ائمہ سارے غیب جانتے ہیں۔ پھر اگر یہ سب غیب جانتے ہیں تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یہ علم نہیں تھا کہ ابھی جنگ شروع ہو جائے گی اور میرے پاس جو پانی ہے وہ تھوڑا ہے، مجھے پانی کی

ضرورت پڑے گی انھوں نے اس جنگ سے پہلے پہلے اپنے لیے پانی اکٹھا کیوں نہیں کیا؟ چلو اپنے لیے نہ سہی مگر خواتین اور بچوں کے لیے تو پانی کا انتظام فرماتے مگر ایسا نہیں کیا! کیوں؟

بیسواں سوال: دین اسلام تو رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں مکمل ہو چکا تھا، جس کی دلیل قرآن حکیم میں ہے: **الیوم اکملت لکم دینکم** اور رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد ظاہر ہونے والا شیعہ مذہب حق کیسے ہوسکتا ہے؟ اگر یہ حق ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں اس کا ظہور ہونا چاہیے تھا۔ جب اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں یہ لوگ ظاہر نہیں ہوئے تھے۔ ان کا وجود نہیں تھا اور دین پورا ہو گیا تھا۔ دین مکمل ہو چکا تھا تو پھر یہ اہل حق کیسے ہوسکتے ہیں؟

ایک بہت مشہور مناظرہ ہے ایک شیعہ اور ایک سنی عالم کا۔ سنی عالم مناظرے کے لیے آئے تو جوتی اٹھا کر بغل میں لے لی اور سٹیج پر آ گئے۔ بادشاہ کے سامنے مناظرہ ہو رہا تھا شیعہ عالم نے کہا دیکھو یہ کتنا جاہل ہے، اس کو اتنی بھی تمیز نہیں کہ جوتا کہاں اتارنا ہے، جوتا بغل میں لے کر آ گیا ہے، تو سنی عالم نے کہا بات دراصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں جو شیعہ تھے وہ جوتے چوری کر لیا کرتے تھے تو میں اسی لیے اٹھا کر لایا ہوں تو اس نے کہا بیوقوف، پاگل اس دور میں تو شیعہ تھے ہی نہیں۔ کہتے ہیں بس یہی منوانا تھا آپ سے کہ آپ اس دور میں نہیں تھے آپ بعد آئے ہیں۔

قرآن، شریعت، دین، اسلام اس دور میں پورا ہو گیا تھا: **الیوم اکملت لکم دینکم** نازل ہوئی جب دین پورا ہوا، آپ کا وجود نہیں تھا۔ آپ کا وجود بعد میں آیا تو آپ برحق کیسے ہو سکتے ہو؟

اگر یہ مان لیا جائے کہ سیّدنا علی، حسن وحسین رضی اللہ عنہم کی بہت ساری کرامات ہیں اور وہ وفات کے بعد بھی دنیا میں تصرف کرتے ہیں اور لوگوں کے کام آتے ہیں، اسی لیے اکثر آپ نے نعرے سنے ہوں گے نعرۂ حیدری، یا علی، نـاد عـلیا مظهر العجائب تجده

عـونـا لك فـي النوائب...... مولاعلی! میری کشتی پار لگا دو، کتنے ہی نعرے ہیں، میری کشتی علی پار لگا دو۔ یہ مختلف نعرے ہیں، لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پکارتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں سیّدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما ہماری مدد بھی کرتے ہیں، ہمیں فائدہ بھی پہنچاتے ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے:

اکیسواں سوال: مرنے کے بعد مدد کی طاقت رکھنے والے سیّدنا علی، حسن، حسین رضی اللہ عنہم اپنی زندگی میں اپنی ذاتی مدد کیوں نہ کر سکے؟

اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ اب آ کر لوگوں کی مدد کرتے ہیں، اب آ کر آپ کی کشتیاں پار لگاتے ہیں اب آپ کے غم کو دور کرتے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی جان کی یعنی خود اپنی مدد اپنی زندگی میں کیوں نہ کی؟ حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی مدد کیوں نہ کر لی؟ ان کے سامنے زہر والا کھانا لایا گیا، اور جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ ائمہ کو علم غیب ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہوا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پتہ تھا کہ کھانے میں زہر ہے۔ انھوں نے جان بوجھ کر زہر آلود کھانا کھایا تھا، کیا خودکشی کی تھی؟ نعوذ باللہ؟ اگر یہ مان لیا جائے ان کو غیب ہوتا ہے تو وہ کھانا جس میں زہر تھا، انھوں نے جان بوجھ کر کھایا؟ خودکشی کی اور اپنے آپ کو موت کے حوالے کیا؟ اگر ان میں بعد از وفات اتنی قوت و طاقت ہے، اب وہ مشکل کشائیاں اور حاجت روائیاں کرتے ہیں تو انھوں نے اپنی مدد کیوں نہیں کی؟

آپ کی اپنی کتابوں کے اندر یہ روایت موجود ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب کوفہ پہنچے تو انھوں نے کوفیوں سے کہا مجھے مدینے واپس جانے دو، یا مجھے کفار کی سرحد پر جانے دو یا مجھے یزید کے پاس جانے دو۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی یہ شرائط شیعہ کتاب "کشف الغمه" میں موجود ہیں۔ اگر وہ مدد کرنے پر قادر تھے، اگر وہ مشکل کشا تھے، اگر وہ حاجت روا تھے تو اپنی مدد انھوں نے کیوں نہیں کر لی؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے، اپنی حکومت کو اپنے شیعوں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ

سے مضبوط نہ کر سکے اور شہید کر دیے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اگر مشکل کشا تھے تو اپنی مشکل کشائی کیوں نہ کر لی؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ مجبور ہو گئے، خلافت سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے دی اور شیعہ عقیدے کے مطابق ......نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ...... معاویہ رضی اللہ عنہ بہت بڑا کافر تھا، ظالم تھا، غاصب تھا۔ تو اب بتایئے! اس مشکل کشا معصوم امام نے مجبور ہو کر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہاتھ کیوں دیا، کیوں بیعت کی، کیوں صلح کی، کیوں حکومت ان کے حوالے کر دی؟

اسی طرح حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا میں شہید کیا گیا، مدینہ سے مکہ آئے مکہ سے کوفہ پہنچے اور بالآخر شہید کر دیے گئے، اگر حسین رضی اللہ عنہ آج مدد کر سکتے ہیں تو زندگی میں اپنی مدد انھوں نے کیوں نہ کر لی؟

بائیسواں سوال: شیعہ کا عقیدہ ہے کہ سیّدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نعوذ باللہ دونوں کافر تھے، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کے افضل ترین انسان ہیں تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کافروں کے ساتھ کیسے مدفون ہیں؟ اگر آپ کا یہ عقیدہ مان لیا جائے کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما معاذ اللہ دونوں کافر تھے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کو کیسے دفن کیا گیا؟ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کیا جا رہا تھا تو شیر خدا علی رضی اللہ عنہ کہاں تھے؟ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کافروں کو جنھوں نے بقول آپ کے قرآن کو بدل ڈالا اور علی رضی اللہ عنہ کی خلافت چھینی تھی۔ یہ کیوں نہیں فرمایا کہ میں ان دونوں کو یہاں دفن نہیں ہونے دوں گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی کافر کو دفن کرنا جائز نہیں۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اور وصی علی رضی اللہ عنہ کیوں کھڑے نہ ہوئے؟ حسن کیوں نہ کھڑے ہوئے؟ حسین رضی اللہ عنہ کیوں خاموش رہے؟ انھوں نے رکاوٹ کیوں نہ ڈالی کہ ہم ان کو یہاں دفن نہیں کرنے دیں گے؟ انھوں نے ایسا کیوں نہ کیا؟

تیئسواں سوال: شیعہ کا عقیدہ ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی امامت کی دلیل قرآن میں ہے یعنی قرآن کی نص تھی جسے صحابہ نے چھپا دیا۔ شیعہ کا یہ عقیدہ اور دعویٰ جھوٹا

ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہم دیکھتے ہیں کہ انھوں نے ان احادیث کو خفیہ نہیں رکھا، ان احادیث کونہیں چھپایا جن سے شیعہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی امامت کی دلیل پکڑتے ہیں اوران کی فضیلت بیان کرتے ہیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ آپ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ" کہ علی تیرا اور میرا رشتہ وہی ہے جوموسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا تھا۔ اب یہ روایت کو کیوں نہ چھپایا؟ اس حدیث کو بھی تو صحابہ چھپا سکتے تھے۔

چوبیسواں سوال: شیعہ کا عقیدہ ہے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت چھیننے میں کامیاب رہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم نے خلافت چھین کر اپنی ذات کے لیے کیا فائدہ اٹھایا؟ ہمارا دعویٰ ہے کہ قیامت تک اس سوال کا جواب کوئی نہیں دے سکتا۔

ایک لمحہ کے لیے آپ کی بات مان لیتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم تینوں نے خلافت چھینی لیکن اپنی ذات کے لیے کیا فائدہ اٹھایا؟ اگرانھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ حق چھینا تھا توابوبکر نے چھیننے کے بعد وفات سے پہلے یہ خلافت اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو کیوں نہ دی؟ شیعہ موقف کے مطابق خلافت کو چھینا! اپنی ذات کے فائدے کے لیے چھینا، اپنے خاندان کے لیے، اپنی اولاد کے لیے چھینا تو مرتے وقت خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے کیوں کر گئے؟ اپنے بیٹے کو دینی تھی اگر اپنی ذات، خاندان اور اولاد کے لیے چھینی تھی اور ذاتی فائدہ اٹھانا تھا بیت المال سے پیسہ لینا تھا یا بیت المال پر قابض ہونا تھا تو پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مرنے سے پہلے ہی خلافت کا بوجھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کاندھوں پر کیوں ڈال دیا؟

اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وفات سے پہلے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو کیوں نہ خلافت دے دی؟ بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کے لیے جو کمیٹی تشکیل دی، اس کے اندر بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو شامل نہیں کیا۔ اپنے بیٹے کو اس کمیٹی کا رکن ہی نہیں بنایا

اور نہ ہی امیدواروں میں اپنے بیٹے کو رکھا۔ اگر ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے اپنی ذات کے لیے حکومت چھینی تھی اور فائدہ اٹھانا مقصود تھا تو پھر انھوں نے اپنے بیٹوں کو کیوں نہیں دی؟

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اگر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے حکومت اپنی ذات کے لیے چھینی تھی تو کیا فائدہ اٹھایا؟ جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت ان کے پاس صرف ایک اونٹ تھا اور وہ بھی انھوں نے باغیوں سے یہ کہا تھا کہ یہ اونٹ میں نے اللہ کے گھر کی زیارت کے لیے رکھا ہوا ہے۔ محاصرہ میں ان کے پاس پینے کے لیے پانی نہیں تھا، اور جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ خلافت پر متمکن نہیں ہوئے تھے اس وقت حضرت عثمان کے پانچ ہزار زرخرید غلام ان کے کاروبار کو چلاتے تھے۔ مدینے کے اندر وہ پورے نہیں آتے تھے انھیں مدینے سے باہر منتقل کیا جاتا تھا۔ جس شخص کا کاروبار چلانے و دیکھ بھال کے لیے پانچ ہزار زرخرید غلام ہوں، اس کے کاروبار کی وسعت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، جس کے پاس جانوروں کا اتنا بڑا اسٹاک تھا، لیکن جب وہ مسلمانوں کا خلیفہ بنا تو سب اللہ کے نام پر تقسیم کرنا شروع کر دیا، اور آخری لمحات میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس ان جانوروں میں سے صرف ایک اونٹ باقی بچا تھا اور اس کے بارے میں بھی کہتے تھے کہ یہ اونٹ میں نے صرف رب کے گھر کی زیارت کے لیے رکھا ہوا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بیماری میں شہد کی ضرورت پڑتی ہے۔ شہد بیت المال میں موجود تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہو کر کہتے ہیں:

''لوگو! مجھے شہد کھانے کی حاجت ہے۔ اطباء نے شہد کھانے کے لیے کہا ہے، شہد بیت المال میں ہے اگر تم سب اجازت دو تو میں شہد لوں گا۔''

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا خرچہ چلانے کے لیے کپڑے کا کاروبار کرتے دکھائی دیتے ہیں اور وفات سے پہلے حضرت ابوبکر نے ایک اونٹنی، ایک چادر اور ایک پیالہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کر کے یہ فرمایا کہ بطورِ خلیفہ میں نے مسلمانوں کے مال میں سے لیا تھا اب جو میرے بعد خلیفہ بنے گا یہ اس کا حق ہے۔ یہ اشیاء اس تک پہنچا دی جائیں۔

اپنے گھروں کے بارے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ وصیت کرتے ہیں کہ ہمارے یہ گھر بیچ کر جو وظیفہ ہم بیت المال سے مسلمانوں کا نظام چلانے کے لیتے رہے وہ سارا کا سارا واپس کر دو۔

اگر سیّدنا ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم نے خلافت اپنی ذات کے فائدے کے لیے چھینی تھی تو فائدہ کیا اٹھایا؟ اپنے لیے کون سے محلات کھڑے کیے؟ اپنی اولاد کے لیے وہ کونسا سسٹم بنا کر گئے؟ اپنی ہی کسی کتاب میں سے دکھا دو کہ انھوں نے یہ ذاتی فائدہ اٹھایا تھا، بلکہ وہ تو آخری وقت تک یہ کہتے رہے کہ یہ مسلمانوں کا حق ہے۔ مسلمان اجازت دیں گے تو ہم استعمال کریں گے۔

پچیسواں سوال: شیعہ حضرات کا قول ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ایک دن: انــــه لما خرج علی اصحابه محزونا یتنفس قال کیف انتم وزمان قد اذلکم؟ حضرت علی اپنے اصحاب کے پاس پریشانی کے عالم میں آئے اور کہا اس وقت تمھارا کیا حال ہوگا؟ زمانے کے اندر ایسا وقت آئے گا کہ اللہ کی حدود کو توڑ دیا جائے گا۔

ویتخذ المال دولا...... بیت المال کو لوگ اپنی ذاتی ملکیت سمجھیں گے۔

ویعاد فیه اولیاء الله...... اللہ کے دوستوں سے دشمنی کی جائے گی۔

دلو الی فیه اعداء الله...... اور اللہ کے دشمنوں سے دوستی کی جائے گی۔

قالوا یا امیر المومنین ان ادرکنا ذالك الزمان فکیف نصنع...... کہنے لگے: اے امیر المومنین! اگر ہم اس وقت کو پالیں تو پھر ہم کیا کریں؟ جب اتنی تبدیلیاں آچکی ہوں، ہم وہ زمانہ اور وقت پالیں تو کیا کریں؟

قال علیه السلام کونوا کاصحاب عیسیٰ علیه السلام نشروا بالمناشیر وصلبوا علی الخشب...... کہا پھر اس وقت تم عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کی سیرت کو سامنے رکھنا جن کو آروں سے چیر دیا گیا اور صلیب پر سولی چڑھا دیا گیا۔

قال موت فی طاعة الله عزوجل خیمه فی حیات معصیة الله......

سیدنا علی نے فرمایا اللہ کی اطاعت میں موت کا آ جانا اس سے بہتر ہے کہ اللہ کی نافرمانی میں زندہ رہا جائے۔'' (نہج السعادہ، جلد۲ص ۶۳۹)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کی روشنی میں شیعہ کا عقیدہ ''تقیہ'' ظاہر کچھ اور کرو، چھپاؤ کچھ اور۔ یعنی سنی سے جب بات کرو تو وہ بات کرو جو تمھارے اندر نہیں ہے۔ اپنی بات کو، اپنے مسلک کو، اپنے دین کو چھپا کر رکھو۔ شیعہ اس عقیدے یعنی تقیہ کو دین کا جزو مانتے ہیں۔''اصول کافی جلد 2 ص 218 پر موجود ہے: ''ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: لا ایمان لمن لم تقیة له کہ جو تقیہ نہیں کرتا اس کا کوئی ایمان نہیں ہے۔ تو اب سوال یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کیوں اس عقیدے کے خلاف تعلیم دے رہے ہیں؟ وہ تو فرما رہے ہیں کہ کفر کے سامنے ڈٹ جانا، غلط بات کے سامنے ڈٹ جانا اور ڈٹتے ہوئے مر جانا، حق پر مرنا، کفر پر اور باطل پر زندہ رہنے سے زیادہ بہتر ہے۔ اگر یہ دین کا جزو ہے اپنی بات کو چھپا لینا اور دوسرے کی بات کہہ دینا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیوں اس کے خلاف دعوت دی؟

چھبیسواں سوال: شیعہ کا عقیدہ ہے کہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نعوذ باللہ منافق تھے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہجرت کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے کا فیصلہ کیوں کیا؟ جبکہ وہ اپنی قوم میں موجود تھے کفار ان کو پکڑنا چاہتے تھے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی کا ساتھ کیوں دیا؟ اگر وہ نعوذ باللہ منافق تھے۔ اوپر اوپر سے مسلمان تھے اندر سے کافر تھے تو ہجرت کے سفر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ کیوں دیا؟ ہم کہتے ہیں کہ اگر شیعہ یہ کہیں کہ مالی مفادات کی خاطر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملے جبکہ اندر سے منافق تھے تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا اور اکیلے مکہ سے نکلے تو کون سا ایسا فائدہ تھا وہ کونسی ایسی مصلحت تھی جس کے لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا حالانکہ ڈر یہ تھا کہ کہیں کفار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کو بھی قتل نہ کر دیں۔ اگر اس لیے نکلے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخبری کر سکیں تو پھر کیسے یہ دونوں بخیر و عافیت مدینہ پہنچ گئے؟ اور جب مشرکین غار کے دھانے پر آ پہنچے تو

غار میں اپنی موجودگی کا صراحتاً یا اشارۃً احساس کیوں نہ دلایا؟ بلکہ وہ تو اس طرح پریشان ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں وہ منظر کھینچا:

﴿ ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ o اِذْ قَالَ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ﴾ (التوبہ: 40)

''جب کہ وہ دو میں سے دوسرے تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کر یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مالی فائدے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت نہیں کی بلکہ پورے سفر میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنا مال نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر خرچ کرتے رہے۔

ستائیسواں سوال: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں کسی کو کافر نہیں کہا۔ نہ خوارج کو حالانکہ خارجیوں نے ان کے خلاف خروج کیا تھا اور ان سے جنگ کی تھی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو تکلیف دی۔ آپ نے ان کو بھی کافر نہیں کہا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ حضرات سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اتباع کیوں نہیں کرتے؟ کبار صحابہ، امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی تکفیر کیوں کرتے ہیں؟ جبکہ علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھ جنگ کرنے والوں کو بلکہ کسی کو بھی کافر نہیں کہا۔ خوارج کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا آپ سے پوچھا گیا: ھل ھم کفارٌ؟ قال: ھم من الکفر قد فرّوا فرمایا: نہیں وہ تو کفر سے فرار ہو کر آئے ہیں۔ قالا اذا وھم منافقون؟ پوچھا گیا کیا یہ خارجی منافق ہیں؟ فرمایا قال لا ان المنافقین لا یذکرون اللہ الا قلیلا۔ فرمایا نہیں یہ منافق بھی نہیں کیوں کہ منافق تو بہت تھوڑا اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ جبکہ یہ خارجی تو اللہ کا بہت ذکر کرتے ہیں۔ قال فما تقول فیھم یا ابا الحسن والحسین؟ پوچھا گیا اے حسن وحسین کے بابا پھر ان خارجیوں کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ قال اقول فیھم اخواننا قد بغوا علینا واللہ لانبذاء ھم بقتال الا اذا بداھنا۔ فرمایا اللہ کی قسم! یہ ہمارے بھائی ہیں جنھوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے اور ہم اس وقت تک ان سے قتال نہیں کرتے

جب تک یہ خود ہمارے ساتھ قتال پر تیار نہ ہو جائیں۔

نہج البلاغہ ص 325اور 340 پر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بہت سے معاملات میں اور مسائل میں مشورہ کیا کرتے تھے۔ اور شیعہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ظالم تھے، غاصب تھے،نعوذ باللہ کافر تھے اب سوال پیدا ہوتا ہے۔

اٹھائیسواں سوال: کہ عمر رضی اللہ عنہ ظالم، کافر ہوتے ہوئے کیوں اہل حق سے مشورہ کرتے تھے؟ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک ظالم اور ایک کافر کو مشورے کیوں دیتے تھے؟

انتیسواں سوال: شیعہ اور سنی کتب میں یہ موجود ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو مدائن کا گورنر مقرر فرمایا اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا امیر مقرر فرمایا۔ شیعہ عقائد کے مطابق سلمان فارسی اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بہت بڑے حامی تھے اور مددگار تھے، شیعانِ علی تھے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عمار بن یاسر اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما نے جو کہ عمر رضی اللہ عنہ (جو شیعہ عقائد کے مطابق، کافر، نافرمان اور قرآن میں تحریف کرنے والے تھے) علی رضی اللہ عنہ کے دشمن تھے۔ ان کی ظالمانہ حکمت میں گورنری کا عہدہ کیوں قبول کیا؟ امیر صاحب! گورنر صاحب! خلیفۃ المسلمین تو ظالم وجابر ہے، کافر ومنافق ہے آپ کے ساتھی (رضی اللہ عنہ) کا دشمن ہے تو آپ یہ عہدہ کیوں قبول کر رہے ہو؟ اس پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ حق کچھ اور ہے اور دکھایا کچھ اور جا رہا ہے۔

اے عقلمند لوگو! اے حق کی تلاش کرنے والو! اے وہ لوگو! جو یہ چاہتے ہو کہ قیامت کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کا سایہ نصیب ہو، ذرا غور کیجیے گا کہ کیا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نیک بیویاں تلاش کرنے کا حکم نہیں دیا؟ فوراً سب کا جواب یہی ہوگا ہاں، بالکل اس میں کوئی شک نہیں۔ اگر آج کے کسی آدمی سے پوچھا جائے کیا تم کسی زانی یا زانیہ کی بیٹی سے شادی کرو گے؟ تو فوراً سب یہ جواب دیں گے استغفر اللہ ہم کیوں کسی زانی یا زانیہ کی بیٹی سے شادی کریں؟ تو آیئے ہم آپ کو شیعہ کی کتابوں میں لکھا ہوا دکھاتے ہیں، یہ لکھتے ہیں کہ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ

ولد الزنا تھے۔ یہ عقیدہ البحرانی نے اپنی کتاب "کشکول" میں جلد 3 ص 210 اور نعمت اللہ الجزائری نے اپنی کتاب "انوار النعمانیہ" میں جلد 1 ص 360 پر لکھا ہے کہ نعوذ باللہ عمر ولد الزنا تھے اور اس کی بیٹی حفصہ منافقہ اور کافرہ بلکہ خبیثہ تھی اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ولد الزنا کی بیٹی سے شادی کیوں کی؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تم اپنے لیے اس کو پسند نہیں کرتے بلکہ آج کے دور کا بے غیرت سے بے غیرت انسان بھی اس بات کو اپنے لیے پسند نہیں کرتا کہ وہ کسی زانیہ کی بیٹی سے شادی کرے اور تمھارے عقیدے کے مطابق نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ عمر ولد الزنا تھے تو پھر حفصہ عمر کی بیٹی سے رسول اللہ ﷺ نے نکاح کیوں کیا؟ اور جب اللہ کے نبی ﷺ کے لیے جبرائیل علیہ السلام یہ پیغام لے کر آئے کہ اس سے رجوع کیجیے: انها قوامة صوامة یہ بڑے قیام کرنے والی اور روزے رکھنے والی ہے۔ اور جنت میں بھی آپ کی بیوی ہے۔ (المستدرك للحاكم ، الاحاديث الصحيحه: 2007) اب اللہ نے کیوں منع نہیں کر دیا۔

اللہ کی قسم شیعہ بھائیو! تم اپنے لیے جو پسند کرتے ہو رسول اللہ ﷺ کے لیے اتنا بھی پسند نہیں کرتے؟ تم میں سے کوئی کسی بدکار سے شادی پر تیار نہیں ہوتا تو......نعوذ باللہ...... رسول اللہ ﷺ پر اتنی بڑی تہمت لگاتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بدکار کی بیٹی سے شادی کی۔ لا حول ولا قوة الا باللّٰه ۔

مزید غور کرو ! سیدہ فاطمہ اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی لخت جگر سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح انہیں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ہوتا ہے تو ایسے شخص کو تم میں سے کوئی بھی اپنی بیٹی دینے کو تیار نہ ہوگا تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے کیسے اپنی عزت ان کو سونپ دی؟

اب یا تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں معاذ اللہ برا سوچو یا پھر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے میں اپنی بدعقیدگی سے رجوع کر لو۔

اللہ ہمیں حق کہنے اور سننے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ ہمیں فتنوں سے بچنے کی توفیق

عطا فرمائے۔ اے اللہ! مملکت سعودیہ عربیہ کی حفاظت فرما، یہاں کے امن کی حفاظت فرما، یہاں کے حکام کی حفاظت فرما، یہاں کے علماء کی حفاظت فرما، اے اللہ یہ مملکت! یہ توحید کی مملکت، جہاں پر لا الـہ الا اللہ کی حکومت قائم ہے۔ جہاں پر قبر پرستی کا شرک موجود نہیں ہے۔ اے اللہ! تجھ سے سوال کرتے ہیں اس کے امن کے بارے میں کوئی انسان اگر پلاننگ کرے کہ وہ اس کو خراب کرے اللہ! تو ان کو برباد فرما۔ اللہ! یہ توحید کا پھلتا اور پھولتا ہوا بوٹا اسی طرح پھولتا اور پھلتا رہے اور تیری توحید غالب رہے۔ جن ظالموں کی آنکھوں میں یہ کانٹوں کی طرح چبھ رہا ہے اللہ تو ان ظالموں کو اندھا کر دے اور ان کے ہاتھوں کو توڑ دے۔ اللہ! وہ سوچیں جو اس پیارے ملک کے بارے میں غلط سوچتی ہیں تو ان کو ہدایت عطا فرما۔ ہمیں اپنے نبی ﷺ کی محبت نصیب فرما، نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت نصیب فرما۔ اہل بیت رضی اللہ عنہم کی محبت نصیب فرما۔ اسی پر قائم رکھ، اس پر زندہ رکھ اور اسی پر موت عطا فرما۔

انّما اقول قولی ھذا واستغفراللہ لی ولکم ولسائر المسلمین فاستغفروہ انہ ھو الغفور الرحیم .

حقوق والدین

الحمد لله والصلاة والسلام علی رسوله الله وبعد!

﴿ وَ قَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾

''اور تیرا رب صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔''

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو پیدا فرمایا اور ان پر سب سے بڑا حق اپنی عبادت کا مقرر کیا پھر اپنے بندوں پر ایک دوسرے کا حق رکھا، باپ پر بیٹے اور بیٹے پر باپ کا حق مقرر کیا۔ بیوی کا حق خاوند پر اور خاوند کا حق بیوی پر مقرر کیا، پڑوسی کا پڑوسی پر حق اور بھائیوں کے ایک دوسرے پر حقوق مقرر کیے اور ان تمام حقوق میں اللہ کے حق کے بعد سب سے بڑا حق والدین کا حق ہے:

﴿ وَ قَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾

(بنی اسرائیل: 23)

بنی اسرائیل سے اللہ تعالیٰ نے خود عہد و پیمان لیا، اس میں والدین کے حقوق کو اس طرح بیان فرمایا۔ قرآن حکیم کی اس آیت پر غور کریں:

﴿ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾ (البقرة: 83)

''اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔''

والدین کے ساتھ حسن سلوک ایسی عظیم صفت ہے جس سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام جیسی

عظیم شخصیات بھی متصف تھیں۔

آیئے! انبیاء کے چند واقعات قرآن حکیم کی آیات سے سنتے ہیں:

﴿ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ وَ اٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا☆ وَّ حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ زَكٰوةً وَ كَانَ تَقِيًّا☆ وَّ بَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَ لَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴾(مریم: 12)

''اے یحییٰ! میری کتاب کو مضبوطی سے تھام لو اور ہم نے اسے لڑکپن سے ہی دانائی عطا فرمائی اور اپنے پاس سے شفقت اور پاکیزگی بھی وہ پرہیزگار شخص تھا اور اپنے ماں باپ سے نیک سلوک کرنے والا تھا وہ سرکش اور گنہگار نہ تھا۔''

آیئے! عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سنیے:

﴿ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِيْ نَبِيًّا☆ وَّ جَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ وَ اَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا☆ وَّ بَرًّا بِوَالِدَتِيْ وَ لَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴾ (مریم: 30 تا 32)

''(عیسیٰ علیہ السلام نے) فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی اور پیغمبر بنایا اور اس نے مجھے بابرکت کیا جہاں بھی میں ہوں اور اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا جب تک بھی میں زندہ رہوں اور اس نے مجھے اپنی والدہ کا خدمت گزار بنایا اور مجھے سرکش اور بدبخت نہیں کیا۔''

سلیمان علیہ السلام کا ذکر سنیے:

﴿ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ ﴾ (النمل: 19)

''چنانچہ سلیمان اس (چیونٹی) کی بات پر مسکرا کر ہنس دیئے اور دعا کرنے لگے کہ اے پروردگار! تو مجھے توفیق دے کہ تیری ان نعمتوں کا شکر بجا لاؤں جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں اور میرے ماں باپ پر۔''

نوح علیہ السلام کی دعا پر غور کریں:

﴿ رَبِّ اغْفِرْ لِی وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا ﴾ (نوح: 28)

''اے میرے پروردگار! تو مجھے اور میرے والدین اور جو بھی مومن ہو کر میرے گھر میں آئے، کو بخش دے۔''

ابراہیم علیہ السلام کی گفتگو اپنے والد کے ساتھ یہ غور کریں حالانکہ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے والد عام کافر نہ تھے بلکہ بت تراش و بت فروش، بتوں کی عبادت کرنے والے کافر تھے مگر ابراہیم علیہ السلام کے اسلوب پہ غور کریں:

﴿ وَ اذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِبْرٰهِیْمَ اِنَّهٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا ﴾ (مریم:41)

''اس کتاب میں ابراہیم کا قصہ بیان کر بیشک وہ بڑے سچے نبی تھے۔''

﴿ اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ یٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَ لَا یُبْصِرُ وَ لَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْئًا ☆ یٰٓاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ یَاْتِكَ..... ﴾

(مریم:42)

''جب اس نے اپنے والد سے کہا: اے میرے باپ! تو اس کی عبادت کیوں کرتا ہے جو نہ سنے، نہ دیکھے اور نہ تیرے کچھ کام آئے؟ اے بابا! میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس آیا ہی نہیں۔''

﴿ یٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ اِنَّ الشَّیْطٰنَ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا o یٰٓاَبَتِ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَکُوْنَ لِلشَّیْطٰنِ وَلِیًّا o ﴾ (مریم:45-44)

''اے ابا جان! تو شیطان کی عبادت نہ کر، بلاشبہ شیطان رحمٰن کا سخت نافرمان ہے، اے ابا جان! بے شک میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ مجھے رحمٰن کی طرف سے عذاب آ پہنچے، پھر تو شیطان کا ساتھی ہو جائے۔''

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے کافر باپ سے کتنے پیارے اور نرم لہجے میں بات کی۔ جواب میں باپ کا انداز سنیے:

﴿ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَ اهْجُرْنِیْ مَلِیًّا ﴾ (مریم: 46)

''سن اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھروں سے مار ڈالوں گا اور جا ایک مدت دراز تک مجھ سے الگ رہ۔''

اس کے باوجود ابراہیم علیہ السلام کا پیارا انداز اپنے سامنے رکھیں۔فرماتے ہیں:

﴿ سَلٰمٌ عَلَیْكَ ﴾

''اچھا تم پر سلام ہو۔''

انبیاء کرام کے مشن پر عمل پیرا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے والدین کے ساتھ حسن سلوک کے عجیب قصے ہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے بابا عمر کے ساتھ شدید محبت کرتے تھے، حد درجہ حسن سلوک کرتے تھے بلکہ ان کی یہ نیکی وحسن سلوک سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد بھی جاری رہی۔کبھی اپنے بابا سے حدیث روایت کرتے۔ بصرہ سے ایک شخص سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور اپنی قوم کی شکایت کی جو تقدیر کا انکار کرتی ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہما کو شدید غصہ آیا پھر اپنے بابا کو یاد کر کے کہنے لگے:

((حَدَّثَنِیْ أَبِیْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: بَیْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ یَوْمٍ اِذْ طَلَعَ عَلَیْنَا رَجُلٌ شَدِیْدُ بِیَاضُ : شَدِیْدُ سَوَادِ الشعْرِ لاَ یُرَیٰ عَلَیْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا یَعْرِف مِنَّا اَحَد......))

''میرے والد محترم عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے حدیث بیان کی کہ وہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ چٹے سفید لباس میں ملبوس کالے سیاہ بالوں والا ایک شخص آیا، جس پر سفر یک کوئی اثرات نہ تھے......''

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس کے علاوہ بہت سی احادیث اپنے بابا سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بیان فرماتے ہیں۔

بلکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما صرف اپنے بابا سے یا ان کے دوستوں سے ہی حسن سلوک نہیں

کرتے تھے بلکہ ہر شخص سے حسن سلوک کرتے تھے جس کا ان کے بابا سے تعلق ہوتا۔

صحیح مسلم میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما مکہ سے سفر کے لیے نکلے۔ دوران سفر ایک دیہاتی شخص ملا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے پوچھا تمھارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: فلاں ابن فلاں۔ تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: فلاں ابن فلاں کا بیٹا!؟ تو اس نے کہا: ہاں۔ تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: مرحبا۔ اپنے اونٹ سے اترے اور اپنا عمامہ اعرابی کو ہدیہ دے دیا۔ پھر گدھا اس کو ہدیہ دیا۔ تو ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھی حیران رہ گئے اور کہنے لگے: یہ دیہاتی لوگ بہت تھوڑے مال سے راضی ہو جاتے ہیں آپ نے تو بہت کچھ دے دیا۔ کہا: نہیں اس دیہاتی کا مجھ پر حق ہے۔ انھوں نے پوچھا: اس کا آپ پر کیا حق ہے حالانکہ آپ اس کو نہیں جانتے اور یہ آپ کو نہیں جانتا؟ تو فرمایا: اس دیہاتی کا باپ میرے باپ عمر (رضی اللہ عنہ) کا دوست تھا میں نے اس کے ساتھ حسن سلوک اس کے باپ کے عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دوستی کی وجہ سے کیا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ((ان من بر البر صلة الرجل اهل ود ابيه بعدان يولى)) ...... ''بہترین نیکی باپ کے دوستوں سے والد صاحب کے مرنے کے بعد حسن سلوک کرنا ہے۔'' (صحیح مسلم، کتاب البر والصلة: 6515)

اس نیکی کے کام میں ابن عمر رضی اللہ عنہما تنہا نہیں تھے بلکہ تمام صحابہ اس میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ایک دن ان کی والدہ نے آواز دی: اے ابو ہریرہ!...... تو فوراً جواب دیا: لبیک۔

قدرے بلند آواز میں جواب دے بیٹھے۔ پھر فوراً خیال آیا کہ میری آواز ماں کی آواز سے کچھ بلند تھی تو فوراً ہی استغفار کرنا شروع کر دیا کہ میں نے ماں کی آواز سے بلند آواز کی۔ پھر بازار سے دو غلاموں کو خرید کر اللہ کی رضا کے لیے ان کو آزاد کر دیا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رات کو اپنی والدہ کے پاس سوتے تھے کہ اگر انہیں کوئی کام ہو تو وہ ان کی خدمت کر سکیں۔ ایک دن ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی والدہ جب بستر پر سونے کے لیے لیٹی، تو انھیں پیاس لگی تو کہنے لگی: عبداللہ! مجھے پانی پلاؤ۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ پانی لینے کے لیے

گئے تو ان کے آنے سے پہلے وہ سو چکی تھی تو انھوں نے انھیں اٹھانا مناسب نہ سمجھا اور پانی ان کے سرھانے رکھنے کو بھی مناسب نہ سمجھا کہ اگر رات کو اٹھی تو کیسے تلاش کرے گی بلکہ ساری رات پانی لے کر، ماں کے سرھانے کھڑے رہے یہاں تک کہ فجر کی اذان ہوئی اور ماں نے اٹھ کر پانی پیا۔

حیوہ ابن شریح بہت بڑے عالم تھے مسجد میں اپنے طلباء کو حدیث پڑھاتے تھے، ان کی والدہ دماغی طور پر کچھ مریض تھیں وہ مسجد کی کھڑکی سے آواز لگاتی یا حیوہ! اٹھو، مرغیوں کو دانا ڈالو، وہ اپنے طلباء کو دیکھ کر فرماتے تمھیں حدیث پڑھانا نفل عمل ہے اور والدہ کا حکم ماننا فرض ہے، درس چھوڑ کر مرغیوں کو دانا ڈالتے پھر درس دینا شروع کر دیتے۔ کبھی بھی ماتھے پر بل نہ ڈالتے اور ماں کے بارے کبھی زبان سے کوئی بات نہ نکالتے کیونکہ ماں کی اطاعت سے وہ عبادت کی لذت لیتے تھے۔

محمد بن منکدر رحمہ اللہ اپنی ماں کے بہت فرمان بردار تھے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات اپنی ماں کی ٹانگیں دباتے گزاری اور میرا بھائی عمر ساری رات نماز پڑھتا رہا یہاں تک کہ فجر طلوع ہوگئی، پس اللہ کی قسم میں اپنی رات کی نیکی کو عمر کی رات بھر نماز کی نیکی سے بالکل کم نہیں جانتا اگر وہ مجھ سے بدلنا چاہے تو کبھی بھی نہیں بدلوں گا کیونکہ مالک کا فرمان ہے:

﴿ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾

وہ اس احسان اور نیکی کے بارے میں سمجھتے تھے کہ یہ ان کو اللہ کے قریب کر دے گی اور ان کے درجات بلند ہوں گے۔

ابن قتیبہ نے عیون الاخبار میں ذکر کیا ہے کہ یحییٰ البرمکی بہت بڑا شیخ تھا۔ اس کو قید کر دیا گیا، شدید سردی میں ٹھنڈی اور تنگ کوٹھری میں جب یہ بوڑھا صبح کی نماز کے لیے اٹھتا تو ٹھنڈے پانی سے وضو کرتے ہوئے اسے تکلیف ہوا اس کا بیٹا خالد باپ کی یہ حالت دیکھتا مگر جیل میں کچھ نہ کرسکتا۔ جب اس کا باپ سو جاتا تو خالد پانی والے برتن کو اٹھاتا اور جیل

کی کوٹھری کے چراغ کے قریب کر دیتا کبھی دائیں ہاتھ سے اور کبھی بائیں ہاتھ سے یہاں تک کہ فجر ہو جاتی اور اس کا باپ اس پانی سے وضو کر لیتا۔

ایک دن جیل کے چوکیدار نے دیکھ لیا تو سونے کے وقت چراغ کو کوٹھری سے نکال دیا۔ تو خالد دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاتا اور پانی کے برتن کو گود میں لے لیتا اور پیٹ سے کپڑا اٹھا کر اس برتن پر جھک جاتا اور ساری رات ایسے گزار دیتا یہاں تلکہ جسم کی گرمی سے پانی کی ڈھنڈک کچھ کم ہو جاتی پھر اپنے باپ کو وضو کے لیے دے دیتا۔

﴿ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾

اللہ اکبر! اللہ کی رضا کے لیے کیسے والدین کی خدمت کرتے تھے۔ محمد بن سیرین اپنی والدہ کے ساتھی نیکی کرنے میں بہت مشہور تھے ان کی بہن حفصہ کہتی ہے کہ میں نے محمد بن سیرین کو اپنی ماں کی آواز سے آواز بلند کرتے کبھی نہیں دیکھا اور جب وہ اپنی والدہ سے بات کرتے تو اتنی آہستہ کرتے کہ دیکھنے والا ان کو بیمار سمجھتا اور وہ اپنی والدہ کی خواہشات کو ان کے کہنے سے پہلے پورا کر دیتے تھے۔ یہ حسن سلوک میں اعلیٰ مقام ہے ماں باپ کے حکم پر کوئی کام کرنا چھوٹی بات ہے ان کے کہے بغیر ان کا کام کرنا یہ عظیم نیکی ہے۔

حفصہ کہتی ہے کہ ابن سیرین کی والدہ کو پیلا رنگ بہت پسند تھا تو وہ ان کے کمرے میں جاتے اگر والدہ کے کپڑوں میں کوئی سفید کپڑا ہوتا تو اسے پیلا رنگ کروا کر وہاں رکھ دیتے تا کہ والدہ خوش ہو جائے۔

ایک امام اپنی والدہ کو ملنے گئے تو ان کے گھر میں بچھو دیکھا تو اسے مارنے کے لیے بھاگے تو وہ ایک سوراخ میں داخل ہو گیا تو انھوں نے اپنا ہاتھ اس سوراخ میں داخل کر دیا۔ تو بچھو نے کاٹ لیا تو اپنا ہاتھ نکالا تو کہنے والے نے کہا: سبحان اللہ! اس بچھو کو مارنے کی اتنی شدید حرص کیوں کرتے ہو؟ تو فرمانے لگے: اگر یہ میری ماں کے گھر میں نہ ہوتا تو میں اتنا حریص نہ ہوتا مجھے ڈر تھا کہ کہیں یہ میری ماں کو تکلیف نہ دے۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ اپنی والدہ سے شدید محبت اور حسن سلوک کرتے تھے، ماں کے

ساتھ ایک مرتبہ مکہ گئے شدید گرمی کا دن تھا جب قافلہ رکا تو گرمی شدید ہو چکی تھی اپنی والدہ کے لیے سایہ تلاش کرتے رہے پھر ریت میں گڑھا کھودا یہاں تک کہ ٹھنڈی ریت نکل آئی پھر والدہ کو اس میں چادر بچھا کر بٹھایا اور دوسری چادر سے اس پہ چھاؤں کر کے کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ قافلہ روانہ ہوا۔ یہ ہے اس کا قرآنی حکم:

﴿ وَ قَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ﴾

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک یعنی احسان کا کیا مطلب ہے تو فرمانے لگے احسان تو بہت زیادہ ہے میں کیسے سب کو بیان کروں تو پوچھا گیا کہ عقوق (نافرمانی) سے سے کیا مراد ہے؟ تو فرمایا: اگر بیٹا اپنے باپ کے قریب اپنے کپڑے جھاڑے، اور خاک اڑ کر باپ پر پڑے تو اللہ کے ہاں نافرمان لکھ دیا جاتا ہے)

کیا خیال ہے اس شخص کے بارے میں جو اپنے باپ کو گالیاں دے ،ان سے ملنا چھوڑ دے انھیں گھر سے نکال دے۔

﴿ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْ هُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا ﴾ (بنی اسرائیل: 23)

''اگر ان دونوں میں سے ایک یا دونوں تیرے ہاں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ''اُف'' تک نہ کہو اور انھیں مت جھڑک اور ان سے نرم (لہجے میں ادب و احترام سے) بات کر۔''

بڑھاپے کو خاص ذکر کیوں کیا؟ اس لیے کہ ماں باپ اولاد کے محتاج ہوتے ہیں بڑھاپے کی وجہ سے ان کے اخلاق میں چڑچڑاپن آ جاتا ہے شوگر، بلڈ پریشر کا وہ شکار ہو جاتے ہیں۔

''اُف'' کا معنی ہے کہ مثلاً بیٹا اپنے سکول یا کام سے دوپہر کو واپس آیا ماں نے کہا: بیٹا بازار سے روٹی لے آؤ، وہ روٹی لے کر آیا تو ماں نے کہا: اوہ! میں بھول گئی دہی بھی لے آؤ، وہ لایا تو ماں نے پھر کہا: اوہ میں بھول گئی جوس بھی لے آؤ۔ اب یہ شدید گرمی میں جا

رہا ہے اور جاتے جاتے ''اُف'' کہتا ہے، تنگ آ کر۔ یہ کہنا حرام ہے۔ خاموشی سے ان کے حکم کو مانتے جاؤ پھر فرمایا:

﴿ وَّ لَا تَنۡهَرۡ هُمَا ﴾

یہ نہیں کہا کہ انھیں گالیاں نہ دو مثلاً بیٹا گھر سے نکلتا ہے اور باپ کہتا ہے بیٹا جلدی گھر آ نا آج مہمانوں نے آنا ہے تو بیٹا کہتا ہے اچھاجی ابو جان۔ باپ پھر دوبارہ کہہ دیتا ہے سن لیا بیٹے۔ بیٹا کہتا ہے: ہاں ہاں ٹھیک ہے۔ جب بیٹا بلند آواز سے کہے ٹھیک ہے بس بھی کرو، یہ کہنا بھی جائز نہیں۔ بلکہ محبت اور پیار سے مخاطب ہو۔

﴿ وَ اخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَةِ وَ قُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِىۡ صَغِيۡرًا ﴾ (بنی اسرائیل: 24)

''اور ان کے لیے رحم دلی سے عاجزی کے ساتھ اپنا پہلو جھکائے رکھ اور کہہ: میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جسے انھوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔''

جب آپ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو تو یاد رکھو تم اپنا ادھار اُتار رہے ہو جو والدین نے تمھارے ساتھ بچپن میں کیا تھا۔ترمذی میں ہے ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں، پھر تیری ماں، پھر تیری ماں، پھر تیرا باپ۔

اللہ کے لیے لوگو! اپنے طرز زندگی پر غور کرو۔ ہم اپنے مدیر، باس، کاروباری شراکت دار، دوستوں، پڑوسیوں اور سسرالیوں سے کتنے پیار اور محبت سے پیش آتے ہیں اور والدین سے کتنا برا سلوک کرتے ہیں۔

صحیحین میں ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے اجازت چاہی کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ جہاد پہ جانا چاہتا ہوں تو آپ ﷺ نے پہلا سوال یہ کیا: کیا تمھارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں۔فرمایا ان میں رہ کر جہاد کر (یعنی ان کی خدمت کر)

ابن ماجہ میں ہے ایک شخص نے آ کر رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میں آپ کے

ساتھ مل کر جہاد کرنا چاہتا ہوں۔ اس سے میرا مقصد اللہ کی رضا اور جنت کا حصول ہے۔ تو آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تیری والدہ زندہ ہے؟ تو اس نے کہا: ہاں۔ تو فرمایا: واپس جا کر اس کی خدمت کر۔ وہ بار بار آپ سے جہاد میں جانے کا سوال کرتا رہا اور آپ ﷺ اسے ہی جواب دیتے رہے) بالآخر آپ نے ارشاد فرمایا: ''ان کو لازم پکڑو کہ جنت ان کے قدموں کے نیچے ہے۔'' (سنن ابن ماجہ، ابواب الجہاد: 2781)

ابوداود میں ہے کہ ایک شخص یمن سے ہجرت کر کے آپ کے پاس آیا ہر چیز کو ترک کر کے مدینہ پہنچا تو آپ ﷺ نے اسے دیکھ کر پہلا سوال پوچھا کیا یمن میں تمھارے والدین زندہ ہیں تو اس نے کہا جی ہاں آپ نے پوچھا کیا انھوں نے تجھے اجازت دی ہے کہنے لگا نہیں آپ ﷺ نے فرمایا واپس جاؤ ان سے اجازت لو اگر دے دیں تو ٹھیک وگرنہ ان کی خدمت کرو۔ (سنن ابی داؤد: 2530، صححہ البانی)

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا۔ اس نے کہا میں اللہ کی رضا اور جنت کے حصول کی غرض سے آپ ﷺ کی معیت میں جہاد کرنے کے لیے آیا ہوں اور میرے والدین رو رہے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا واپس لوٹ جا ان کو جا کر ہنسا جیسے ان کو رلا کر آیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: 2782، سنن ابی داؤد: 2528)

صحیح مسلم میں ہے آپ ﷺ نے تین بار فرمایا اس کا ناک خاک آلود ہو جس نے بڑھاپے میں اپنے والدین میں سے ایک کو یا دونوں کو پایا پھر (ان کی خدمت کر کے) جنت میں نہ گیا۔

حسن بصری رحمہ اللہ کی والدہ جب فوت ہوئی اور انھیں دفن کر دیا گیا تو بہت روئے ان سے کہا گیا: کیوں روتے ہو؟ آپ تو عالم ہیں ہمیں صبر کی تلقین کرتے ہو اور خود روتے ہو؟ تو فرمانے لگے کہ میں اس لیے رو رہا ہوں کہ میرے لیے دو دروازے جنت کے کھلے تھے آج ایک بند ہو گیا ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک نوجوان نے نبی کریم ﷺ کو شکایت لگائی یا رسول اللہ!

میرا باپ میرا مال مجھ سے لے لیتا ہے۔ تو نبی کریم ﷺ نے اس کے باپ کو بلایا وہ شکایت سن کر رونے لگا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! میرے کون سے بچے ہیں وہ تو اس کی دو بہنیں اورایک اس کی ماں ہے پھر اپنے بیٹے کو دیکھنے لگا جیسے زبان حال سے کہہ رہا ہو کہ تجھے پالا پوسا، تجھ پہ خرچ کیا سال ہا سال تیرا خیال رکھا اس لیے کہ بڑے ہو کر باپ کا سہارا اور دست و بازو بنے گا اور آج تو میرے ساتھ یہ سلوک کر رہا ہے اور پچھلی ساری باتیں بھول گیا ہے۔ تو بیمار ہوتا تو میں ساری رات جاگتا رہتا، اگر تو میرے ساتھ باپ بیٹے والا سلوک نہ کرسکتا تو کاش ایک پڑوسی کا ہی سلوک کر لیتا۔

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کے فوائد آخرت سے پہلے اللہ دنیا میں بھی عطا فرماتا ہے۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو یہ چاہتا ہے کہ اس کی عمر میں اضافہ ہو اور رزق میں فراخی ہو تو وہ والدین سے حسن سلوک کرے اور صلہ رحمی کرے۔ والدین سے حسن سلوک دعاؤں کی قبولیت کا سبب ہے۔

صحیح بخاری میں ہے تین اشخاص دوران سفر میں بارش آنے کی وجہ سے ایک غار میں چلے گئے تیز ہوا کی وجہ سے ایک چٹان اوپر سے گری اور غار کا منہ بند ہو گیا سب نے زور لگایا مگر کچھ نہ ہوا۔ ایک نے کہا اپنے نیک اعمال کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دُعا کرو تو اللہ اس سے نجات دے گا۔ ایک نے پاک دامنی کا، دوسرے نے امانت کا واسطہ دیا، تیسرے نے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا کہ بکریاں چرا کر لاتا ہوں پہلے والدین کو دودھ پلاتا ہوں پھر بیوی بچوں کو۔ ایک رات تاخیر ہو گئی ماں باپ سو گئے بچے میرے پاؤں میں بھوک سے تڑپتے رہے میں دودھ والدین کے سرہانے لے کر کھڑا رہا۔ صبح وہ اٹھے پہلے ان کو دیا پھر بچوں کو پلایا۔ تو اے اللہ اگر یہ میں نے صرف تیری رضا کے لیے کیا تو آج ہمیں اس مصیبت سے نجات دے دے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ان کی اس دعا سے اللہ تعالیٰ نے غار کے دھانے پر موجود بھاری پتھر ہٹا دیا۔

ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کے سامنے ایک تابعی اویس قرنی کا ذکر کرتے ہیں کہ اس کی والدہ ہے جس کا وہ بہت فرمانبردار ہے اگر وہ اللہ پر کسی کام کی قسم کھا لے تو اللہ اس کو پورا فرما دے گا اے عمر! اگر تو اس سے اپنے لیے دعا کروا سکے تو ضرور کروانا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی تلاش میں لگ گئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے جب خلافت سنبھالی تو اویس کو ایک قافلے کے ساتھ پایا تو عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے اپنے لیے دعا کروائی۔

اسی طرح والدین کی اپنی اولاد سے محبت بھی عجیب ہوتی ہے، ایک شخص نے عبیداللہ بن ابی بکرہ سے پوچھا کہ باپ کی موت کے بارے میں آپ کیا کہتے ہو؟ تو کہنے لگے: ملك حادث۔ باپ کے مرنے کا دکھ تو ہوگا مگر وراثت کا مال ملے گا۔ اس نے کہا بیوی کی موت کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ تو کہا: عرس جدید اس نے پوچھا بھائی کی موت کے بارے میں کیا کہتے ہو تو اس نے کہا: قص الجناح بازو کا کٹنا۔ پوچھا بیٹے کی موت کے بارے میں کیا کہتے ہو تو کہا آہ صد فی الفواد جگر میں ایسا خنجر جس کا زخم کبھی نہیں بھرتا۔

ایک شخص عمال لینے کے لیے ہند گیا ہوا تھا تو سعودیہ میں اس کے بیٹے کا ایکسیڈنٹ ہوا اور مر گیا تو اس سے ایک شیخ نے پوچھا کیا تجھے علم ہو گیا تھا کہ بیٹا مر گیا اس نے کہا ٹھیک آٹھ بجے مجھے ایسے لگا جیسے کسی نے میرے سینے میں خنجر مارا ہے۔

یعقوب علیہ السلام کے بیٹے یوسف علیہ السلام جب گم ہو گئے تو ان کا رونا اور دکھ اتنا بڑھ گیا کہ قرآن خبر دیتا ہے:

﴿ وَ تَوَلّٰی عَنْهُمْ وَ قَالَ یٰاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ وَ ابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِیْمٌ ﴾ (یوسف:84)

''اور وہ (یعقوب علیہ السلام) ان سے واپس پھرے اور کہا: ہائے میرا غم، یوسف پر اور ان کی آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں، بس وہ غم سے بھرے ہوئے تھے۔''

یعقوب علیہ السلام رو رو کر والد یعقوب علیہ السلام اپنی بینائی کھو بیٹھے مگر اپنے بیٹے کی جدائی کا غم تازہ رہا۔ یہاں تک کہ سال ہا سال گزر گئے۔ یوسف علیہ السلام مصر کے وزیر بن گئے بھائیوں سے ملاقات بھی ہوگئی تو اپنے والد یعقوب علیہ السلام کے لیے قمیص بھیجی تا کہ باپ سونگھ لیں۔ ادھر قمیص چلی ادھر یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

﴿ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ ﴾

میں اپنے بیٹے کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔ قرآن کے ارشاد پر غور کرو:

﴿ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰهُ عَلٰی وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا ﴾

(یوسف: 95)

''پھر جیسے ہی خوشخبری دینے والا آیا اس نے اس (قمیص) کو اس کے چہرے پر ڈالا تو وہ پھر بینا ہو گئے۔''

پاک ہے وہ اللہ جس نے دلوں میں ایسی محبت پیدا فرمائی۔ عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں۔ امیہ بن عسکر الکنانی کا بیٹا تھا جس کا نام کلاب تھا، جو حریص نیک کاموں میں صالح نوجوان تھا ایک دن اس کی ملاقات طلحہ بن عبیداللہ اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی اس نے پوچھا: اسلام میں افضل عمل کیا ہے؟ انھوں نے کہا: جہاد فی سبیل اللہ۔ اس نے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے کہا مجھے سرحدی چوکیوں پر بھیج دو۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا تیرے والدین ہیں کہا ہاں۔ کہا جا ان سے اجازت لے کر آ۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے کلاب اگر جنت چاہتے ہو تو ان بوڑھے والدین کے قدموں کے نیچے ہے۔

بعض لوگ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں مگر عمر گزرنے کے ساتھ ساتھ رویہ بدل لیتے ہیں یا اپنی بیوی کو ماں پر فوقیت دینے لگے جاتے ہیں۔

ایک اعرابی نے اونٹ ذبح کیا اور اپنی بیوی سے کہا اس کا گوشت پکا کر میری ماں کو کھلاؤ اس نے کہا: کون سا؟ کہا: پٹھ کا، اس نے کہا: یہ چربی والا ہے اس نے کہا گردن کا، ران کا...... اعرابی نے کہا یہ گوشت اسے مریض کر دے گا پھر کیا کھلاؤ گی۔ کہا ہڈیوں کو اکٹھا

کروں گی اور ان کو پانی میں ابال کر وہ والدہ کو دوں گی باقی گوشت ہم اور ہمارے بچے اور میرے گھر والے کھائیں گے، کہا اچھا تیرے گھر والے گوشت اور میری ماں ہڈیاں۔ یہ ہڈیاں تجھے مبارک ہو۔ خلاص۔

ایک عورت بیمار ہوگئی ہسپتال داخل ہوگئی اس کا بڑا بیٹا اسے ملنے شروع میں آتا، بعد میں آنا چھوڑ دیا۔ ماں نے فون کر کے کہا مجھے ملنے آ وَ کم ازکم تجھے دودھ پلایا ہے اس کا بدلہ تو دو اس نے کہا میں گاڑی دودھ کی بھیج رہا ہوں پی کر بدلہ پورا کرے۔

ایک شخص نے اپنے تمام بیٹوں کی شادیاں کر دیں اب گھر میں وہ اور اس کی بیوی باقی رہ گئے کچھ عرصے بعد بیوی بھی مرگئی بوڑھا باپ اکیلا رہ گیا تو اپنے بیٹے کے گھر منتقل ہو گیا۔ بوڑھا باپ بات بات پہ روکتا، اور ٹوکتا۔ بیوی نے کہا گھر میں یا تیرا باپ رہے گا یا میں رہوں گی۔ اس نے باپ کو ڈرائیور کے کمرے میں منتقل کر دیا نہ کوئی کپڑے دھوتا نہ نہلاتا۔ کھانا پلاسٹک کی ایک پلیٹ میں رکھ کر بیوی بھیجتی۔ باپ مرگیا، بیٹا کمرے کی صفائی کروانے لگا تو اس کے چھوٹے دس سالہ بیٹے کو دادا کی پلاسٹک والی پلیٹ نظر آئی تو بھاگ کر اٹھالی کہا: بابا اس میں میں آپ کو بڑھاپے میں کھانا دیا کروں گا۔ یہ بات سن کر اسے اپنے باپ کی یاد آنے لگی اور اپنی غلطی یاد آئی مگر......اب پچھتائے کیا ہوت

رسول اللہ ﷺ نے اسی لیے فرمایا تھا کہ ماں باپ کے نافرمان کو دنیا میں ہی سزا دے دی جاتی ہے۔ امام حاکم نے اس کو روایت کیا اور اسے صحیح کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو تمھاری اولاد تمھارے ساتھ نیک سلوک کرے گی۔

سلف صالحین صرف زندگی میں ہی ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک نہیں کرتے تھے بلکہ والدین کے وفات پانے کے بعد بھی۔ امام بخاری رحمہ اللہ "الادب المفرد" میں روایت فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کیا والدین کے مرنے کے بعد میں ان کے ساتھ نیکی کرسکتا ہوں؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں ان کے عہد و پیمان کو پورا کرنا ان کے لیے دعا کرنا ان کے دوستوں سے اچھا سلوک کرنا، باپ اور ماں کے رشتے داروں

سے صلہ رحمی کرے۔

ترمذی میں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک شخص کے درجات بلند ہوئے تو وہ پوچھتا ہے اے اللہ میرے تو اعمال نہیں ہیں اب میرے درجات کیسے بلند ہوئے تو مالک فرماتا ہے کہ تیرا نیک بیٹا تیرے لیے دعا کرتا ہے اس کی وجہ سے۔

ماں باپ کا فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کی نیک تربیت کریں ایک شخص نے عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے نافرمان بیٹے کی شکایت کی۔ بیٹے نے کہا بیٹے کے باپ پر حق نہیں ہے؟ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں، اس کی ماں منتخب کرتے ہوئے اچھی عورت سے شادی کرے، اچھا نام رکھے، قرآن یاد کروائے۔ کیا تیرے باپ نے اس بارے میں کچھ نہیں کیا؟

پھر امیر المومنین نے باپ کو مارا۔

سعد بن زبیر فرماتے ہیں کہ میں نماز اچھی طرح پڑھتا ہوں تاکہ میرا بیٹا اچھی طرح پڑھے۔

ہشام بن عبدالملک نے اپنے ایک بیٹے کو جمعہ کی نماز میں نہ دیکھا تو اس سے پوچھا تو اس نے کہا میری سواری بیمار ہے۔ تو کہا: پیدل کیوں نہیں آیا؟ ایک سال پورا سواری پر سوار نہیں ہونا۔ ہمارا حال یہ ہے کہ باپ گھر میں ڈش انٹینا، فلمیں لگا کر دے گا تو اولاد برباد کیوں نہ ہوگی؟

اولاد میں عدل:

نافرمانی کے اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ باپ بیٹوں میں انصاف نہ کرے۔

صحابی بشیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے نعمان رضی اللہ عنہ کو ایک غلام دیا، بیوی نے کہا: میں تب راضی ہوں گی جب تو نبی کریم ﷺ کو اس پہ گواہ بنائے گا۔ آپ نے بشیر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا ہر بیٹے کو غلام دیا ہے؟ کہا: نہیں۔ پوچھا: کیا تم اپنے ساتھ حسن سلوک میں سب کو برابر دیکھنا چاہتے ہو؟ کہا: ہاں۔ فرمایا: ''پھر اپنی اولاد میں برابری کرو۔''

پیار کرتے ہوئے بھی سب بچوں کو کو برابر پیار کرو پیار سے پیش آؤ۔

بعض والدین اپنی اولاد کو خوش کرنے کے لیے حرام کام کرتے ہیں تو اللہ اس سے ناراض ہوگا اور اولاد کو تم سے ناراض کر دے گا۔

قاضی شریح کے بیٹے کا کسی سے جھگڑا ہوا، اس نے جھگڑے کا سارا قصہ اپنے باپ کو سنایا کہ اگر میرا حق بنتا ہے تو میں آپ کو ان کے سامنے بطور قاضی پیش کروں گا اور اگر میرا حق نہیں بنتا تو میں ان سے خود معاملہ کروں گا۔ قاضی صاحب نے کہا نہیں ان سے جھگڑا میری عدالت میں لاؤ اور فیصلہ بیٹے کے خلاف کر کے فرمایا: تو مجھے سب سے پیارا ہے مگر اللہ کی قدرت سب سے زیادہ ہے۔

اے محترم والدین! اپنی اولاد کے لیے ہدایت کی دعا کرو بددعائیں نہ کرو، زکریا علیہ السلام کی دعا پر غور کرو:

"قَالَ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً "

"اے میرے رب! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ اولاد عطا فرما۔"

ابراہیم علیہ السلام کی دعا پہ غور کرو:

"رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِيْنَ "

"اے میرے رب! مجھے نیک اولاد عطا فرما۔"

مومنین کی دعا پہ غور کرو:

"رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ "

"اے ہمارے رب! تو ہماری بیویوں اور اولاد کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا۔"

قرآن مجید میں انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی اولاد کے حق میں بہت سی دعائیں ہیں۔ جو ہمارے لیے مشعل راہ ہیں کہ اولاد کے حصول کے لیے، پھر اولاد کے حاصل ہونے کے بعد ان کی تربیت کرتے ہوئے ان کے لیے ہدایت کی دُعا کرنا والدین کی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆............☆☆

ماہ محرم اور موجودہ مسلمان

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله و بعد !

﴿ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ☆ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ☆ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ☆ ﴾

ماہ محرم وہ عظیم اور بابرکت مہینہ ہے جسے حدیث میں شہر اللہ کہا گیا ہے۔ ابوداود میں ہے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا رمضان کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والے روزے کون سے ہیں تو آپ نے فرمایا:

((شَهْرُ اللّٰهِ الَّذِیْ تَدْعُوْنَهُ الْمُحَرَّمْ)) (سنن ابوداود: 2122)

''اللہ کے اس مہینے کے روزے جسے تم محرم کہتے ہو۔''

اس ماہ محرم میں یوم عاشورا کا روزہ اتنی فضیلت والا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَحْتَسِبُ عَلٰى اللّٰهِ اَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِیْ قَبْلَهٗ))

''میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ عاشوراء کا روزہ گزشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہوگا۔'' (صحیح ترمذی)

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے یہودیوں کو یوم عاشورا کا روزہ رکھتے دیکھا اور پوچھا:

((مَا هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِیْ تَصُوْمُوْنَهٗ))

''تم لوگ دن کا روزہ رکھتے ہو یہ کیا ہے؟''

تو یہودیوں نے جواب دیا کہ یہی وہ مبارک دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام

اور ان کی قوم کو ان کے دشمن فرعون اور اس کے لشکر سے نجات دی اس پر بطور شکرانہ موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا لہٰذا ہم بھی روزہ رکھتے ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فَنَحْنُ اَحَقُّ وَاَوْلٰی بِمُوْسٰی))

''موسیٰ علیہ السلام پر بحیثیت نبی میرا حق تم سے زیادہ ہے۔''

پھر آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا لیکن یہودیوں کے روزہ کی مشابہت دور کرنے کے لیے فرمایا اگر میں اگلے سال تک زندہ رہا تو میں نو محرم کا روزہ بھی ضرور رکھوں گا۔

ماہ محرم اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے اللہ تعالیٰ نے اس ماہ کو حرمت والا مہینہ قرار دیا۔ سورۂ توبہ میں ہے:

﴿ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ﴾ (التوبه: ٣٦)

''جس دن سے اللہ تعالیٰ نے یہ زمین و آسمان بنائے ہیں تبھی سے اللہ کی کتاب میں اللہ تعالیٰ کے ہاں مہینوں کی کل تعداد بارہ ہے اور ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔''

رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم۔ مگر افسوس آج اس مکرم ومحترم اور حرمت والے مہینے کو ہمارے ہاں شہادت حسین رضی اللہ عنہ کا بہانہ بنا کر رونے دھونے اور ماتم کرنے کا مہینہ بنا لیا ہے۔ مگر واقعہ کربلا پر غیر جانبدارانہ تحقیق وتجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ذمہ دار وہی اہل کوفہ ہیں جنھوں نے انہیں خطوط لکھ کر کوفہ بلوایا اور بے یارومددگار چھوڑ کر ان میں کچھ تو قاتلین حسین رضی اللہ عنہ سے جا ملے اور کچھ خاموش تماشائی بنے رہے، اور بعد میں محبت حسین رضی اللہ عنہ کے نام سے ایسی ایسی خرافات گھڑ لیں جن کا اسلام سے کچھ تعلق نہیں۔

یہ بات خود ان کی کتب میں لکھی ہے کہ کوفیوں نے خود خط لکھ کر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو

بلایا۔ (منتہی الآمال، احسن المقال، ص 398، تذکرہ الاطہار ص 251-250)

پھر کوفیوں نے غداری کی۔ (تذکرۃ الاطہار ص 264)

مسلم بن عقیل اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی کوفیوں کے لیے بددعا۔ (تذکرۃ الاطہار ص270، 308)

جب کوفیوں کی غداری سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ پر واضح ہو گئی تو انھوں نے تین شرائط پیش کیں۔ (احسن المقال ۴۰۵، تذکرۃ الاطہار ص ۲۸۹)

تفصیل سے قطع نظر بالآخر سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، اب اس واقعہ کو بنیاد بنا کر ماتم کیا جاتا ہے مگر اہل سنت اور رافضی دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ شہید ہیں۔ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں، سوال یہ ہے کہ مقام شہادت بڑا عظیم مقام ہے تو پھر شہید کا ماتم کیوں؟ کیا تم دنیا کے سامنے اسلام اور اس کے ماننے والوں کو اتنا بزدل بنا کر پیش کر رہے ہو کہ مسلمانوں کے سردار شہید ہو گئے تو ساری عمر روتے ہوئے گزارتے ہیں۔ آیئے، ماتم کے بارے میں شریعت اسلامیہ کی تعلیم پر غور کریں۔ صحیح بخاری میں ہے سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم سے بیعت لیتے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عہد لیا تھا کہ ہم نوحہ خوانی نہیں کریں گی۔ (صحیح بخاری: 1306، صحیح مسلم: 2163)

صحیح مسلم میں ہے کہ لوگوں میں دو باتیں ایسی ہیں جن ارتکاب کفر ہے پہلی کسی کے نسب میں طعن کرنا دوسری میت پر نوحہ خوانی کرنا۔ (صحیح مسلم: 227)

ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میری اُمت میں جاہلیت کی چار چیزیں ایسی ہیں کہ لوگ ان کو نہ چھوڑیں گے: حسب پر فخر کرنا، دوسروں کے نسب پر طعن کرنا، ستاروں سے بارش کی اُمید رکھنا، اور چوتھی چیز نوحہ کرنا۔'' (صحیح مسلم: 2160)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَ شَقَّ الْجُيُوْبَ وَ دَعَا بِدَعْوٰى

الْجَاهِلِيَّةِ))(صحيح بخاری:1294، صحيح مسلم:285)

''جو اپنے رخساروں کو پیٹے، کپڑے پھاڑے اور زمانہ جاہلیت کی طرح نوحہ خوانی کرے وہ ہم میں سے نہیں۔''

صحیح مسلم (104) میں ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ بین کرنے، سر کے بال بکھیر نے اور مونڈنے اور کپڑے پھاڑنے والی عورتوں سے بری ہیں۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان)

سنن ابن ماجہ میں ہے:'' نوحہ خوانی کرنے والی عورت اگر توبہ کیے بغیر مرگئی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے تارکول کے کپڑے اور آتش گیر مادے کی قمیص تیار کرے گا۔'' (سنن ابن ماجہ: 1581)

''نهج البلاغه'' میں ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کو مخاطب کر کے کہا:

((لَوْلاَ اَنَّكَ نَهَيْتَ عَنَ الْجَزَعِ وَاَمَرْتَ بِالصَّبْرِ))

''اگر آپ نے ہمیں بے صبری سے منع نہ کیا ہوتا اور صبر کا حکم نہ دیا ہوتا تو ہم آپ کی وفات پر خوب روتے۔''

''خصال الصدوق'' کتاب کے صفحہ نمبر 621 پر یہ عبارت موجود ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((مَنْ ضَرَبَ يَدَهُ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ عَلٰى فَخِذِه فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ))

''جس نے مصیبت میں اپنی رانوں پر ہاتھ مارا تو بلاشبہ اس کے اعمال برباد ہو گئے۔''

''منتهى الآمال'' پہلی جلد ص 248 پر ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اے بہن! میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر میں شہید کر دیا گیا تو ماتم نہ کرنا، سینہ کوبی نہ کرنا اور چہرہ نہ پیٹنا، نہ ناخن سے چھیلنا اور میری شہادت پر بین نہ کرنا۔

فروع کافی جلد نمبر 5 ص 527 پر کلینی لکھتا ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے سیدہ

فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

((اِذَا اَنَا مِتُّ فَلَا تَخْمِشِی وَجْهَا))

فاطمہ رضی اللہ عنہا جب میں فوت ہو جاؤں تو نہ اپنے چہرے کو نوچنا نہ بال پھاڑنا اور نہ بین کرنا اور نہ آواز بلند کر کے رونا۔

اب یہ دلائل اہل سنت اور شیعہ کتابوں سے میں نے آپ کے سامنے رکھے ان کو ذہن نشین کریں اور اپنے ملکوں میں ماہ محرم میں ہونے والے ماتم کے مناظر کو سامنے رکھیں اور سوچیں کیا یہ عمل شریعت اسلامیہ کی کھلی خلاف ورزی نہیں؟ سینہ کوبی کی احادیث بھی سامنے رکھیں اور پھر ماتم کے اس منظر کو بھی سامنے رکھیں۔

لوگو! ہمارا مقصد کسی کو نیچا دکھانا، گالی دینا، طنز کرنا نہیں بلکہ ہماری خواہش ہے کہ ہر آدمی اپنی نرم و نازک چمڑی کو آگ جہنم سے بچا لے اور اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کے مطابق عقیدہ و عمل بنالو۔ بچوں سے ماتم کرانا، ضمہ کرنا اور چھریوں سے ماتم اپنے جسم سے خون بہانا اللہ کے لیے سوچو کیا یہ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہیں یہ تو نہیں کہ ہم اتنی تکلیف برداشت کر کے بھی ثواب سے محروم تو نہیں۔

توجہ وغور طلب بات یہ ہے کہ کہیں زنجیروں و آگ سے ماتم کیا جا رہا ہے، جسم سے خون بہایا جا رہا ہے کیا اس کی کوئی ایک دلیل قرآن و حدیث سے ملتی ہے؟ کیا آئمہ اہل بیت نے یہ عمل کیا اور ہمیں اس کی تعلیم دی؟

معصوم بچے جن پر نہ نماز فرض ہے نہ روزہ فرض، ان معصوموں کے سروں پر زخم لگانا کس شریعت کا حکم ہے؟ امیر حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے کیا ان کے غم میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماتم کیا؟ کیا معصوم بچوں کے سر پر زخم لگایا جیسا کہ آج کیا جا رہا ہے؟

زنجیروں سے ماتم کرنے والو! اللہ کے لیے عقل کرو، اپنے ذاکروں، مجتہدین سے ایک بار پوچھ تو لو کہ کوئی ایک دلیل ہی آپ کو دے دیں۔ اللہ کی قسم وہ قرآن و حدیث اور آئمہ اہل بیت سے ایک دلیل بھی نہیں دے سکتے اسی لیے کوئی ذاکر یا مجتہد نہ بلیڈ سے نہ

زنجیر سے ماتم کرتا ہے نہ اپنے معصوم چند مہینے کے بچے کے سر پر بلیڈ یا تلوار سے زخم لگاتا ہے اور اگر یہ ثواب کا کام ہوتا تو پہلے وہ خود یہ کام کرتا۔

آگ پر ماتم کرنے والو! تم بھی اپنے کلمے میں نام محمد ﷺ لیتے ہو کیا عمل رسول کریم ﷺ کی تعلیم ہے؟ اللہ نے عقل دی ہے غور کرو، تحقیق کرو۔

ماہ محرم میں مجالس ذکر حسین قائم کر کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں دی جاتی ہیں۔حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ عظیم ہستیاں ہیں جن کو نبی ﷺ کی صحبت کے لیے اللہ نے منتخب کیا۔ انھوں نے نصرتِ رسول ﷺ میں اپنا مال، اولاد، جان ہر چیز کی قربانی دی اور اللہ ان سے راضی ہوا۔قرآن سنیں:

﴿ وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ (التوبہ: 100)

''مہاجرین و انصار (صحابہ) میں سے سب سے پہلے (اسلام کی طرف) سبقت حاصل کرنے والے اور وہ لوگ خلوص کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے ہیں اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے، اللہ نے ان کے لیے ایسی جنتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔''

﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ﴾

(الفتح: 18)

ابوداود اور ترمذی میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَة)) (سنن ابوداود: 3889 ، سنن ترمذی:3033)

صحیح بخاری میں حدیث قدسی ہے:

((مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ آذنْتُه بِالْحَرْبِ))

(صحیح بخاری:6502)

''جس شخص نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی اس کے لیے میری طرف سے اعلان جنگ ہے۔''

صحیح بخاری میں ہے:

((لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِیْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهِ لَوْ اَنْفَقَ اَحَدُكُمْ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهٗ))

''میرے صحابہ کو گالی مت دو، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے اگر کوئی احد پہاڑ جتنا سونا اللہ کی راہ میں خرچ کر دے گا تو میرے صحابی کے ایک مٹھی دانے بلکہ اس سے بھی آدھے کے ثواب کے برابر نہیں پہنچ سکتا۔''

طبرانی میں ہے:

((مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ)) (صحیح الجامع الصغیر للالبانی:1685)

''جس نے میرے صحابہ کو گالی دی اس پر اللہ، اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہنا اس کا نتیجہ نہایت خطرناک ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا ہے:

((مَنْ سَبَّ أَصْحَابِیْ فَقَدْ سَبَّنِیْ وَمَنْ سَبَّنِیْ فَقَدْ سَبَّ اللّٰه))

''جس نے میرے صحابہ کو گالیاں دی اس نے مجھے گالیاں دیں اور جس نے مجھے گالیاں دیں اس نے اللہ کو گالیاں دیں۔''

(تطہیر الجمتعات ص 276 طبع قطر الصارم المسلول ص 577)

اس مقام پر یہ بات قابل غور ہے کہ واقعہ کربلا کا تذکرہ کرتے ہوئے خلفاء ثلاثہ یعنی

سیّدنا ابوبکر، عمر عثمان اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن اور سب وشتم کرنا جو واقعہ کربلا سے عرصہ دراز قبل دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں، نہایت عجیب مضحکہ خیز ہے۔ کیونکہ واقعہ کربلا 60ھ میں ہوا۔ تو اسے قبل وفات پانے والی ان عظیم شخصیات کا اس سے کیا لینا دینا؟ جب کہ ان سب کے اہل بیت بالخصوص سیّدنا علی اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم کے خانوادے کے ساتھ نہایت گہرے وقریبی رشتے قائم تھے۔ یہ سب باہم شیر وشکر تھے۔ اس لیے محرم میں ان پر طعن کرنا حقیقت میں ان تمام پاک باز شخصیات پر انگشت نمائی ہے۔ اس موقع پر یہ سوال بھی اُٹھتا ہے کہ کیا واقعہ کربلا کو بنیاد بنا کر محرم کے مہینے میں جو کام کیے جاتے ہیں، مثلاً: شبیہ ذوالجناح، علامتی جنازہ، تعزیہ، پانی وشربت کی سبیلیں لگانا، ننگے پاؤں گلی بازار میں پھرنا، کیا یہ سب کام اہل بیت و خانوادہ حسین رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے محبت یا غم حسین میں کیے؟

یقیناً نہیں کیے تو اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کاموں کی کیا حیثیت وحقیقت ہے!

اللہ تعالیٰ تمام اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرنے اور ان سب کی عزت و احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سجدہ اللہ کے لیے یا پیروں کے لیے؟

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله و بعد!

﴿ وَجَدْتُهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لاَ يَهْتَدُوْنَ ﴾(النمل: 24)

ہر قسم کی عبادت کا حقدار صرف اللہ تعالیٰ ہے، عبادتوں میں عظیم عبادت اللہ کے لیے سجدہ کرنا ہے۔ رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے بندہ اللہ کے سب سے قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے۔ مومن اللہ کے لیے سجدہ کرتے ہیں اور کفار غیر اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔

سلیمان علیہ السلام کے سامنے ہدہد کا بیان سنیے:

﴿ اِنِّی وَجَدتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴾

''میں نے دیکھا کہ ان کی بادشاہت ایک عورت کر رہی ہے جسے ہر قسم کی چیز سے کچھ نہ کچھ دیا گیا ہے اور اس کا تخت بھی بڑی عظمت والا ہے۔''

ہدہد نے سیّدنا سلیمان علیہ السلام کو سبا کی ملکہ (بلقیس) کے بارے میں بتایا کہ وہ اور اس کی قوم اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات کو چھوڑ کر شیطان کے اُکسانے پر سورج کو سجدہ کرتی ہے اور شیطان نے سورج کی عبادت وسجدہ کرنے پر انہیں بہت اُمیدیں دلا کر اس عمل کو ان کے لیے مزین کر دیا۔ جیسا کہ سورۃ النمل کی درج ذیل آیات میں اس کا نقشہ کھینچا گیا ہے:

﴿ وَجَدْتُهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لاَ يَهْتَدُوْنَ ﴾(النمل: 24)

''میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہوئے

پایا ﷺ شیطان نے ان کے کام انھیں بھلے کر کے دکھلا کر صحیح راہ سے روک دیا ہے، پس وہ ہدایت پر نہیں آتے۔''

آگے مزید فرمایا:

﴿ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِىْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴾

''کہ اسی اللہ کے لیے سجدے کریں جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو باہر نکالتا ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو وہ سب کچھ جانتا ہے۔''

﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴾ (النمل: 25)

''اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہی عظمت والے عرش کا مالک ہے۔''

مخلوقات کو سجدہ کرنے سے اللہ نے منع کیا ہے قرآن حکیم کی آیات پر غور کریں:

﴿ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِىْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴾ (حٰم السجدة:37)

''تم سورج کو سجدہ نہ کرو نہ چاند کو بلکہ سجدہ اس اللہ کے لیے کرو جس نے ان سب کو پیدا کیا اگر تم نے اسی کی عبادت کرنی ہے۔''

سورج، چاند، ستارے، اولیاء و بزرگان دین، پیر و فقیر سب اللہ کی مخلوقات ہیں اور سجدہ اللہ کی مخلوق کے لیے نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ کی ہوتی ہے مخلوق کی نہیں۔

کائنات کی ہر چیز اللہ کے لیے سجدہ کرتی ہے قرآن کی آیات سنیے:

﴿ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ ظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴾ (الرعد:15)

''اللہ ہی کے لیے زمین اور آسمان کی سب مخلوق خوشی اور ناخوشی سے سجدہ کرتی

ہے اور ان کے سائے بھی صبح و شام۔''

﴿ وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴾ (النمل: 49)

''یقیناً آسمان وزمین کے کل جاندار اور تمام فرشتے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے کرتے ہیں اور ذرا بھی تکبر نہیں کرتے۔''

﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ وَ النُّجُوْمُ وَ الْجِبَالُ وَ الشَّجَرُ وَالدَّ وَآبُّ وَ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَ كَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَ مَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴾ (الحج: 18)

''کیا تو نہیں دیکھ رہا کہ اللہ کے سامنے سجدے میں ہیں سب آسمانوں والے اور سب زمینوں والے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے انسان بھی۔ ہاں بہت سے وہ بھی ہیں جن پر عذاب کا مقولہ ثابت ہو چکا ہے جسے رب ذلیل کر دے یا اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔''

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ يُسَبِّحُوْنَهٗ وَ لَهٗ يَسْجُدُوْنَ۩ ﴾ (الاعراف:206)

''یقیناً جو تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس کو سجدہ کرتے ہیں۔''

اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو بھی یہی حکم دیا کہ وہ اللہ کے لیے سجدہ کریں:

﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴾ (الدھر :26)

''اور رات کے وقت اس کے سامنے سجدہ کر اور بہت رات تک اس کی تسبیح کیا کر۔''

دوسرے مقام پر غور کریں:

﴿ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴾ (العلق: 19)

''خبردار! اس کا کہنا ہرگز نہ ماننا اور سجدہ کر اور قریب ہو جا۔''

اہل ایمان کو بھی اللہ کے لیے سجدے کرنے کا حکم دیا گیا، ارشاد فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَ افْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ (الحج: 77)

''اے ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرتے رہو اور اپنے پروردگار کی عبادت میں لگے رہو اور نیک کام کرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

یہ آیت دوٹوک وضاحت کر رہی ہے کہ اللہ کے لیے رکوع اور سجدہ اس کی عبادت ہے اس عبادت میں کسی پیر وفقیر یا قبر کو شریک نہیں کیا جا سکتا۔ مومن صرف اللہ کی عبادت کرتا ہے۔

﴿ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَائِمًا يَحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهٖ ﴾ (الزمر: 9)

''بھلا جو شخص راتوں کے اوقات سجدے اور قیام کی حالت میں (عبادت میں) گزرتا ہو آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی امید رکھتا ہو۔''

﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ (الزمر: 9)

''بتاؤ تو علم والے اور بے علم کیا برابر کے ہیں۔ یقیناً نصیحت وہی حاصل کرتے ہیں جو عقلمند ہوں۔''

مومن کی صفات قرآن سے سنیے:

﴿ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ

وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (التوبہ: 12)

''وہ تو ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع اور سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بری باتوں سے باز رکھنے والے اور اللہ کی حدود کا خیال رکھنے والے ہیں اور ایسے مومنوں کو خوشخبری سنا دیں۔''

رکوع و سجود قبروں اور پیروں کے لیے نہیں بلکہ اللہ کے لیے کیے جاتے ہیں، قرآن سنیں:

﴿ وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَيْئًا وَّ طَهِّرْ بَيْتِیَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَ الْقَآئِمِيْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴾ (الحج: 26)

''اور جب ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو کعبہ کے مکان کی جگہ مقرر کردی کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو طواف، قیام، رکوع وسجود کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھنا۔''

فرشتے بھی اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔اس بارے میں آیات قرآنیہ بیان ہو چکی ہیں، ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں:

ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں جو دیکھتا ہوں وہ تم نہیں دیکھتے اور جو میں سنتا ہوں وہ تم نہیں سنتے۔آسمان چرچراتا ہے اور اس کا حق ہے کیونکہ آسمان میں چار انگلیوں کے برابر بھی ایسی جگہ نہیں جس پر کوئی فرشتہ اللہ کے لیے سجدہ ریز نہ ہو۔

نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو اپنے سامنے سجدہ کرنے سے منع کیا۔امام ابن کثیر رحمہ اللہ سورۃ یوسف کی آیت نمبر 100 کی تفسیر میں روایت بیان کرتے ہیں کہ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جو کہ ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے مدینے کے راستے میں آپ ﷺ کو ملے تو آپ کو سجدہ کیا تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَسْجُدْ لِیْ يَا سَلْمَان وَاسجُدْ لِلْحَیِّ الَّذِیْ لَا يَمُوْتُ))

''اے سلمان! مجھے سجدہ نہ کرو بلکہ سجدہ اس ذات کو کرو جو زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آتی۔''

لوگو! اللہ کے لیے سوچو جب رسول اللہ ﷺ کو سجدہ کرنا جائز نہیں تو اور کون مائی کا لعل ہے جسے سجدہ کیا جائے۔ ابوداود میں ہے سیدنا قیس بن سعد نے ایک قوم دیکھا جو اپنے سردار کے سامنے سجدے کرتے تھے تو کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ زیادہ مستحق ہیں کہ ان کو سجدہ کیا جائے۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس قوم کے عمل کی خبر دی اور کہا: آپ ﷺ زیادہ حق دار ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کریں تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((ارایت لو مررت بقبری اکنت تسجد له؟ قال: قلت: لا، قال: فلا تفعلوا لو كنت آمرا أحدا أن يسجد لأحد لأمرت النساء ان يسجدون لازواجهن لما جعل الله ولهم عليهن من الحق))

''اگر تو میری قبر کے پاس سے گزرے تو کیا میری قبر کو سجدہ کرے گا؟ تو صحابی نے فرمایا نہیں تو آپ نے فرمایا: پس مجھے سجدہ نہ کرو اگر میں کسی کو سجدہ کرنے کا کسی کے لیے حکم دیتا تو بیویوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاندوں کو سجدہ کریں ان کے اپنی بیویوں پر حق کی وجہ سے۔'' (ابوداود: 2140)

مسند احمد میں ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ مہاجرین و انصار کے ایک گروہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے کہ ایک اونٹ نے آپ کو آکر سجدہ کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرمانے لگے

((يا رسول اللّٰه! تسجد لك البهائم والشجر))

''اے اللہ کے رسول! آپ کے لیے تو جانور اور درخت سجدہ ریز ہوتے ہیں۔''

ہم تو ان کی نسبت زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں تو آپ نے فرمایا:

((اعبدوا ربکم وأکرموا اخاکم)) (مسند احمد: 24471)

اپنے رب کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کی عزت وتکریم کرو۔ اگر میں کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سجدہ اللہ کی عبادت ہے جو غیر اللہ کے لیے نہیں کیا جا سکتا۔

ابن ماجہ (1853) میں ہے جب سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ شام سے واپس لوٹے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا تو آپ نے پوچھا اے معاذ! یہ کیا ہے:

((قال اتیت الشام فوافقتهم یسجدون لاساقفتهم وبطارقتهم فوردت فی نفسی ان نفعل ذلك بك فقال رسول الله ﷺ فلا تفعلوا))

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اہل شام کو دیکھا وہ اپنے بڑوں کو سجدہ کرتے تھے تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہم یہ سجدہ نبی کے لیے (کریں گے) تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ایسا نہ کرو۔

ان تمام دلائل کو اپنے سامنے رکھیں اور اپنے معاشرے پر نظر دوڑائیں کہ کس طرح غیر اللہ کو سجدے کیے جا رہے ہیں کہیں قبروں پر سجدے ہیں، کہیں پیروں کو سجدے ہیں حالانکہ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ صحابہ نے نبی کریم سے سجدے کرنے کی اجازت مانگی تو آپ نے منع کر دیا۔ اس کے علاوہ بریلوی اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب کی مستقل اس موضوع پر کتاب ہے جس کا نام ہے ''حدیث سجدۂ تعظیمی'' اور بریلوی مسلک کے بڑے بڑے علماء کے نزدیک عبادت کی نیت سے کسی کو سجدہ کرنا شرک ہے۔

اب اللہ کے لیے سوچئے! جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سجدے کرنا جائز نہیں تو ان پیروں، فقیروں کو سجدے کرنے کیسے جائز ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو صحابہ کو سجدہ کرنے سے منع کریں اور طاہر القادری صاحب سجدہ کرنے والوں کو تھپکیاں دیں اور سینے سے لگائیں یہ کہاں کا اسلام ہے!!

معصوم بچے جنھیں حق و باطل کا کچھ پتا نہیں افسوس آج ان معصوم بچوں کو بے علمی کی عمر سے ہی لوگوں کے سامنے سجدے ریز کروایا جاتا ہے۔ میلہ نوشو پاک ہڑمل شریف گجرات میں ڈھول پیٹا جا رہا ہے اور معصوم بچے ناچ رہے ہیں اور پھر یہ بچے اسی ڈھول پیٹنے والوں کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔

ہائے افسوس! آج ہمارے معصوم بچوں کو پیدائش سے ہی غیر اللہ کا پجاری بنانے کی تحریک زوروں پر ہے۔

اے کاش! اہل توحید بھی اتنے غیر مند ہوتے کہ وہ اتنی ہی محنت کر لیتے لوگوں کو توحید سکھانے کی جتنی مشرک شرک کو پھیلانے کی کر رہا ہے۔

گجرات کے میلہ نوشو پاک میں شرکت کے لیے جلوس جا رہا ہے اور پھر داڑھی مونڈ بڑی بڑی مونچھوں والے پیر کے سامنے پہنچ کر پورا جلوس روتا ہے اور روتے روتے سجدہ ریز ہو جاتا ہے۔ انالله وانا اليه راجعون

اس کے برعکس اہل ایمان کی کیفیت قرآن سے سنیں:

﴿ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴾ (مریم :58)

''جب ان پر رحمٰن کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ روتے ہوئے سجدے میں گر پڑتے ہیں۔''

آج قبر پرستی کا شرک زور شور سے جاری ہے اس کی سر پرستی کی جا رہی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے تو اپنے لیے سجدے کرنے سے منع کر دیا مگر آج قبروں پہ سجدے ہو رہے ہیں۔ اور جب ان قبر پرستوں سے پوچھ لیا جائے کیا تم نماز پڑھتے ہو تو شرک کی دلدل میں گرے ہوئے یہ کلمہ گو جواب دیتے ہیں کہ تم پانچ وقت نماز پڑھتے ہو ہم ہر وقت اللہ اللہ کرتے ہیں۔

ایک قبر پرست سے پوچھا گیا تم نماز پڑھتے ہو؟ اس نے کہا ہاں پانچ وقت کی پڑھتا ہوں، اس سے پوچھا گیا ظہر کی کتنی رکعات ہیں تو کہنے لگا: ''پانچ رکعات ہیں''۔ ان قبر پہ

سجدہ کرنے والوں کو درباروں کے آداب تو یاد ہیں مگر نماز کی رکعات یاد نہیں ہے کچھ یہی حال بتوں کے پجاریوں کا قرآن بیان کرتا ہے۔

﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴾ (الفرقان:60)

''ان سے جب بھی کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو جواب دیتے ہیں رحمٰن کیا ہے؟ کیا ہم اسے سجدہ کریں جس کا تو ہمیں حکم دے رہا ہے اور اس (تبلیغ) نے ان کی نفرت میں مزید اضافہ کر دیا۔''

اے لوگو! اللہ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جب رسول کریم ﷺ نے اپنے صحابی سے پوچھا کہ اگر تمھارا گزر میری قبر کے پاس سے ہو تو کیا تم سجدہ کرو گے؟ تو صحابی رسول نے کہا: نہیں، اے اللہ کے رسول! میں آپ کی قبر پہ سجدہ نہیں کروں گا تو آپ نے فرمایا تو مجھے بھی سجدہ نہ کرو۔

لوگو! اس حدیث کو سامنے رکھو اور آؤ قبروں پر ہونے والے ان سجدوں کے منظر کو دیکھو، نبی کریم ﷺ اپنی قبر پہ سجدے سے منع کریں تو آج درباروں پہ سجدے کرنا کیسے جائز ہو گیا! پیروں کے قدموں میں سجدے کرنا کیسے جائز ہو گیا! لوگو! غیر اللہ کو سجدہ کرنا شرک ہے اور شرک ایسا جرم ہے جو کبھی معاف نہیں ہو گا۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾
(النساء:48)

''بے شک اللہ شرک کو معاف نہیں کرے گا اور اس کے علاوہ جس کے لیے جو گناہ چاہے معاف کر دے گا۔''

اللہ نے اٹھارہ انبیاء کرام علیہم السلام کا نام لے کر فرمایا اگر یہ بھی شرک کرتے تو ان کے اعمال بھی برباد ہو جاتے حالانکہ انبیاء تو معصوم ہوتے ہیں یہ محض ہمیں ڈرانے اور سمجھانے کے لیے فرمایا ہے کہ

﴿ وَ لَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ☆ ﴾ (الانعام:88)

''اوراگر یہ شرک کرتے تو ان کے تمام اعمال ضائع کر دیئے جاتے۔''

ایک مقام پر رسول کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے مالک الملک فرمارہا ہے:

﴿ وَلَقَدْ اُوحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ﴾ (الزمر : 65)

''یقیناً تیری طرف بھی اور تجھ سے پہلے (کے تمام نبیوں) کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور یقیناً تو خسارہ پانے والوں میں ہو جائے گا۔''

ان تمام دلائل سے یہ مسئلہ مبرہن ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی سجدہ کرنا کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ ہمیں توحید پر زندہ رکھے اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرمائے اور شرک کی دلدل وغلاظت سے محفوظ رکھے۔آمین

☆☆............☆☆

ڈاکٹر اسرار صاحب کے عقائد

الحمد لله والصلوة والسلام علی رسول الله وبعد !

﴿ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْئًا اِنَّ الْاِنسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾(الزخرف : 15)

عقیدہ توحید کو پھیلانا، لوگوں کو رب کا تعارف کروانا پیشانیوں کو غیر اللہ کے در سے اٹھا کر اللہ کے در پر جھکانے کی دعوت دینا یہ انبیاء کی بعثت کا مقصد ہے۔

﴿ وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ﴾ (النحل : 36)

''ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو۔''

ہر چیز کا خالق و مالک صرف اللہ ہے تو عبادت کا حقدار بھی صرف اللہ ہے۔

﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ (الروم : ٤٠)

''اللہ وہ ہے جس نے تمھیں پیدا کیا پھر روزی دی پھر مار ڈالے گا پھر زندہ کر دے گا بتاؤ تمھارے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو ان میں سے کچھ بھی کر سکتا ہو اللہ کے لیے پاکی اور برتری ہے ہر اس شریک سے جو یہ لوگ مقرر کرتے ہیں۔''

رسول کریم ﷺ ساری عمر اسی توحید کی دعوت دیتے رہے:

((قولوا لا اله الا الله تفلحوا تملك تملكوابها العرب و تذل

لکم العجم)) (طبقات ابن سعد)

''لوگو! لا الہ الا اللہ کہو تم کامیاب ہو جاؤ گے عرب کے مالک ہو گے اور عجم کو زیر کر لو گے۔''

اور کفار مکہ اس توحیدی پیغام کو سن کر جواب میں یہی کہتے رہے۔ اجعل الالھة اله واحد۔ سارے الہوں کو چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔

صحابہ کرام، تابعین، اسی توحید کی طرف دعوت دیتے رہے کہ لوگو! اللہ خالق ہے ساری کائنات مخلوق ہے مخلوق پر لازم ہے کہ عبادت صرف اللہ کی کریں۔

مگر اسلام کے نام پر نت نئے گمراہ فراقے ہوتے رہے۔ جو اسلام کی تعلیمات کے برعکس عقائد کی نشر و اشاعت میں مشغول رہے ان گمراہ فرقوں میں سے ایک گروہ صوفیاء کا گروہ ہے جو اسلام دشمنی میں بہت تیز ہے اور جتنا نقصان اسلام کو ان صوفیا نے پہنچایا ہے تاریخ اس کی مثال دینے سے قاصر ہے۔

صوفیاء نے اسلام کی بنیادی تعلیم عقیدہ توحید کا وہ تصور پیش کیا۔ جو نہ قرآن میں ہے اور نہ احادیث میں بلکہ اس تصور توحید میں اللہ کی بے انتہا توہین ہے اور وہ ہے عقیدہ وحدت الوجود۔

عقیدہ وحدت الوجود کی رو سے خالق اور مخلوق میں کوئی فرق نہیں بلکہ تمام کائنات انسان جن حیوان گندگی درخت پتھر ہر چیز خدا ہے (نعوذ باللہ من ذلک)

صوفیت کا امام ابن عربی اپنی کتاب فتوحات مکیہ ص ۴۳ ج ۱ پر لکھتا ہے:

((اَلرَّبُّ حَقٌّ وَالْعَبْدُ حَقٌّ يَا لَيْتَ شِعْرِىْ مَنِ الْمُكَلَّفُ اِنْ قُلْتُ عَبْدٌ فَذٰلِكَ مَيِّتٌ اَوْ قُلْتَ رَبٌّ اَنّٰى مُكَلَّف))

پروردگار ہی حق ہے اور بندہ بھی حق۔ کاش میں معلوم کر سکتا کہ ان میں سے مطیع کون ہے اگر تم کہو کہ مطیع بندہ ہے تو بندہ تو مردہ اور میت ہے اور اگر کہو رب ہے تو بھلا وہ مطیع کیسے ہو سکتا ہے۔

ابن عربی اسی عقیدہ کو رسائل ابن عربی کتاب الجلالہ ص ۱۲ یوں بیان کرتا ہے
((فیا لیت شعری من یکون مکلفا وما ثم الا الله لیس سواہ))
''کاش! مجھے معلوم ہوتا کہ مطیع کون ہے حالانکہ یہاں اللہ کے سوا کسی کا وجود ہی نہیں ہے۔''

ابن عربی کی دوسری کتاب ہے فصوص الحکم (جس کا معنی ہے دانائی کے نگینے) اس کتاب کے بارے میں ابن عربی کا دعویٰ ہے کہ ان فصوص کا علم مجھے مشاہدے سے ہوا میں نے اسے لوح محفوظ سے نقل کیا۔ بعد میں ۶۲۶ھ کے محرم میں جواب میں حضرت محمد ﷺ کو دمشق میں دیکھا آپ کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی آپ نے مجھ سے فرمایا۔ یہ کتاب فصوص الحکم ہے اس کو محفوظ کرو اور لوگوں کے سامنے پیش کرو تا کہ انھیں فائدہ ہو چنانچہ میں نے آپ کے حکم کے مطابق اسے لوگوں میں پھیلانے کا پختہ عہد کر لیا اور اس میں کمی بیشی کرنا میرے لیے ممکن نہ رہا۔ (فصوص الحکم ص ۴۷)

آیئے اب دیکھیں اس کتاب میں کیا تعلیمات دی جارہی ہے۔ ابن عربی فصوص الحکم ص ۹۰ پر کہتا ہے اور جو حق اور خلق دونوں کو دو کہتا ہے تو وہ شرک کرنے والا ہے اور جو دونوں کو ایک کہتا ہے وہی موّحد ہے۔

ص 54 پر فرماتے ہیں عارف ہمیشہ اللہ کے ساتھ قائم ہے کیونکہ وہ اللہ کو اور اس کے مراتب کو اور دنیا و آخرت کے مظاہر میں اس کے ظہور کو جانتا ہے اور کسی چیز کو وہ حق تعالیٰ کا غیر ہیں سمجھتا اور ہر ایک کو تجلیات الٰہی سے دیکھتا ہے۔

ص 60 پر فرماتے ہیں پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے لاہوت کے چمکیلے نور کے راز کو اپنے ناسوت میں ظاہر کیا پھر وہ اپنے مخلوق میں کھانے اور پینے والوں کے صورت میں صاف ہوا۔

اسی صفحہ پر ابن عربی فرماتے ہیں ہمارے ان باتوں کی تائید حضرت امیر المومنین امام

المتقین علی بن ابی طالب ﷛ کے اس قول سے ہوئی جو آپ نے سکر وحدت میں خطبہ میں فرمایا تھا۔ آپ لوگوں کو خطبہ کر رہے ہے کہ میں ہی اسم اللہ سے لفظ دیا گیا ہوں اور میں ہی اس کا جنب ہوں جس میں تم نے افراط وتفریط کی ہے اور میں ہی قلم ہوں اور میں ہی لوح محفوظ ہوں اور میں ہی عرش ہوں اورر میں ہی کرسی ہوں اور میں ہی ساتوں آسمان ہوں اور میں ہی ساتوں زمین ہوں۔

ص ۱۱۵...... ویعبدنی و اعبده وہ میری عبادت کرتا ہے اور میں اس کی عبادت کرتا ہوں۔

یہ ہے عقیدہ وحدت الوجود جس میں خالق اور مخلوق کو دو کہنے والا مشرک ایک کہنے والا مؤحد ہے۔

علماء دیوبند کے سرتاج امداد اللہ مہاجر مکی اپنی کتاب شمائم امدادیہ ص ۳۲ پر فرماتے ہیں کہ مسئلہ وحدۃ الوجود حق ہے۔ ص ۵۳ پر فرماتے ہیں انسان کا ظاہر عید اور باطن حق ہے۔ ص ۷۰ پر فرماتے ہیں عورت مظہر حق ہے۔ ص ۵۷ پر فرماتے ہیں کہ کسی نے موحد سے کہا اگر سب کچھ وہی ہے تو پھر یہ حلوہ اور گندگی کھا کر دکھاؤ اس نے بشکل مولوی حلوہ اور بشکل خنزیر گندگی کھالی۔

آج بہت سے لوگ اس عقیدے کے داعی بن چکے ہیں اور اپنے سٹیج سے اس کو حق منوانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب بھی فرماتے ہیں:

ھِک اے ھِک اے ھِک اے

جہڑا ایں ھِک کو ڈو جانے او کافر تے مشرک اے

مولانا طارق جمیل صاحب بھی فرماتے ہیں لا الہ کی تشریح کرتے ہوئے: اللہ کی لا کی تلوار عرش کے اوپر سے چلی عرش کے فرشتے زیر و زبر عرش کے نیچے زیر و زبر ساتواں چھٹا پانچواں چوتھا تیسرا، دوسرا پہلا آسمان لا، ہوا فضا خلا لا زمین آسمان چاند ستارے لا انسان جنات جن چرند پرند خاکی نوری ناری ہوائی فضائی خلائی سب لا ہے کوئی کچھ نہیں ہے۔ کوئی

کچھ نہیں جو کچھ ہے وہ اللہ ہے۔ جو لا کہا وہ لا ہوا وہ لا بھی اس میں لا ہوا جز لا ہوا، کل لا ہوا پھر کیا ہوا اللہ ہوا۔

مولانا طارق جمیل ایک جگہ منصور حلاج زندیق کافر کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

منصور جیئے چک سولی دتے واقف جہڑے کل اسراراں ہو
سکھ ریت روش ھن منصوری نوں ڈھپ رکھھن کنز قدری نوں

وحدت الوجود عقیدہ کا زہر اس حد تک معاشرے میں پھیل چکا ہے کہ ڈاکٹر اسرار احمد جیسا شخص بھی اسی عقیدے کا دفاع کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

اپنی کتاب ام المسبحات یعنی سورۃ الحدید کی تشریح کے ص ۸۸ پر فرماتے ہیں کہ حقیقت و ماہیت وجود کے اعتبار سے خالق اور مخلوق کا وجود ایک ہے۔ کائنات میں وہی وجود بسیط سرایت کیے ہوئے ہے لیکن جہاں تعیین ہو گیا تو وہ پھر غیر ہے۔ اس کا عین نہیں چنانچہ ان کا کہنا ہے کہ یہ کائنات کا وجود ایک اعتبار سے اللہ کے وجود کا عین اور دوسرے اعتبار سے غیر ہے۔ یہ ابن عربی کا نظریہ ہے۔

ص ۹۱ پر فرماتے ہیں کہ شیخ ابن عربی کے بارے میں میں عرض کر چکا ہوں کہ جہاں تک حقیقت و ماہیت وجود کے بارے میں ان کی رائے کا تعلق ہے میں اس سے متفق ہوں اور میرا مسلک بھی وہی ہے۔

ڈاکٹر صاحب آپ کو ابن عربی کا مسلک و نظریہ مبارک ہو مگر اہل ایمان ابن عربی اور آپ کے مسلک کو ماننے کے لیے تیار نہیں کیونکہ ابن عربی خالق اور مخلوق کے وجود کو دو ماننے والے کو مشرک اور ایک ماننے والے کو مؤحد مانتا ہے۔ نعوذ باللہ اس کا معنی یہ ہوا کہ جنات، شیاطین، کفار، حیوانات سب کا وجود عین وجود رب ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ

ڈاکٹر صاحب اپنی کتاب کے ص ۹۱ پر فرماتے ہیں کہ شیخ ابن عربی کے فلسفہ وجود پر اکثر و بیشتر ناقدین، بالخصوص آج کل کے سلفی المزاج لوگ جس انداز کی تنقیدیں کرتے

ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک تو ان لوگوں نے اس مسئلہ کو سمجھا ہی نہیں۔

ابن عربی آپ کا شیخ ہے آپ اس کے فلسفے کو سمجھیں سلفی المزاج شریعت محمدیہ کے ماننے والے ہیں انھیں قرآن و حدیث کے خلاف جتنی باتیں نظر آئیں وہ کسی بھی شیخ نے فرمائی ہوا سے ماننے کے لیے ہم تیار نہیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد ص ۵۲ پر فرماتے ہیں اگر یہ کہا جائے کہ خالق ومخلوق کے درمیان ساری نسبتیں جو ہماری عقل میں آ رہی ہیں یہ قابل قبول نہیں تو پھر ایک ہی وجود ماننا پڑے پڑتا ہے جو خالق کا وجود ہے۔ اس نظریے کو توحید وجودی کہا جاتا ہے۔ توحید وجودی کی تعمیر مناظر احسن گیلانی سے اور شیخ احمد سرہندی سے اور ص ۵۰ پر ابن عربی سے بیان کی گئی۔ ص ۵۲ کتاب سے پڑھو۔ مگر آیئے اللہ کے قرآن سے پوچھیں کہ کیا کائنات میں ایک ہی وجود ہے یا خالق اور مخلوق الگ الگ ہیں۔

﴿ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا اِنَّ الْاِنسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ (الزخرف: ١٥)

''اور انھوں نے اللہ کے بعض بندوں کو اس کا جز ٹھہرا دیا یقیناً انسان کھلم کھلا ناشکرا ہے۔''

﴿ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَ لَمْ يَكُ شَيْئًا ﴾ (مریم: ٦٧)

''کیا یہ انسان اتنا بھی یاد نہیں رکھتا کہ ہم نے اسے اس سے پہلے پیدا کیا حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا۔''

﴿ وَ قَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ﴾ (النحل: ٣٥)

''مشرک لوگوں نے کہا کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا اس کے سوا کسی اور کی عبادت ہی نہ کرتے۔''

دونہ سے مراد اللہ کے علاوہ کوئی اور

﴿ قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ (الانعام: ٥٦)

''آپ کہہ دو کہ مجھ کو اس سے منع کیا گیا ہے کہ ان کی عبادت کروں جن کو تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو۔''

﴿ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴾

(النساء: 82)

''اگر یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یقیناً اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے۔''

ان آیات سے ثابت ہوا کہ مخلوق غیر اللہ ہے اور ان آیات میں معبود من دون کا ذکر ہے اور وہ اکثر اولیاء اللہ ہوتے ہیں تو وہ بھی من دون اللہ اور غیر اللہ ہے

انھی آیات میں غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ مخلوق اور خصوصاً انسان، اللہ تعالیٰ کے وجود میں متحد نہیں بلکہ بالکل جدا ہے۔

ڈاکٹر اسرار صاحب فرماتے ہیں اپنی کتاب کے صفحہ ۵۵ پر یہ ہے وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا نظریہ جسے شاہ ولی اللہ نے توحید وجودی سے تعبیر کیا ہے اسی کی تعبیر لا معبود الا اللہ ہے۔

لیکن یاد رکھیے یہ تعبیر درحقیقت کلمہ توحید لا الہ الا اللہ سے نفرت کی مظہر ہے کیونکہ ابن عربی اور ان کے ہم مسلک لوگوں کی مراد لامعبود الا اللہ سے یہ ہے کہ جس معبود کی بھی عبادت کی جائے تو وہ غیر اللہ کی عبادت نہیں بلکہ اللہ ہی کی عبادت ہے۔

امام برہان الدین ان الفاظ کو ''لا الہ الا اللہ'' کے بجائے استعمال کرنے کے گر بتاتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کے سامنے صوفیہ کا تقویٰ اور توحید کا کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' کو برا سمجھنے کے گر معلوم ہو جائیں کہ وہ لا اله الا الله کے بدلے میں یا تو لیس الا اللہ کہتے ہیں یا"لا هو الا هو۔"

ابن عربی کا مقصد لامعبود الا ھو سے یہ ہے کہ جس کی بھی عبادت ہو وہ اللہ کی عبادت ہی ہے کیونکہ اللہ اور غیر اللہ میں فرق نہیں۔

ابن عربی کو کسی نے کہا کہ فصوص الحکم میں تو قرآن کی بہت مخالف ہے تو کہنے لگا قرآن تو شرک سے بھرا پڑا ہے توحید کی تحقیق ہماری بات میں ہے کہ ہم ہر چیز کو عین اللہ مان کر وحدت الوجود کے قائل ہیں۔

امام عبدالرحمان بن ناصر السعدی فرماتے ہیں اس شخص کو اللہ ہلاک کرے جو (ابن عربی کی جماعت) کو امت محمدیہ میں شمار کرتا ہے حالانکہ یہ جماعت تو تمام انبیاء کے دین سے بری ہے میں یہ خیال نہیں کرتا کہ کسی کو ان کا قول معلوم ہو اور اس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہو وہ ان کے بارے میں شک کرے بلکہ وہ پہچان جائے گا کہ وہ دین سے کامل طور پر جدا ہیں۔ (توضیح الزینہ ص ۱۷۷)

ڈاکٹر اسرار صاحب اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۵۵ پر توحید وجودی یعنی وحدت الوجود کی بلند تر سطح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں بلند سطح پر لامقصود الا اللہ، لامطلوب الا اللہ، اور لامحبوب الا اللہ۔

ڈاکٹر صاحب نے اس کو بلند سطح اس لیے کہا کہ ان الفاظ سے قرآن کا انکار ہے کیونکہ اللہ نے عبادت کے تین فوائد بار بار قرآن کریم میں بیان فرمائے ہیں:

① رضائے الٰہی ② دخول جنت ③ نجات جہنم۔

جبکہ لامقصود الا اللہ، لامطلوب الا اللہ میں بات یہ ہے کہ جہنم سے نہ نجات مقصود ہے اور نہ جنت مطلوب بلکہ لامحبوب الا اللہ اگر مقصود ومطلوب ہے تو صرف محبوب جو اللہ ہے۔

یہی مفہوم کئی صوفیہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں لیکن جنت کے لیے نہیں۔

حالانکہ اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ ایمان اللہ کی رحمت کی امید اور اللہ کے عذاب سے خوف کا نام ہے جنت اللہ کی رحمت کا مظہر اور جہنم اللہ کے غضب کا۔ سیدنا

عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے تھے اگر ایک آدمی پکڑا گیا تو ڈرتا ہوں میں نہ ہو اور اگر ایک بچ گیا تو امید ہے کہ میں ہوں گا۔

جبکہ ابن عربی اور اس کی جماعت کہتی ہے لامقصود ولا مطلوب الا اللہ نہ جہنم کا ڈر نہ جنت مطلوب۔

حالانکہ اہل سنت کا مشہور مسئلہ ہے کہ جس نے صرف اللہ کی عبادت محبت کی بنا پر کی وہ زندیق ہے جس نے صرف امید کی بنا پر اللہ کی عبادت کی وہ مرجئہ میں سے ہے جس نے صرف خوف کی بنیاد پر عبادت کی وہ خارجی ہے جس نے بغیر اخلاص کے عبادت کی وہ ریاکار منافق ہے اور جس نے سنت نبوی کے بغیر عبادت کی وہ گمراہ بدعتی صوفی ہے اور جس نے محبت اور خوف و امید کے بنا پر عبادت کی وہ مومن ہے۔

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں ص ۵۵ پر بھی مزید اوپر جا کر اسی کی تعبیر لا موجود الا اللہ سے کی جاتی ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب اس تعبیر سے انسان واقعی کفر کی چوٹی پر پہنچ جاتا ہے کیونکہ اس تعبیر میں صراحت ہے کہ یہ پوری کی پوری کائنات اللہ ہے۔

ڈاکٹر شمس الدین سلفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں (الماتریدیہ۳/۱۹۱) لا موجود الا اللہ کا نظریہ اور عقیدہ باطل اس لیے ہے کہ یہ صریح ہے اس بات پر کہ آسمان اور زمین اور جو کچھ اس میں ہے یعنی بڑے بڑے پہاڑ، درخت، پتھر، سمندر، نہریں، چاند، سورج، ستارے بلکہ یہ چوپائے اور کتے، بندر یا اور خنزیر، شراب، آلات، موسیقی وغیرہ یہ سب بعینہ اللہ ہیں۔ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ۔

ڈاکٹر اسرار صاحب فرماتے ہیں ص ۵۵ اس کے بعد جی میں آئے تو آپ اس نظریے کو اٹھا کر پھینک دیں۔ آپ کو وہ ناقابل قبول نظر آئے تو بالکل ٹھکرا دیں۔

جب ڈاکٹر صاحب اس کو ٹھکرانے کی اجازت دے رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ نظریہ درست نہیں کیونکہ قرآن و حدیث سے ثابت شدہ عقیدہ کو ٹھکرانے کی کوئی مسلمان اجازت

نہیں دے سکتا۔ ڈاکٹر صاحب پھر اس عقیدہ کو عام کرنے کے لیے کتاب کیوں تحریر فرمائی؟

فرماتے ہی اور جن لوگوں نے اس نظریہ کو مانا ہے ان کی توہین نہ ہو ان کے بارے میں سوءظن نہ ہو۔

ڈاکٹر صاحب کی یہی پریشانی ہے کہ ان کے سامنے بڑے بڑے نام ہیں شیخ اکبر ابن عربی، شیخ احمد سرہندی، شاہ ولی اللہ، امداد اللہ مہاجر مکی، اشرف علی تھانوی، مناظر حسین گیلانی وغیرہم۔ یہ نام ان کو جرأت کرنے سے روکتے ہیں کہ اگر وحدت الوجود کو کفر مان لیا تو ان کا کیا بنے گا۔

ڈاکٹر صاحب! معصوم صرف محمد کریم ﷺ ہیں غلطی ان کے سوا کسی سے بھی ہو سکتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب جب ہمیں معلوم ہے کہ یہ نظریہ وحدت الوجود سو فی صد غلط ہے اس پر اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث، اجماع امت گواہ ہے۔ تو پھر شرعاً ہم پر فرض ہے اس نظریہ والوں کی اہانت اور سوءظن کیونکہ ایک شخص کہتا ہے کہ اللہ اور حیوانات اور گندگی میں کوئی فرق نہیں ایک ہی وجود ہے تو ایسے عقیدہ والے سے نفرت کیوں نہ ہو؟

ڈاکٹر صاحب ص ۵۸ پر فرماتے ہیں لیکن کائنات کے اس پورے سلسلہ تخلیق کے سوا اللہ تعالیٰ کی ذات کا ربط یہ ہے کہ وہ اس کا غیر نہیں ہے۔

ڈاکٹر صاحب ''اس کا غیر نہیں'' کا منطقی نتیجہ اور عکس یہ ہے کہ وہ اس کا عین ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ اور کائنات کے درمیان جدائی ممکن نہیں کیونکہ جدائی کا مطلب ہی یہ ہے کہ دونوں میں سے ایک کا وجود دوسرے کے بغیر ممکن ہو اور ایک کی دوسرے سے جدائی ممکن ہو۔ جب اللہ تعالیٰ کائنات سے غیر نہیں تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ عین کائنات ہے اور کائنات عین اللہ ہے اور یہ صریح الحاد اور قبیح کفر اور رب کا انکار ہے یہ کفر تو نصاریٰ کے کفر سے بھی بدتر ہے۔

دکتور محمد خلیل فرماتے ہیں اس (لاغیر) والا نظریہ رکھنے والے سے ہم کہیں گے کہ کیا تو

یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود غیر ہے ان موجودات کے وجود سے یا تیرا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود عین وجود کائنات ہے؟ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے وجود کی اس کی مخلوق کے وجود سے علیحدگی کی نفی کر دے بلکہ کہے اللہ کا وجود عین وجود کائنات ہے یہاں دو غیر نہیں تو اس نے اتحاد (وحدت الوجود) کا لباس پہن لیا اور اپنے کفر پر صراحت کی اور رب کے وجود کا انکار کیا بلکہ یہ نصاریٰ صلیب کے پجاریوں سے سخت کافر ہیں کیونکہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ کا اتحاد تمام مخلوق سے ہے لیکن نصاریٰ نے اس اتحاد کو عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی ماں مریم کے ساتھ خاص کیا ہے۔اور یہ اتحادی انکا خیال یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے ساتھ متحد ہے یہاں تک کہ ذلیل حیوانات، بندر، خنزیر وغیرہ جیسے کہ ساتھ انھوں نے اللہ کو ان حیوانات اورگندگیوں سے بھی بچایا۔

غور کیجیے وحدت الوجود کا عقیدہ اور نظریہ جس کو ڈاکٹر اسرار صاحب اپنائے ہوئے ہیں کتنا خراب اور خطرناک ہے کہ دین وایمان کو جڑ سے نکال پھینکتا ہے۔معاذ اللہ

اگر ڈاکٹر صاحب کا مؤقف درست ہے کہ (اللہ) کائنات اس کا غیر نہیں تو اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں کائنات کو من دون اللہ، من دونہ کہہ کرفرق نہ کرتا قرآن کریم میں (۷۳) دفعہ من دون اللہ کا ذکر ہے (۴۴) جگہ من دونہ ② جگہ من دونک ③ جگہ پر من دونی کا ذکر ہے اسی طرح ۱۷ جگہ پر لفظ غیر اللہ کا ذکر ہے اور ۱۰ جگہ پر لفظ مالکم من الہ غیرہ ذکرہ ہے۔تعجب ہے ڈاکٹر صاحب پر مفسر قرآن ہو کر کہتے ہیں کہ وہ اس سے غیر نہیں اور ''یہ کائنات نہ اللہ کا عین ہے اور نہ غیر'' اور ایک ہی وجود ماننا پڑے گا۔انا للہ وانا الیہ راجعون

اگر ڈاکٹر صاحب کا نظریہ درست ہے تو پھر رسول اللہ ﷺ نے غیر اللہ کی عبادت کا رد کیوں کیا اور قرآن نے اسے بیان کیوں کیا۔

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں ص ۸۸ پر

کائنات کا وجود ایک اعتبار سے اللہ کے وجود کا عین اور دوسرے اعتبار سے غیر ہے۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ اور کائنات، افراد کائنات کے وجود کے اعتبار سے دو طرح ہیں۔

① ایک مطلق وجود

② باعتبار ظہور

مطلق وجود کے اعتبار سے اللہ بھی اللہ ہے مرد بھی اللہ ہے بیوی بھی اللہ ہے کتا خنزیر جانور بھی نعوذ باللہ اللہ ہے اور ظہور کے اعتبار سے فرق ہے۔

ابن عربی فصوص الحکم میں کہتا ہے عالم اپنے معبود کو جانتا ہے جس صورت میں بھی وہ معبود ظاہر ہو تو اسی کی عبادت ہوتی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ جسم کے اعضاء جسم سے غیر نہیں اور قوت نفسی نفس سے الگ نہیں اسی طرح اگر یہ تعدد اور کثرت میں نظر آتے ہیں تو وہ اللہ کے غیر نہیں۔ لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔

اللہ کا وجود، مرد کا وجود، اس کی بیوی کا وجود، جو میاں بیوی کرتے ہیں سب ایک وجود ہیں۔ اس میں غیر نہیں اس لیے سب ایک ہی معبود ہیں اگر مرد کی صورت میں ظہور ہو تب بھی معبود، بیوی کی صورت میں ہو تب بھی معبود سب ایک ہی ذات کے وجود میں یہی وحدۃ الوجود کا مطلب ہے ہر چند کہے کہ اس کا مطلب ہمہ اوست نہیں۔

ہر چند کہتا رہے کہ وحدۃ الوجود اور ہمہ اوست کے درمیان ایک باریک فرق ہے کیونکہ ابن عربی نے یہ کہہ کر ''ہر معبود میں اللہ کی عبادت ہوتی ہے'' یہ فرق مٹا دیا۔ اگر ہمہ اوست کفر و شرک ہے تو حدۃ الوجود اس سے پہلے کفر و شرک ہے۔ اللہ ہدایت عطاء فرمائے۔

وما علینا الا البلاغ۔

شانِ مصطفیٰ ﷺ

الحمد لله والصلاة والسلام علی رسوله و بعد!

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ (آل عمران:164)

امت مسلمہ آج فرقوں میں بٹ کر انتشار کا شکار ہو چکی ہے کوئی کسی پیر وفقیر کا مرید ہے تو کوئی کسی سلسلے میں شامل ہے اور امام اعظم، محمد رسول اللہ ﷺ سے بے وفائی کر کے اغیار کا دامن تھام چکا ہے۔ ہم پوری امت کو دعوت دیتے ہیں فرقہ پرستی اور امام پرستی کی بیماری سے جان چھڑوا کر نبی کریم ﷺ کے دامن سے چمٹ جاؤ۔

آج لوگ اپنے پیروں فقیروں کی شان بیان کرتے ہوئے زمین وآسمان کے قلابے ملاتے ہیں۔ آیئے! آج ہم بھی آپ کو اپنے امام وقائد کا تعارف کرواتے ہیں جس کے دامن سے لگنے کی دعوت ہم دیتے ہیں ہمارے امام وقائد ومرشد کے نام سنیے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِيْ اَلَّذِيْ يُمْحٰى بِيَ الْكُفْرُ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِيْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى عَقِبِيْ وَاَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِيْ لَيْسَ بَعْدَهٗ نَبِيٌّ)) (صحیح مسلم: 2354)

''میں محمد (تعریف کیا گیا) ہوں، میں احمد (بہت زیادہ حمد کرنے والا) ہوں، میں ماحی ہوں جس کے ذریعے کفر مٹا جایا جائے گا، میں حاشر ہوں، جس کے بعد دوسرے لوگ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے، میں عاقب ہوں (آخر

میں آنے والا) اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔''

صحیح مسلم میں ہے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے کئی نام ہم سے بیان فرمائے اور فرمایا:

''میں نبی التوبة اور نبی الرحمة ہوں (جس کے ہاتھ پر لوگوں کی توبہ قبول ہو) (جس نبی کی شریعت پر ہونا رحمت ہو)''

بشیر اور نذیر بھی آپ ﷺ کے صفاتی نام ہیں:

﴿ وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ﴾ (سبا: 28)

''اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔''

مزمل اور مدثر بھی آپ کے نام ہیں:

﴿ يٰاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ☆ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ☆ ﴾

''اے کپڑے میں لپٹنے والے۔ رات کے وقت نماز میں کھڑے ہو جاؤ۔''

﴿ يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ☆ قُمْ فَاَنذِرْ ☆ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ☆ ﴾ (١/٧٤)

''اے کپڑا اوڑھنے والے! کھڑا ہو جا اور آگاہ کر دے، اور اپنے رب کی کبریائی بیان کر۔''

شاہد اور مبشر بھی آپ کے نام ہیں:

﴿ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا ﴾ (١/٤٨)

''بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔''

چہرۂ مبارک:

آپ ﷺ کی کنیت ابوالقاسم تھی آپ کا چہرہ مبارک چاند سے زیادہ حسین وجمیل تھا۔ ترمذی میں ہے سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((رأيت رسول الله ﷺ في ليلة إضحيان ، فجعلت أنظر

إلى رسول الله ﷺ وإلى القمر و عليه حلة حمراء ، فاذا هو عندى أحسن من القمر .)) (سنن ترمذی: 2811)

''میں نے نبی کریم ﷺ کو چاندنی رات میں دیکھا، اس وقت آپ سرخ رنگ کا لباس پہنے ہوئے تھے میں ایک نظر رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا اور ایک نظر چاند کو۔ مجھے آپ ﷺ کا چہرہ مبارک چاند سے زیادہ خوبصورت لگا۔''

صحیح بخاری میں ہے سیدنا کعب بن مالک کہتے ہیں:

((كان رسول الله ﷺ اذا سر استنار وجهه حتى كان قطعة قمره .)) (صحيح البخاری: 3363)

''جب آپ ﷺ خوش ہوتے تو آپ ﷺ کا چہرہ مبارک ایسے چمکتا جیسے چاند کا ٹکڑا ہے۔''

آپ کا ہاتھ مبارک برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے سے زیادہ خوشبودار تھا۔

صحیح بخاری میں ہے سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک تھاما اور اسے اپنے چہرے پر رکھا آپ ﷺ کا دست مبارک برف سے زیادہ ٹھنڈا اور اس کی خوشبو مشک سے بھی زیادہ اچھی تھی۔ (صحیح بخاری:3553)

آپ ﷺ کی ہتھیلی مبارک ریشم سے زیادہ نرم تھی، صحیح بخاری میں ہے سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((ما مسست حريرا ولا ديباجا الين من كف النبى ﷺ))

''میں نے کوئی موٹا یا باریک ریشم آپ کی ہتھیلی سے زیادہ ملائم نہیں دیکھا۔''

حلیہ مبارک:

ترمذی میں ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((لم يكن رسول الله ﷺ بالطويل ولا بالقصير ، و شثن الكفين والقدمين ، ضخم الرأس ...... الخ)) (سنن

ترمذی:3646)

'' رسول اللہ ﷺ نہ طویل تھے اور نہ چھوٹے قد کے تھے اور آپ کی ہتھیلیاں اور پاؤں کے تلوے مبارک گوشت سے پر تھے۔ آپ ﷺ کا سر مبارک بڑا اور ہڈیوں کے جوڑ چوڑے تھے۔ سینہ سے ناف تک باریک بال تھے میں نے آپ ﷺ سے پہلے اور آپ ﷺ کے بعد کسی کو ایسا نہیں دیکھا۔

ترمذی میں ہے سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((كان رسول الله ﷺ ضليع الفم ، أشكل العين ......))

(صحیح مسلم: 2331، سنن ترمذی: 3155)

''رسول اللہ ﷺ کشادہ دہن تھے، آپ ﷺ کی آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے۔''

جب آپ ﷺ چلتے تو آگے کی طرف جھک کر چلتے جیسے کہ آپ ڈھلوان سے اُتر رہے ہوں۔

صحیح بخاری میں ہے ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ باہر نکلے تو میں نے آپ ﷺ کی سفید چمک دار پنڈلیاں دیکھیں، آپ ﷺ کی بغلیں سفید تھیں۔

صحیح بخاری میں ہے سیدنا عبداللہ بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب سجدہ کرتے تو دونوں ہاتھ (پیٹ سے) الگ رکھتے حتیٰ کہ ہم آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھتے۔

صحیح مسلم میں ہے سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا رسول اللہ ﷺ کے بال مبارک کیسے تھے؟ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((كان شعرًا رَجُلًا ، ليس بالجعد ، ولا السبط ، بين أذنيه و عاتقه .)) (صحیح مسلم:2338)

''نہ زیادہ گھنگھریالے نہ سیدھے بلکہ اس کے درمیان تھے اور کانوں اور

کندھوں کے درمیان تک تھے۔‘‘

صحیح بخاری میں ہے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((ولیس فی رأسه ولحیته عشرون شعرة بیضاء)) (صحیح بخاری: 3547 ، سنن ترمذی: 3623)

آپ ﷺ کے سر اور داڑھی میں 20 سے زیادہ بال سفید نہ تھے۔‘‘

جسم سے خوشبو:

آپ ﷺ کے جسم مبارک کی خوشبو دنیا کی تمام خوشبوؤں سے زیادہ اچھی تھی۔

صحیح مسلم میں ہے سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((ما شممت عنبرا قط ولا مسكا ولا شيئا اطيب من ريح رسول الله ﷺ)) (صحیح مسلم:2330)

’’میں نے نبی اکرم ﷺ کے جسم مبارک سے اچھی خوشبو نہ عنبر میں محسوس کی نہ مشک میں نہ کسی دوسری چیز میں۔‘‘

آپ ﷺ کے پسینہ مبارک سے بہترین خوشبو آتی۔ صحیح مسلم میں ہے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے اور ہمارے ہاں قیلولہ فرمایا آپ کو پسینہ آیا۔ میری ماں ایک شیشی لے آئیں اور آپ ﷺ کا پسینہ جمع کر کے اس میں ڈالنے لگیں۔ نبی اکرم ﷺ جاگ گئے اور دریافت فرمایا:

((یا ام سُلیم! ما هذا الذی تصنعین؟))

’’اے ام سلیم! آپ یہ کیا کر رہی ہو؟‘‘

میری والدہ نے کہا:

((عرقك نجعله فی طیبنا ، وهو من أطیب الطیب))

(صحیح مسلم:2331)

’’یا رسول اللہ! آپ کا پسینہ جمع کر رہی ہوں تاکہ اسے اپنی خوشبو میں شامل

کروں کیونکہ آپ کا پسینہ مبارک تو بہترین خوشبو ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کے فضائل نبوت سے پہلے:

طبرانی میں ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی رضاعی ماں حلیمہ کہتی ہیں کہ میں اپنے شوہر کے ساتھ مکہ روانہ ہوئی یہ قحط سالی کے دن تھے جنھوں نے ہمارے لیے کوئی چیز نہ چھوڑی تھی، ہمارے ساتھ ایک گدھی تھی جو کمزوری کے باعث چلنے سے قاصر تھی، اور ایک اونٹنی تھی جس سے دودھ کا ایک قطرہ بھی نہ نکلتا تھا۔ میرے ساتھ میرا بچہ بھی تھا وہ بھوک کی وجہ سے اس قدر روتا تھا کہ ہم رات کو سو بھی نہ سکتے تھے۔ نہ میری چھاتی میں دودھ تھا نہ اونٹنی میں دودھ تھا جو میں بچے کو دیتی۔ جب ہم مکہ پہنچے تو ہم میں سے کوئی عورت ایسی نہ تھی جس کے سامنے رسول اللہ ﷺ کو پیش نہ کیا گیا ہو مگر آپ ﷺ کے یتیم ہونے کا سن کر سب نے لینے سے انکار کر دیا۔ ہم لوگ بچے کے والد سے رضاعت کے بدلے اچھی خدمات کی امید رکھتے تھے جبکہ محمد ﷺ تو یتیم تھے بہرحال ہر عورت کو بچہ مل چکا تھا اور میں خالی گود واپس لوٹنے کو ناپسند کرتی تھی چنانچہ میں اس بچے کو اپنے قافلہ میں لے آئی تو میرے شوہر نے پوچھا: لے آئی ہو؟ میں نے کہا: ہاں لے آئی ہوں۔ واللہ! اس کے علاوہ کوئی دوسرا بچہ ہے ہی نہیں۔ شوہر نے کہا: چلو اچھا کیا ممکن ہے کہ اللہ ہمیں اسی سے فائدہ پہنچا دے۔

حلیمہ کہتی ہیں اللہ کی قسم! جیسے ہی میں نے اسے اپنی گود میں لیا اور اس کے منہ میں اپنی چھاتی دی تو اتنا دودھ اترا کہ اس نے خود بھی جی بھر کر پیا اور اور اس کے بھائی (یعنی حلیمہ کے حقیقی بیٹے) نے بھی خوب سیر ہو کر دودھ پیا۔

رات کو میرے شوہر اونٹنی کا دودھ دوہنے اٹھے تو دیکھا کہ اونٹنی کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے، ہم نے پہلی رات آسودگی اور خیریت سے گزاری۔ ہمارے بچے بھی آرام کی نیند سوئے۔ میرے شوہر نے کہا: واللہ! حلیمہ تم نے بڑی بابرکت روح حاصل کی ہے ہمارے بچوں کے پیٹ بھر گئے اور وہ آرام کی نیند بھی سوئے۔ پھر ہم واپس ہوئے واللہ ہماری سواری سب سے آگے تھی اور کوئی دوسرا اس کے ساتھ نہیں مل رہا تھا۔ حتیٰ کہ قافلے

والے کہنے لگے: اے حلیمہ! کیا یہ وہی سواری ہے جس پر تم مکہ آئی تھی۔ میں کہتی ہاں واللہ وہی ہے۔ ہم اپنے گھروں کو لوٹ آئے، ہمارا علاقہ روئے زمین پر سب سے زیادہ قحط زدہ تھا۔ لوگوں کی بکریاں بھی چرنے جاتیں اورر میری بکریاں بھی چرواہا چرانے جاتا۔ میری بکریاں دودھ سے بھری ہوئی لوٹتی اور لوگوں کی بکریاں بھوکی اور دودھ سے بالکل خالی واپس آتیں۔ ہم جتنا دودھ چاہتے پیتے جبکہ دوسروں کو ایک قطرہ بھی میسر نہ آتا۔ (سیرت ابن ہشام: 162-164/1 بحوالہ الرحیق المختوم، ص: 86-84)

شق صدر:

جب رسول اللہ ﷺ چار یا پانچ سال کے تھے، تو آپ کے سینہ چاک ہونے کا واقعہ پیش آیا، جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے۔ آپ اس وقت لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو لٹا دیا، سینہ چیرا اور اس سے دل نکالا پھر اس سے گوشت کا ایک لوتھڑا الگ کیا اور کہا یہ حصہ تمھارے اندر شیطان کا تھا پھر دل کو آب زم زم سے طشت میں دھویا پھر اسے واپس اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ اور وہ جگہ جوڑ دی۔ لڑکے دوڑتے ہوئے حلیمہ سعدیہ کے پاس آئے اور کہا محمد قتل ہو گئے۔ لوگ آئے تو دیکھا آپ صحیح سالم تھے لیکن آپ کا رنگ (ڈر کی وجہ سے) اڑا ہوا تھا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نبی اکرم ﷺ کے سینے پر سلائی کے نشان دیکھتا ہوں۔

رسول اکرم ﷺ نبوت سے پہلے بھی لات وعزیٰ کی عبادت سے نفرت کرتے تھے۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ خدیجہ کو فرمایا واللہ! میں کبھی لات کی عبادت نہیں کروں گا اللہ کی قسم! میں کبھی عزیٰ کی عبادت نہیں کروں گا۔

نبوت سے پہلے آپ اہل مکہ میں امین کے لقب سے مشہور تھے۔

طبرانی میں ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کعبہ شریف کی تعمیر کے جھگڑے میں جب اہل مکہ نے نبی اکرم ﷺ کو اگلی صبح سب سے پہلے حرم شریف میں دیکھا تو خوشی سے پکار

اٹھے:((ھذا الامین رضیناہ ھذا محمد ﷺ)) یہ امین ہیں ہم ان پر راضی ہیں یہ محمد ﷺ ہیں۔

عیسائی راہب نے آپ کو ختم نبوت سے پہچان کر رحمۃ للعالمین کا لقب دیا۔

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ابو طالب ملک شام کے لیے نکلے تو نبی اکرم ﷺ قریش کے اکابر کی معیت میں ابو طالب کے ساتھ روانہ ہوئے جب ابو طالب اور ان کا قافلہ شام کے شہر بصرہ میں پہنچا تو اپنی سواریوں کو بٹھایا اتنے میں وہاں کا راہب ان کے پاس آیا، جو پہلے کبھی اس طرح باہر نہیں آیا تھا۔ حالانکہ ابھی قافلہ سواریوں سے اپنا سامان اتار رہا تھا، راہب کسی کو تلاش کر رہا تھا۔رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر اس نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا''یہ سیدالعالمین ہیں......((ھذا رسول رب العالمین))...... ''اللہ انھیں رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجے گا۔'' اکابر قریش نے راہب سے پوچھا تجھے یہ کیسے معلوم ہوا؟ راہب نے جواب دیا جب تم اس گھاٹی سے اترے تھے تو سبھی درخت اور پتھر تعظیماً جھک گئے تھے اور یہ شجر وحجر سوائے نبی کے کسی کے لیے نہیں جھکتے، اس کے علاوہ اس کے کندھے کی ہڈی کے نیچے سیب کی مانند موجود مہر نبوت سے بھی میں اسے پہچانتا ہوں۔ اس کے بعد وہ راہب واپس چلا گیا، قافلہ والوں کے لیے کھانا تیار کیا راہب کھانا لے کر آیا تو آپ اونٹ چرا رہے تھے۔ راہب نے کہا اسے بھی بلاؤ، آپ ﷺ تشریف لائے تو ایک بادل آپ ﷺ پر سایہ کیے ہوئے تھا۔ جب آپ ﷺ لوگوں کے قریب پہنچے تو لوگوں کو پہلے سے درخت کے سائے تلے پایا جب آپ ﷺ وہاں تشریف لائے تو درخت کا سایہ آپ ﷺ پر جھک گیا۔راہب نے کہا دیکھو سایہ اس پر جھکا ہوا ہے پھر راہب نے قافلہ والوں سے کہا میں تمھیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ مجھے بتاؤ اس بچے کا سرپرست کون ہے؟ قافلہ والوں نے کہا ابو طالب راہب مسلسل اللہ کا واسطہ دیتا رہا کہ اسے مکہ واپس بھیج دو کہیں دشمن انھیں قتل نہ کر دیں۔حتیٰ کہ ابو طالب نے آپ ﷺ کو وہیں سے مکہ واپس بھیج دیا۔ (ترمذی: 3620 وقال حسن)

پتھر کا سلام کرنا:

نبوت سے پہلے مکہ کا ایک پتھر آپ ﷺ کو سلام کیا کرتا تھا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مکہ کے اس پتھر کو میں اب بھی پہچانتا ہوں جو نبوت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا۔ نبوت سے پہلے بھی آپ ﷺ لوگوں کے لیے رحمت تھے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ غار حرا سے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس تشریف لائے تو فرمایا مجھے کپڑا اوڑھاؤ، کپڑا اوڑھاؤ۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کپڑا اوڑھا دیا حتی کہ آپ کی گھبراہٹ دور ہوگئی تب آپ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا مجھے کیا ہو رہا ہے اور وحی کی ساری بات سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بتائی اور فرمایا خدیجہ مجھے اپنے بارے میں ڈر لگ رہا ہے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ ہرگز نہ ڈریں۔ آپ مطمئن رہیں، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رنجیدہ نہیں کرے گا۔ آپ صلہ رحمی فرماتے ہیں۔ غریبوں محتاجوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں۔ بے سہاروں کے لیے سہارا بنتے ہیں، مہمانوں کی خاطر تواضع فرماتے ہیں اور شدید مصائب میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری:2)

رسول اللہ ﷺ کی شان و مقام اور مرتبہ کو جانتا ہے، تو ان فرامین الٰہی پر غور کرو:

﴿ وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴾

''اے ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔''

﴿ وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ﴾ (القلم:4)

''بے شک آپ اخلاق کے بلند ترین مقام پر فائز ہیں۔''

﴿ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴾ (انشراح:4)

''اور ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔''

شانِ مصطفیٰ ﷺ قرآن کی اس آیت سے سمجھیں:

﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴾ (الاعراف: 148)

''تمھارے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے جس سے تمھیں تکلیف پہنچے وہ اس پر گراں گزرتی ہے، تمھارے فائدے کے لیے وہ بہت حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لیے بہت شفیق اور بہت مہربان ہے۔''

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ (اٰل عمران: 164)

''اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر بڑا احسان فرمایا کہ خود انھی میں سے ایک رسول ان کی طرف بھیجا جو انھیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے، ان کی زندگیاں سنوارتا ہے انھیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے پہلے یہ لوگ صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔''

اللہ تعالیٰ تمام انبیاء سے رسول اللہ ﷺ کی نصرت کرنے کا عہد لیا گیا تھا:

﴿ وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴾ (اٰل عمران: 81)

''اور جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام سے یہ عہد لیا تھا کہ میں تمھیں کتاب اور حکمت دے رہا ہوں لیکن اس کے بعد تمھارے پاس دوسرا رسول آیا جس نے تمھاری تعلیمات کی تصدیق کی تو تمھیں اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے پوچھا کیا تم اس بات کا وعدہ کرتے ہو اور میری طرف سے یہ بھاری ذمہ داری اٹھاتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا ہم وعدہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اچھا تم گواہ رہو میں بھی تمھارے ساتھ گواہ ہوں۔''

سیدنا کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے تورات میں لکھا ہوا پایا محمد ﷺ اللہ کے رسول ہوں گے نہ تیز مزاج نہ ترش رُو، نہ بازاروں میں شور کرنے والے، نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے بلکہ معاف کرنے والے درگزر کرنے والے ہوں گے، ان کی امت بہت زیادہ حمد و ثنا کرنے والی ہوگی ہر جگہ وہ اللہ کی حمد و ثناء بیان کریں گے، ہر اونچی جگہ پر چڑھتے ہوئے اللہ اکبر کہیں گے ان کے تہ بند پنڈلیوں تک ہوں گے، اپنے اعضاء کا وضوء کریں گے نماز اور قتال کے لیے ایک ہی طرح صف بنائیں گے، ان کا مؤذن کھلی فضا میں اذان دے گا، آدھی رات کے وقت ان کے اذکار کی آواز شہد کی مکھیوں کی طرح ہوگی، اس رسول کی جائے پیدائش مکہ ہوگی، جائے ہجرت طابہ (مدینہ منورہ) ہوگی اور اس کی حکومت کی سرحدیں شام تک پہنچیں گی۔ (سنن الدارمی: 8)

نبی کریم ﷺ ساری مخلوق میں اعلیٰ و افضل ہیں:

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کو کیسے پتہ چلا کہ آپ نبی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تک مجھے آگاہ نہیں کیا گیا مجھے تب تک اس کا علم نہیں تھا۔ میں مکہ کی ایک جانب تھا کہ میرے پاس دو فرشتے آئے ان میں سے ایک نے کہا: کیا یہ وہی ہے (جس کے پاس جانے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے) فرشتے نے کہا: ان کا وزن ایک آدمی سے کرو، پھر دس آدمیوں سے وزن کرو، پھر 100 سے پھر ہزار سے وزن کیا گیا میں پھر بھی غالب رہا، دوسرے فرشتے نے کہا اگر اس کا ساری امت سے وزن کیا جائے یہ غالب ہی رہے گا (بزار نے روایت کیا، مجمع الزوائد تحقیق عبداللہ الدروی: 13931)

صحیح مسلم میں ہے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے دوسرے انبیاء کے مقابلے میں چھ باتوں پر فضیلت دی گئی:

① مجھے جوامع الکلم دیے گئے ہیں۔
② دشمن پر رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔
③ میرے لیے مال غنیمت حلال کیا گیا ہے۔

④ ساری زمین میرے لیے پاک کرنے والی اور نماز کی جگہ بنائی گئی ہے۔
⑤ مجھے ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔
⑥ نبوت کا سلسلہ مجھ پر ختم ہو گیا۔

صحیح مسلم میں ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ((كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن)) ......
''آپ کا اخلاق عین قرآن کے مطابق ہے۔'' (صحیح مسلم:734)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن ہر نبی کے لیے نور کا ایک منبر ہو گا اور میں سب سے بلند اور سب سے زیادہ نورانی منبر پر بیٹھوں گا۔'' (ابن حبان نے روایت کیا)

ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((انا سيد ولد آدم يوم القيامة ولا فخرو بيدی لواء الحمد ولا فخر ، وما من نبی يومئذ آدم فمن سواه الا تحت لوائی و أنا أول من تنشق عنه الأرض و فلا فخر .))

(سنن الترمذی: 3615)

''میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہو گا۔اللہ کی حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہو گا۔آدم سمیت تمام انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور قیامت کے روز سب سے پہلے میری قبر کھلے گی اور ان سب باتوں پر کوئی فخر نہیں ہے۔''

ترمذی میں ہے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اذا كان يوم القيامة كنت امام النبيّين و خطيهم وصاحب شفاعتهم ، غير فخر)) (سنن ترمذی:3621)

'' قیامت کے روز میں انبیاء کا امام، ان کا نمائندہ اور ان کی سفارش کرنے والا ہوں گا۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کے لیے ایک حوض ہے اور تمام انبیاء آپس میں فخر

کریں گے کہ کس کے حوض پر پانی پینے والے زیادہ آتے ہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ میرے حوض پر آنے والے سب سے زیادہ ہوں گے۔ ترمذی

صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے روز سب سے زیادہ امتی میرے ہوں گے اور میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔''

صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے روز میں اولاد آدم کا سردار ہوں گا سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی اور سب سے پہلے میں سفارش کروں گا اور سب سے پہلے میری سفارش قبول کی جائے گی۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((والذی نفس محمد بیده لو بدا لكم موسى فاتبعتموه وتركتمونى لضللتم عن سواء السبيل))

''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی ذات ہے اگر آج موسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئیں اور تم لوگ میری بجائے ان کی اتباع کرو تو سیدھی راہ سے گمراہ ہو جاؤ گے اور اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو وہ بھی میری ہی اتباع کرتے۔'' دارمی نے روایت کیا ہے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو اس وقت کا امام کہے گا: آئیے! نماز پڑھائیں عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے نہیں تم خود ہی ایک دوسرے پر حاکم ہو۔

یہ وہ بزرگی ہے جو اللہ تعالیٰ نے امت کو عطا فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے یہاں تک شرف بخشا کہ آپ کے کیے ہوئے فیصلے کا انکار اور اس پر چوں و چراں کرنا تو دُور کی بات ہے، دل میں اگر تنگی، انقباض بھی آیا تو رب تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کی قسم اُٹھا کر ایسے شخص کے مومن ہونے کی نفی فرما دی۔ فرمایا:

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ

لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴾

اس سے بڑھ کر اور کیا مقام وفضیلت ہو گی اور یہ مقام کسی بھی شخص کو حاصل نہیں ہو سکتا، خواہ وہ کتنا بڑا امام، محدث، فقیہ، ولی، جو کچھ بھی ہو، اس لیے ہم کہتے ہیں :

سب کچھ خدا سے مانگ لیا اک تجھ (نبی کریم ﷺ) کو مانگ کر
اٹھتے نہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

اللہ تعالیٰ سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆............☆☆

احناف کا مذہبی تعصب

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله و بعد !

﴿ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ﴾ (آل عمران:103)

اہل اسلام کا اتحاد و اتفاق سے رہنا، اختلاف و انتشار سے بچے رہنا شریعت کا اہم ترین سبق ہے۔ مالک اتحاد و اتفاق کا حکم دیتا ہے آیت پر غور کیجیے:

﴿ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ﴾

''اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھنا اور فرقوں میں نہ بٹ جانا۔''

ارشاد ربانی ہے:

﴿ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ﴾ (الشوریٰ :13)

''اس نے تمھارے لیے دین کا وہی راستہ مقرر کیا ہے جس کے اختیار کرنے کا نوح (علیہ السلام) کو حکم دیا تھا اور جس کی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تمھارے طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو حکم دیا تھا وہ یہ کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔''

فرقہ پرستی اور انتشار کی مذمت کی شدید انداز میں کچھ اس طرح بیان کی گئی ہے، ارشاد

فرمایا:

﴿ وَ لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا وَ اخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَیِّنٰتُ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴾ (آل عمران : 105)

''تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنھوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آ جانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا اور اختلاف کیا انھیں لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے۔''

یاد رکھیے! فرقہ پرستی کی فضا میں ایسا اندھا تعصب جنم لیتا ہے کہ لوگوں میں حق کی جستجو ختم ہونے لگتی ہے ہر فرد اپنے فرقے پر مسرور و مغرور ہونے لگتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ کَانُوْا شِیَعًا کُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴾ (الروم:32)

''ان لوگوں میں سے جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود بھی گروہ گروہ ہو گئے۔ اور ہر گروہ اس پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔''

ہر گروہ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے مگن ہے بلکہ نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ صریح آیات سن کر بھی ٹس سے مس نہیں ہوتے اور ہر ایک دوسرے کو کسی خاطر میں نہیں لاتا۔ ارشاد فرمایا:

﴿ وَ قَالَتِ الْیَهُوْدُ لَیْسَتِ النَّصٰرٰی عَلٰی شَیْءٍ وَّ قَالَتِ النَّصٰرٰی لَیْسَتِ الْیَهُوْدُ عَلٰی شَیْءٍ وَّ هُمْ یَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ ﴾ (البقرہ: 113)

''یہود کہتے ہیں کہ نصرانی حق پر نہیں اور نصرانی کہتے ہیں کہ یہودی حق پر نہیں حالانکہ یہ سب لوگ تورات پڑھتے ہیں۔''

دوسرے مقام پر غور کریں:

﴿ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَی الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا اَوَ لَوْ کَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَّ لَا یَهْتَدُوْنَ ﴾ (المائدہ: 104)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے اس کی طرف اور رسول ﷺ کی طرف رجوع کرو تو کہتے ہیں کہ ہمارے لیے تو وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو پایا۔ کیا اگر چہ ان کے بڑے نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت رکھتے ہوں (پھر بھی ان کے پیچھے چلیں گے)۔''

قرآن کریم نے سابقہ امتوں کے اختلاف و انتشار کی مذمت کی اور اس انتشار سے بچے رہنے کا ذریعہ بھی بتایا اور وہ ہے:

﴿ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ﴾

''اکٹھے ہو کر اللہ کی رسّی کو تھامو اور فرقے نہ بنو۔''

قرآن وسنت سے دوری ہی فرقہ پرستی کا سبب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان:

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں انھیں مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو گمراہ نہیں ہوں گے ایک اللہ کی کتاب دوسرے اس کے رسول ﷺ کی سنت۔''

دنیا میں کسی سے بھی اختلاف ہوسکتا ہے سوائے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ، اگر کسی سے خواہ وہ حکمران ہو یا عالم وقت یا کسی اور شخص سے اختلاف ہو جائے تو اس کا حل بھی شریعت اسلامیہ بتا رہی ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾ (النساء :59)

''اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول اللہ ﷺ کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول اللہ ﷺ کی طرف اگر تمھیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔''

امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب میں لکھتے ہیں یعنی اگر تم ایک فیصلہ کرو اور بعد میں غور وفکر سے اس نتیجے پر پہنچو کہ وہ غلط تھا تو صحیح کی طرف رجوع کرنے میں تمھیں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیے۔ (اعلام الموقعین ۱/۸۶)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اے یعقوب (ابو یوسف) مجھ سے سنی ہوئی ہر بات نہ لکھا کرو ممکن ہے میں آج کی رائے سے کل اور کل کی رائے سے پرسوں رجوع کرلوں۔''

(التاریخ لابن معین)

انسانوں کی عقل میں تفاوت مع اس لیے آراء بھی الگ الگ ہوتی ہیں۔ ہر کوئی کسی سے بھی اختلاف کر لیتا ہے، اس لیے جب انسانی عقل کا یہ حال ہے تو ظاہر ہے اختلاف کی صورت میں فیصلہ کن اتھارٹی اللہ کی وحی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللّٰهِ ﴾ (الشوریٰ:20)

''اور جس جس چیز میں تمھارا اختلاف ہو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے۔''

قرآن کریم کی حکمت سے معمور ان تعلیمات پر مکمل طور پر عمل پیرا ہونے کا ہی ثمر تھا کہ صدیوں سے باہم دست وگریبان رہے والے قبائل آپس میں بھائی بن گئے اور پیار و الفت کی مثالیں قائم کیں۔

﴿ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ﴾ (آل عمران : 103)

''اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمھارے دلوں میں الفت ڈال دی پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اس نے

تمھیں بچا لیا۔‘‘

رسول اللہ ﷺ کے مبارک عہد کے بعد زمانہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں بھی اسلاف امت کا عمل یہی رہا کہ اگر کہیں اختلاف رونما ہوا تو قرآنی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے قرآن وسنت کو حکم تسلیم کر لیا اور اختلافات ختم ہوتے رہے۔

وفاتِ رسول ﷺ پر اختلاف ہوا۔ خلیفہ کے مسئلے پر اختلاف ہوا مگر آیات اور احادیث کی روشنی میں ختم ہوتا رہا ہے۔ مگر جب فتنوں کے سیلاب نے امت مسلمہ کو گھیر لیا تو امت محمدیہ گروہوں میں بٹ گئی اور اختلافات اتنے شدید ہو گئے ہیں کہ حنفی شافعی سے اور شافعی حنفی سے ایسے پیش آتا ہے کہ جیسے یہ دو مختلف ملتوں کے افراد ہوں۔ ایک دوسرے پر کفر و شرک اور گمراہی کے فتوے داغے گئے، دوسرے مسلک والوں سے دشمنی رکھی جانے لگی۔

فقہ حنفی کا مشہور مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص حنفی ہو اور پھر وہ شافعی بن جائے تو اسے تعزیری سزا دی جائے گی۔ (درمختار: 506/2، فتاویٰ عالمگیری: 169/2، الجواہر المضیہ: 376/3)

اے کاش! اماموں کی تقلید کا دعویٰ کرنے والے امت کو مزید گروہوں میں تقسیم نہ کریں مگر یہ خود تقسیم در تقسیم ہوئے پڑے ہیں۔ مثلاً مسائل میں الگ امام، عقیدہ میں الگ امام وغیرہ۔ جس طرح مسائل میں امام صاحب کی تقلید کا دعویٰ کرتے ہیں تو عقائد بھی امام صاحب سے ہی لے لیتے مگر امت کو اور تقسیم کیا گیا تصوف کے سلسلے الگ بنا لیے قادری، چشتی، سہروردی، نقشبندی سلسلے بنے ماتریدی اور اشعری راہوں کے راہی بنے۔

مشہور مفسر فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے مقلد فقہاء کو دیکھا ہے جنھیں متعدد مسائل کے متعلق قرآن پاک کی آیات پڑھ کر سنائیں جو ان کے مسلک کی تردید کرتی ہیں تو انھوں نے آیات کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا بلکہ حیرت سے میرا منہ تکتے رہے گویا کہ کہہ رہے ہوں کہ ان آیات پر بھلا کیسے عمل کیا جا سکتا ہے جب کہ یہ ہمارے بزرگوں سے مروی آراء سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ آج یہ ہی حالت اپنے آپ کو حنفی

کہلانے والوں کی ہے حالانکہ یہ حنفی نہیں ہیں یہ دیوبندی اور بریلوی ہیں، عقائد میں ماتریدی واشعری ہیں۔

اصول کرخی میں یہ اصول موجود ہے کہ قرآن کی آیت نبی کی حدیث ہمارے امام کے قول کے خلاف ہوتو اس کی تاویل کی جائے وگرنہ منسوخ گردانیں۔

کہیں کوئی کہتا ہے: حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے۔ (تذکرۃ الرشید حصہ دوم ص ۱۷) اپنے پیروں کے لیے تعصب کی مثال۔ اپنے مذہب کو بلا دلیل ثابت کرنے والے قرآن پاک میں بھی تحریف کے مرتکب ہوئے۔ کتاب کا نام ہے: ایضاح الادلۃ، محمود الحسن 1330ھ میں دیوبند سے یہ کتاب چھپی اس کا ص 97 ہے:

﴿ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ وَاِلٰی اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ﴾

ظاہر ہے کہ اولی الامر سے مراد اُمت میں سوائے انبیاء کرام علیہم السلام کے اور کوئی ہیں۔

سو دیکھئے اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرات انبیاء و جملہ اولی الامر واجب الاتباع ہیں۔

آپ نے آیت ﴿ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾ تو دیکھ لی اور آپ کو یہ اب تک معلوم نہ ہوا کہ جس قرآن مجید میں یہ آیت ہے اسی قرآن میں آیت مذکورہ بالا بھی موجود ہے:

عبارت پر غور کریں کہ ''جس قرآن میں یہ آیت ہے اسی قرآن میں یہ آیت بھی موجود ہے'' اب دو آیتیں ہوگئیں۔

یہ آیت صرف تقلید کو ثابت کرنے کے لیے خود گھڑی گئی ہے اگر صحیح آیت پڑھ لی جائے تو تقلید کا خاتمہ ہوتا ہے۔

﴿ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ

شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوۡلِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیۡرٌ وَّ اَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا ﴾ (النساء: 59)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور جو تمھارے امراء (حاکم) ہیں ان کی اطاعت کرو پھر کسی بھی چیز میں تمہارے درمیان (اولی الامر و رعایا) اختلاف واقع ہو تو اسے اللہ و رسول پر پیش کرو اگر اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔''

ماسٹر امین اوکاڑوی اپنے رسالے ''تحقیق مسئلہ رفع الیدین'' میں قرآن کی ایک جھوٹی آیت تیار کی جس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ قِیْلَ لَهُمْ کُفُّوْٓا اَیْدِیَکُمْ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ﴾

ہم پوچھتے ہیں کہ یہ آیت قرآن کے کس پارے میں ہے؟

ماہنامہ ''تجلی'' میں جلد نمبر 19 شمارہ 11 ماہ جنوری، فروری 1968ء صفحہ 47 میں ایک سوال کا جواب دے کر فرماتے ہیں: ''اب چند سطریں سائل کے اس جملے پر بھی لکھ دوں کہ جواب حدیث رسول سے چاہیے۔ یہ مطالبہ اکثر سائلین کرتے رہتے ہیں یہ دراصل اس قاعدے سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے کہ مقلدین کے لیے حدیث و قرآن کے حوالوں کی ضرورت نہیں بلکہ آئمہ و فقہاء کے فیصلوں اور فتوؤں کی ضرورت ہے۔''

صحابہ کرام تک کو مذہبی تعصب کی عینک سے دیکھا گیا، فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب اصول شاشی کے مطابق ابوہریرہ و انس بن مالک رضی اللہ عنہما غیر فقیہ تھے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون.

مذہبی تعصب کی ایک اور مثال پر غور کریں:

''درمختار'' جلد اول ص 42 میں لکھا ہے کہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی حنفی مذہب کے مطابق عمل اور حکم کریں گے۔''

مذہبی تعصب میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا استخفاف:

''اصول الشاشی'' کے ص 82 پر لکھا ہے: ''جو راوی عادل و حافظ تو ہیں لیکن فقیہ و مفتی نہیں جیسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ و انس رضی اللہ عنہ جب ان جیسوں کی روایت تیرے نزدیک صحت کو پہنچ جائے تو اگر وہ حدیث موافق قیاس ہو تو اس پر عمل کے لازم ہونے میں کوئی پوشیدگی نہیں۔ البتہ اگر وہ حدیث خلاف قیاس ہو تو قیاس پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔''

''نور الانوار'' میں ہے: ''راوی عادل ہو، ضابط ہو، لیکن فقیہ نہ ہو، جیسے انس رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو، اگر ان کی روایت کردہ حدیث مطابق قیاس ہے تو اس پر عمل کر لیا جائے گا اور خلاف قیاس ہے تو بالضرورت چھوڑ دی جائے گی اس لیے کہ اگر حدیث پر عمل کیا جائے تو رائے کا دروازہ بند ہو جائے گا۔''

یہ سب کچھ لکھ کر مصنف ''نور الانوار'' لکھتے ہیں: ''اس میں نہ تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تحقیر ہے نہ توہین۔''

تعجب ہے کہ انھیں اتنا ناسمجھ بتلایا کہ ان کی روایت کردہ حدیث رسول بھی متروک کر دی گئی لیکن نہ تحقیر ہوئی نہ توہین۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی توہین شیعیت بھی کرتی ہے اور کچھ حنفیوں نے بھی ان کی شان میں کوتاہی کی۔ انداز اپنا اپنا، ذاکر فاضل علوی پیاز والا قصہ بیان کرتا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صحابہ کے زمانے میں فتوے دیتے تھے سو صحابہ اور تابعین ان کے شاگرد ہیں پانچ ہزار تین سو چوہتر حدیثیں ان سے مروی ہیں۔ انھیں غیر فقیہ کہنے والے بے ادب نہیں؟

''نور الانوار'' اور ''اصول الشاشی'' کے مصف جیسے کروڑوں بھی ہو جائیں تو وہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قدموں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہو سکتے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی اور وہ دعا قبول ہوئی۔ تمام صحابہ سے زیادہ حافظ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مہاجرین و انصار کی اولاد میں سے نو سو بزرگوں نے آپ کی شاگردی کی۔ خود ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے بعد

میں ایک حدیث بھی نہیں بھولا۔

لوگو! مسلک اہلحدیث بالکل واضح اور دوٹوک ہے کہ تمام آئمہ اولیاء اللہ کی عزت کرو مگر حرف آخر بات اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی مانو۔ ہر کسی سے غلطی ہوسکتی ہے مگر معصوم عن الخطاء صرف رسول اللہ ﷺ ہیں۔

یہ بھی تعلیمات آئمہ کرام کی بھی ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں ایک انسان ہوں کبھی میری بات ٹھیک ہوتی ہے کبھی غلط ہوتی ہے تم میری اس بات کو تو لے لو جو کتاب و سنت کے مطابق ہو اور جو ان میں سے کسی کے خلاف ہو اسے ہرگز نہ مانو۔

آپ فرمایا کرتے تھے: دنیا میں کوئی ایسا نہیں جس کی بعض باتیں درست اور بعض باتیں غلط نہ ہوتی ہوں۔ ان کی صحیح باتیں نہ لے لی جاتی ہوں اور غلط باتیں نہ چھوڑ دی جاتی ہوں، سوائے رسول اللہ ﷺ کے۔ آپ کی تمام باتیں سچی اور اچھی آپ کی تمام باتیں لینے ماننے قبول کرنے اور عمل کرنے کے قابل ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''خبردار! ہرگز ہرگز میری تقلید نہ کرنا، نہ مالک کی، نہ شافعی کی، نہ اوزاعی کی نہ ثوری کی بلکہ جہاں سے یہ بزرگ احکام لیا کرتے تھے وہیں سے تم بھی لیا کرو'' یعنی صرف قرآن وحدیث سے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''صحیح حدیث میں جو کچھ وارد ہوا ہے وہی میرا مذہب ہے جب میرے کلام کو حدیث کے خلاف پاؤ تو حدیث پر عمل کرو اور میرے قول کو دیوار پہ دے مارو۔''

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے: ''جب میرا قول کتاب اللہ کے خلاف ہو تو اسے چھوڑ دو لوگوں نے پوچھا جب حدیث رسول کے خلاف ہو تو فرمایا اس وقت بھی ترک کر دو پوچھا جب صحابہ کے خلاف ہو فرمایا اس وقت بھی چھوڑ دو۔'' (روضۃ العلماء)

☆☆..........☆☆

نواقض اسلام

الحمد للّٰہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللّٰہ و بعد!

﴿ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴾

(اٰل عمران: 32)

''کہہ دو تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو بلاشبہ اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔''

کچھ امور ایسے ہیں جن کا مرتکب مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ ان اُمور کو نواقض اسلام کہا جاتا ہے۔ جیسے ہوا کے خارج ہونے سے وضوٹوٹ جاتا ہے اسی طرح ان نواقض اسلام کے مرتکب کا اسلام ختم ہو جاتا ہے۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے نواقض اسلام امور میں سے دس امور کا ذکر کیا ہے جو بہت زیادہ خطرناک ہیں:

① ......شرک اکبر:

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا سب سے بڑا گناہ ہے، توبہ کے بغیر مشرک کی بخشش نہیں ہے اگر وہ بغیر توبہ کے مر گیا تو ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾

(النساء: 48)

''بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ جس کے لیے (جو گناہ) چاہے بخش دے گا۔''

قوال کہتا ہے پکارو شاہ جیلانی کو پکارو بدل جائے گی قسمت بے سہاروں یہ در محبوب

سبحان کا در ہے بھکاری بن کر آ ؤ۔ نہ گھبراؤ ذرا بھی غم کے مارو۔

مشکل پڑے تو یاد کرو دستگیر بغداد والے حضرت پیران پیر کو۔

منزل تیری کٹھن ہے اس سے ذرا نہ ڈر
قدم قدم پر یا فرید یا فرید کر
سارے جہاں میں درجہ ہے بابا فرید کا
خالی نہیں جاتا منگتا فرید کا
اے صابری جو مانگنا ہے مانگ لے
بابا فرید حاجت روا سب زمانے کے لیے

﴿ اِنَّهٗ مَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَقَدۡ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ الۡجَـنَّةَ وَ مَاۡوٰهُ النَّارُ ﴾

(المائدہ: 72)

''بے شک جو اللہ کے ساتھ شرک کرے گا اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔''

دعا میں شرک:

انبیاء اور اولیاء اللہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں اور مصیبتوں کو دور کرے ہیں پھر مشکلات سے نجات پانے کے لیے ان سے دعا مانگنا، انھیں پکارنا شرک اکبر ہے۔ جیسے لوگ تکلیف میں ''یا حبیب اللہ'' اور ''یا علی مدد'' کہتے ہیں۔

مشکلات حل کروانے کے لیے بزرگوں کی قبروں پر حاضر ہوتے ہیں ان کا طواف کرتے ہیں۔ برکت کے لیے قبر کو چھوتے اور بوسہ دیتے ہیں۔ انتہائی عاجزی اور انکساری کے ساتھ ان قبروں کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی مشکلات کے حل کے لیے انھیں پکارتے ہیں۔ یہ سب شرک اکبر کی شکلیں ہیں مشرکین مکہ کا شرک اللہ تعالیٰ یوں بیان کرتا ہے:

﴿ فَاِذَا رَكِبُوۡا فِى الۡـفُلۡكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَـهُ الدِّيۡنَ فَلَمَّا نَجّٰٮهُمۡ اِلَى الۡبَـرِّ اِذَا هُمۡ يُشۡرِكُوۡنَ ﴾ (العنکبوت:65)

پس جب وہ جب کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں اس کے لیے عبادت کو خالص کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ انھیں خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو وہ شرک کرنے لگتے ہیں۔''

ترمذی (3374) میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةِ))

''بے شک دعا عبادت ہی ہے۔''

مگر افسوس آج کلمہ گو سمندر اور خشکی، تنگی اور خوشحالی میں امام بری، علی ہجویری، اور رسول اللہ ﷺ سے مشکلات حل کروانے کے لیے استغاثہ کرتے ہیں۔

یہ اس شرک میں مشرکین مکہ سے بھی بڑھے ہوئے ہیں کیونکہ وہ صرف چھوٹی مشکلات میں اپنے بزرگوں کو پکارتے تھے بڑی مشکل میں انھیں صرف اللہ ہی یاد آتا تھا۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی اور کو شریک کرتا ہے اس کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنمی ہو جاتا ہے۔

﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لاَ يَسْتَجِيبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُوْنَ ﴾ (الاحقاف:5)

''اور اس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہوسکتا ہے جو اللہ کے ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کو جواب نہ دے سکے اور وہ ان کے پکارنے ہی سے غافل ہیں۔''

②......نیت اور ارادہ میں شرک:

اگر کسی شخص کے اعمال کا مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا نہیں ہے بلکہ اس کے سارے اعمال اس لیے ہیں کسی اور کا تقرب چاہتا ہے تو یہ نیت اور ارادہ کا شرک ہے۔

﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴾ (ھود:15)

''جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی زینت پر چاہتا ہو ہم ایسوں کو ان کے کل

اعمال کا بدلہ یہیں (دنیا) میں اور یہاں ان سے کمی نہیں کی جائے گی۔''

﴿ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ o ﴾ (ھود:17)

''تو کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہو اور اس کی طرف سے ایک گواہ اس کی تائید کر رہا ہو اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب بھی جو امام اور رحمت تھی، یہ لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور گروہوں میں سے جو اس کا انکار کرے تو آگ ہی اس کے وعدے کی جگہ ہے۔ سو تو اس کے بارے میں کسی شک میں نہ رہ، یقیناً یہی تیرے رب کی طرف سے حق ہے اور لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔''

③ ......اطاعت میں شرک:

حرام اور حلال کرنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اگر کوئی شخص اپنے پیشواؤں، حکمرنوں یا ججوں کو یہ حق دے کہ وہ اللہ کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دے سکتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں حکمرانوں، پیشواؤں، ججوں وغیرہ کو اللہ کا شریک بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ﴾ (التوبہ:31)

''ان لوگوں نے اللہ کے علاوہ اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنا لیا اور مریم کے بیٹے مسیح کو بھی، حالانکہ انھیں صرف ایک اکیلے اللہ ہی کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا۔''

اکثر مفسرین کرام نے بیان فرمایا ہے کہ علماء نے جس کو حلال قرار دیا اس کو حلال سمجھنا

اور جس کو علماء نے حرام قرار دیا اس کو حرام سمجھنا ان کی عبادت ہے۔

زنا جو حرام ہے اس کو باہمی رضامندی سے کیا جائے تو بعض لوگوں نے ''حقوق نسواں بل'' کے نام پر اسے حلال کر دیا، شراب جو حرام تھی آج قوالوں نے حلال کر دی۔

عزیز میاں قوال کہتا ہے:

ارے میں شرابی...... بڑی حسین ہے زلفوں کی شام پی لیجیے۔

ہمارے ہاتھ سے دو چار جام پی لیجیے

اور پلائے جب کوئی معشوق اپنے ہاتھوں سے شراب

تو پی لیجئے......''

④ ......محبت میں شرک:

﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ﴾ (البقرہ: 165)

''بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے شریک اوروں کو ٹھہرا کر ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے ہونی چاہیے اور ایمان والے اللہ کی محبت میں زیادہ شدید ہیں۔''

آج کتنے ہی کلمہ گو ہیں جو اپنے پیروں، فقیروں اور سجادہ نشینوں سے اللہ سے بڑھ کر محبت کرتے ہیں۔ جس طرح مشرکین مکہ کو توحید کے وعظ سے تکلیف ہوتی تھی اسی طرح انھیں بھی اللہ اکیلے کا ذکر کرنے سے تکلیف ہوتی ہے۔

﴿ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴾ (الزمر : 45)

''جب اللہ اکیلے کا ذکر کیا جائے تو ان لوگوں کے دل تنگ پڑ جاتے ہیں جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے اور جب اس کے سوا (اوروں کا) ذکر کیا جائے تو ان کے دل کھل کر خوش ہو جاتے ہیں۔''

آج بھی منظر دیکھنے کو ملتا ہے۔

ایک مولوی کہتا ہے: وہ لوگ جن کی اصل نہیں جن کی کوئی نسل نہیں، کراچی سے خیبر تک انھوں نے سارے ملک کی سفید دیواروں سے ایک نعرہ مٹایا ہے ایک نعرہ لکھا ہے جہاں جہاں یا علی لکھا تھا وہاں یا اللہ لکھا تو میں نے کہا اس کا کوئی جواب نہیں دیتا بلکہ یا اللہ لکھا ہوا دیکھتا ہوں تو علی کی حقانیت کو سجدے کرنے کو جی چاہتا ہے۔ یا علی کاٹ کر یا اللہ مدد لکھ کر 1400 برس کے بعد تسلیم تو کیا کہ یا علی کے مقابلے میں اس لعنتی کو بھی کوئی بندہ نظر نہیں آیا۔ نظر آیا تو صرف اللہ ہی آیا ہے۔

ایک کہتا ہے: رب کعبہ کی قسم! علی کی گواہی ایک ایسی گواہی ہے کہ جب تک علی کی گواہی نہ آئے، نہ توحید مکمل ہوتی ہے نہ رسالت بلکہ میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اگر علی کی گواہی نہیں تو جیسے توحید و رسالت مکمل نہیں ایسے اے مسلمان تیرا خون بھی مکمل نہیں۔

ایک ذاکر کہتا ہے: مجھے رب کعبہ کی قسم ہے نبیوں کے سلطان نے جھگڑے ہی ختم کر دیے ٹاؤن کمیٹی جانے کی ضرورت ہی نہیں۔ رجسٹر ڈھونڈنے کی ضرورت ہی نہیں یا علی مدد کا نعرہ لگاؤ خوش ہو جائے تو حلالی، اگر غصہ آئے تو حرامی ہے۔

ایک ذاکر کہتا ہے: یہاں جو مرضی آئے کر لو تمھیں اس نعرے کی اہمیت کا مرنے کے بعد پتا چلے گا جب نمازیں منہ پر مار دی جائیں گی، جب روزے تولے نہیں جائیں گے اور فرشتے ایک دوسرے سے کہیں گے اس کی ضمیر کی کتاب کے اوراق پلٹ کر دیکھو اس نے زندگی میں کتنی بار خلوص سے یا علی مدد کہا تھا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون یہ اہل شرک ہیں جو اللہ کے شریک مقرر کر کے ان شریکوں سے اللہ سے بڑھ کر محبت کرتے ہیں۔ یا اللہ مدد سے چڑتے ہیں مگر یا رسول اللہ مدد اور یا علی مدد سے خوش ہوتے ہیں۔ یہ چاروں اقسام شرک اکبر ہیں۔ جو کلمہ پڑھنے کے باوجود انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتی ہیں۔

اسی طرح عبادت کی کوئی شکل اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے اختیار کی جائے تو یہ بھی

شرک اکبر ہے۔ جیسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا شرک اکبر ہے جب مقصود اس کی عبادت، اس کا قرب اور اس کی عظمت کا اقرار ہو، جس نے اولیاء بتوں یا جنوں کے نام پر ذبح کیا وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔

جس نے غیر اللہ کے نام کی نذر اس عقیدے کے ساتھ مانی کہ یہ نفع ونقصان پہنچا سکتے ہیں تو یہ بھی شرک اکبر ہے۔

صحیح مسلم (1978) میں ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لعن اللّٰه من ذبح لغير الله))

''اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہے جو اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام پر ذبح کرے۔''

ہر دور میں مشرکین اولیاء اللہ کو اس لیے پکارتے ہیں کہ وہ اللہ کے دربار میں ان کی سفارش کریں اور ان کے وسیلے سے ان کی ضرورتیں اور حاجتیں پوری ہوں۔ مشرکین مکہ بھی اللہ کے سوا جن کی عبادت کرتے تھے ان کو نفع ونقصان کا مالک نہیں جانتے تھے مگر اللہ تعالیٰ کی عطا سے مطلب ہونا کا یہ خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کچھ اختیار دیئے ہیں، اسی طرح وہ اپنے معبودوں کو اپنے اور اللہ کے درمیان انھیں واسطہ اور وسیلہ بتاتے تھے۔

﴿ وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ (یونس: 18)

''اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو نقصان پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔''

﴿ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ﴾ (الزمر :3)

''خبر دار! اللہ ہی کے لیے خالص عبادت کرنا ہے اور جن لوگوں نے اس کے سوا اولیاء بنا رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ (بزرگ) ہمیں اللہ کے نزدیک کر دیں۔''

جو شخص اللہ تعالیٰ کو خالق، رازق اور مالک ماننے کے باوجود غیر اللہ کو سفارشی سمجھ کر ان سے دعا مانگتے ہوئے پکارے گا اور ان پر بھروسا کرے گا تو وہ کافر ہو جائے گا۔

افسوس آج کلمہ گو بھی اسی بدعقیدگی کا شکار ہو چکا ہے۔قوال کہتا ہے:

مکے گیاں گل مک دی ناہی بھاویں سو، سو جمعے پڑھ آیے
گنگا گیا گل مک دی ناہی بھاویں سو، سو غوطے کھایے

....

بلھے شاہ نے کہا:

نا میں پوجا پاٹ کیتی نا میں گنگا نہایاں
نا میں پنج نمازاں پڑھیا نا میں تسبا کھڑکایا
نا میں روزے رکھے نا میں چلا کمایا
بلھے شاہ نوں مرشد ملیا اونے ایویں جا بخشایا

اللہ کے حکم سے قیامت کے دن انبیاء اور اولیاء اللہ سفارش کریں گے مگر سفارش کے لیے انبیاء اور اولیاء کو پکارنا، ان سے دعا مانگنا کہ آپ ہمیں اپنی شفاعت عطا فرمائیں، یہ شرک ہے، کیونکہ دعا عبادت ہے تو اللہ سے دعا مانگنی چاہیے کہ اے اللہ! تو ہمیں اپنے حبیب کی شفاعت عطا فرما دے ...... کیونکہ شفاعت کی تمام اقسام کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

﴿ قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ﴾ (الزمر : 44)

''کہہ دو کہ تمام سفارش کا مالک اللہ ہی ہے۔''

﴿ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ﴾ (البقرہ: 255)

''کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر سکے۔''

لیکن شفاعت جو حق ہے اس کو نظر انداز کرنے والے اس کے برعکس معاملہ اختیار کر جاتے ہیں، جیسے ایک شاعر کہتا ہے:

او سوہنا میرا مولی او اللہ دے قریب ہے علی
او دوزخ دے بوہے اُتوں ہتھ نپ کے تے جنت پہچانا جاندا اے

جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَ لَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى ﴾ (الانبياء :28)

''اور وہ کسی کی بھی سفارش نہیں کرتے سوائے ان کے جن سے اللہ خوش ہو۔''

یہ سفارش صرف گناہگار مومن وموحد کے لیے ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلُ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ وَاِنِّى اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِىْ شَفَاعَةً لِأُمَّتِىْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِهِىَ نَائِلَةٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِىْ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا .)) (صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب اختيار النبى دعوة الشفاعة، رقم: 199۔ صحيح بخارى: 7474)

''ہر نبی علیہ السلام کی ایک مقبول دُعا ہوتی ہے، پس ہر نبی نے اس دعا کو مانگنے میں عجلت فرمائی اور میں نے اپنی اس دعا کو ذخیرہ کرلیا، اپنی اُمت کی شفاعت کے لیے پس اللہ نے چاہا تو میری اُمت میں سے ہر اس فرد کو حاصل ہوگی جو اس حال میں مرا ہو کہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو۔''

اس حدیث سے بھی واضح ہے کہ شافع محشر ﷺ کی سفارش کا فائدہ اُمت میں سے ہر اس شخص کو پہنچے گا جس نے اللہ کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کیا ہو۔

اہل کفر وشرک کے لیے قیامت کے دن کوئی سفارش نہیں ہوگی اور نہ ہی کوئی اپنی

شخصیت کے دباؤ سے اپنے پیروکاروں کے بارے میں ایسی سفارش کر سکے گا کہ جو بات چاہے وہ اللہ سے منوا لے۔ جیسا کہ جاہلوں کا عقیدہ ہے کہ ہمارے بزرگ اللہ کے پاس اڑ کر بیٹھ جائیں گے اور بخشوا کر اٹھیں گے۔ اللہ کے ہاں ایسی کسی شفاعت کا وجود نہیں ہے۔

الیاس قادری صاحب فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ بارگاہِ غوث اعظم میں حاضر ہو کر لوگوں نے عرض کی یا سیدی قبرستان میں ایک قبر سے مردے کی چیخ و پکار کی آواز آ رہی ہے مرشد کرم فرمائیے بے چارے کا عذاب دور ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کیا اس نے میری مجلس میں کبھی حاضری دی ہے؟ لوگوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ فرمایا: کیا اس نے میرا کبھی کھانا کھایا؟ لوگوں نے پھر لاعلمی کا اظہار کیا۔ آپ نے پوچھا کیا اس نے میرے پیچھے کبھی نماز پڑھی لوگوں نے پھر وہ جواب دیا۔ غوث اعظم نے سر مبارک ذرا سا جھکا لیا تو آپ پر جلال و وقار کے آثار ظاہر ہوئے اور کچھ دیر کے بعد فرمایا مجھے ابھی ابھی فرشتوں نے بتایا، اس نے آپ کی زیارت کی ہے اور اور اس کو آپ سے عقیدت بھی تھی۔ لہٰذا اللہ رب العزت نے اس پر رحم فرمایا اور اس کی قبر سے آوازیں آنی بند ہو گئیں۔''

انا لله و انا اليه راجعون۔ کہانی ......خالص من گھڑت کہانی۔

اگر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی مجلس، ان کا کھانا، ان کی زیارت، کوئی ایسی اہمیت والی بات ہوتی تو پھر کہانی کے اس کردار مدفون مردے کو عذاب شروع ہی کیسے ہوا؟ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی تفتیش سے پہلے کیا فرشتے اور ......نعوذ باللہ......اللہ سے بھی بھول ہو چکی تھی؟ (نعوذ باللہ) یہ تو ان کا مرید ہے اور تفتیش کرنے پر فرشتوں نے فوراً آ کر بتایا کہ جی وہ تو آپ سے محبت کرنے والا بندہ تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کا عذاب کینسل کر دیا...... یہ کہانیاں گھڑنے اور منانے والے بھی عقل استعمال نہیں کرتے کہ بے وجہ پیر کی شان بڑھانے کے چکر میں اللہ تعالیٰ کی شان و عظمت کے خلاف کہانی بنا اور سنا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے۔ سنئے قرآن کیا فرماتا ہے:

﴿ وَ اَنۡذِرۡ بِهِ الَّذِيۡنَ يَخَافُوۡنَ اَنۡ يُّحۡشَرُوۡۤا اِلٰى رَبِّهِمۡ لَيۡسَ لَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖ وَلِىٌّ وَّ لَا شَفِيۡعٌ لَّعَلَّهُمۡ يَتَّقُوۡنَ ﴾ (الانعام: 51)

''اور ایسے لوگوں کو ڈرائیے جو اس بات پر ڈرتے ہیں کہ اپنے رب کے پاس ایسی حالت میں جمع کیے جائیں گے کہ اس کے سوا نہ کوئی ان کا مددگار ہوگا اور نہ کوئی سفارشی ہوگا اس امید پر کہ وہ ڈر جائیں۔''

صرف توحید کا اقرار ایمان لانے کے لیے کافی نہیں ہے بلکہ ان معبودوں کا انکار کرنا بھی ضروری ہے جس کو اس زمانے کے لوگ پوجتے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَ يُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَكَ بِالۡعُرۡوَةِ الۡوُثۡقٰى لَا انۡفِصَامَ لَهَا ﴾ (البقرہ: 256)

''جس نے طاغوت کا کفر کیا اور اللہ پر ایمان لایا پس اس نے ایک مضبوط حلقہ تھام لیا جو ٹوٹنے والا نہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهَ وَكَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَرُمَ مَالُهُ وَدَمُهُ وَ حِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ .)) (صحيح مسلم: 23)

''جس شخص نے لا الہ الا اللّٰہ کہا اور اللہ کے سوا جن جن کی پوجا کی جاتی ہے ان کا انکار کیا اس کا مال اور خون مسلمانوں پر حرام ہو گیا اور اس کا حساب اللہ کے حوالے ہے۔''

ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ اپنے معاشرے میں موجود پوجے جانے والے معبودوں کا انکار کرے اور اسے سنت ابراہیمی پر عمل کرتے ہوئے غیر اللہ کے پجاریوں سے علیحدگی اور بیزاری کا اعلان کرنا۔

﴿ قَدۡ كَانَتۡ لَكُمۡ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ فِىۡۤ اِبۡرٰهِيۡمَ وَالَّذِيۡنَ مَعَهٗ ۚ اِذۡ قَالُوۡا لِقَوۡمِهِمۡ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنۡكُمۡ وَمِمَّا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ كَفَرۡنَا بِكُمۡ وَبَدَا بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمُ

الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ ﴾ (الممتحنہ: 4)

''یقیناً تمہارے لیے ابراہیم اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے ان میں بہترین نمونہ ہے جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا: ہم تم سے اور اللہ کے علاوہ جن کی تم عبادت کرتے ہو، سے بری ہیں۔ ہم تمہیں نہیں مانتے اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے عداوت اور بغض ظاہر ہو گیا۔ یہاں تک کہ تم اس اکیلے اللہ پر ایمان لاؤ۔''

دین اسلام اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ آخری دین ہے۔ سابقہ تمام شریعتیں منسوخ ہو گئی ہیں۔ اب اسلام کو قبول کرنا ہی نجات کا واحد راستہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس امت کا کوئی بھی شخص خواہ یہودی ہو یا عیسائی میرے بارے میں سنتا ہے پھر اس حال میں مر جائے کہ وہ میرے اوپر اور میری لائی ہوئی شریعت پر ایمان نہیں لاتا تو وہ جہنمی ہے۔'' (صحیح مسلم:153)

طاہر القادری صاحب لاکھ کہتے رہیں کہ بلیورز (Believers یعنی مومن) اور نان بلیورز (Non Believers یعنی غیر مومن) کی جب تقسیم کی جاتی ہے تو عیسائی اور یہودی بلیورز (مومن) میں شامل ہوتے ہیں ان کو کفار کہنا جائز نہیں۔

یاد رکھیے! جو شخص رسول اللہ ﷺ کے آ جانے کے بعد تورات اور انجیل کی تعلیم پر عمل کرنے والوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ یہ لوگ بھی جہنم سے نجات پا سکتے ہیں یا جنت میں داخل ہو سکتے ہیں یا ان کے گمراہ ہونے میں شک کرے تو ایسا شخص بھی کافر ہے۔

اسی طرح مسلمان کہلوانے والے وہ لوگ جو کفر اکبر یا شرک اکبر میں ملوث ہیں یا پھر رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے ہیں یا جو دین اسلام کی بنیادی باتوں کا انکار کرتے ہیں وہ کافر ہیں ان کے کفر میں شک کرنا یا انھیں بھی نجات پانے

والا سمجھنا یہ بھی کفر ہے۔اللہ تعالیٰ نے اہل کفر وشرک سے محبت حرام قرار دی:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ (التوبه: 33)

''اے ایمان والو! اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان سے زیادہ عزیز رکھیں۔تم میں سے جو بھی ان سے محبت کرے گا وہی ظالم ہوگا۔''

﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْا آبَاءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ﴾

(المجادله: 22)

''اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والی قوم کو آپ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائیں گے اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا ان کے بھائی یا قبیلے کے عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔''

مگر افسوس کہ آج بہت سے کلمہ گو کفار سے کتنی محبت کرتے ہیں طاہر القادری کے فرزند نے اس سال چرچ میں عید میلاد النبی منائی اور جماعت کروائی، خوب دوستی کا ثبوت دیا۔

جس نے یہ سمجھا کہ نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی اور کا طریقہ زندگی زیادہ مکمل اور جامع ہے یا یہ عقیدہ رکھا کہ نبی کریم ﷺ کے طریقہ حکمرانی سے بہتر اور کوئی طریقہ حکمرانی ہے تو وہ کافر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے ذریعے اس امت کو کامل دین دیا۔

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ (المائده: 5)

''آج میں نے تمھارے لیے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام پورا کر دیا اور تمھارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔''

اس کامل دین کے سوا اللہ کے ہاں کوئی اور دین قابل قبول نہیں۔

﴿ وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ (آل عمران: 85)

''جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں سے ہوگا۔''

جس نے انسان کے بنائے ہوئے طاغوتی قوانین کو رسول اللہ ﷺ کے طریقے سے بہتر سمجھا یا زانی کو رجم کرنے اور چور کے ہاتھ کاٹنے کو آج کے دور کے لیے نامناسب خیال کیا یا شرعی امور میں انسان کے خود ساختہ قوانین کے ذریعے فیصلہ کرنا جائز سمجھا وہ کافر ہے۔

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَ يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴾ (النساء: 60)

''کیا آپ نے انھیں نہیں دیکھا جن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو کچھ آپ پر اور جو کچھ آپ سے پہلے اتارا گیا اس پر ان کا ایمان ہے لیکن وہ اپنے فیصلے طاغوت کی طرف لے جانا چاہتے ہیں حالانکہ انھیں حکم دیا گیا ہے کہ اس کا انکار کریں۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ انھیں بہکا کر دور کی گمراہی میں ڈال دے۔''

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ (النسا: 65)

﴿ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾

(المائدہ: 44)

''جس نے نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کی کسی چیز کو ناپسند کیا اور اس سے بغض رکھا وہ شخص کافر ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کے کسی قول، فعل، حکم یا ممانعت سے بغض رکھنے والا کافر ہے جیسے لوگ چار شادیوں کی اجازت کو ناپسند کرتے ہیں، دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہونے کو برا جانتے ہیں اور اپنی زبان سے عقلی طور پر ان باتوں کا رد کرتے ہیں۔ زانی کے رجم کرنے اور چور کے ہاتھ کاٹنے کو ایسے لوگ دین کی کسی بھی ایک بات سے بغض رکھنے کی بنا پر کافر ہیں۔

مالک فرماتا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ☆ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا اَنزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴾ (محمد :8-7)

''اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے ہلاکت ہو اللہ ان کے اعمال غارت کر دے گا یہ اس لیے کہ وہ اللہ کے نازل کردہ دین سے ناخوش ہوئے پس اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے اعمال ضائع کر دیے۔''

پس اللہ کے نازل کردہ دین سے ناخوش ہونے والا اسے ناگوار جاننے والا کافر ہے اور اس کے اعمال ضائع ہیں منافقین کے اعمال ضائع ہونے کی وجہ بھی یہ بیان فرمائی کہ انھوں نے اللہ کی رضامندی کو برا جانا۔

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَا اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴾ (محمد : 27)

''یہ اس بنا پر کہ یہ (منافق) وہ راہ چلے جس سے انھوں نے اللہ کو ناراض کر دیا اور انھوں نے اس کی رضامندی کو برا جانا تو اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیے۔''

جس نے رسول اللہ ﷺ پر نازل شدہ دین کی کسی چیز کا یا اس کی جزا و سزا کا مذاق

اڑایا، اس نے کفر کا ارتکاب کیا اگرچہ اس نے ہنسی مذاق کے طور پر یہ بات کہی ہو۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جنگ تبوک کے موقع پر ایک محفل میں ایک شخص نے صحابہ کرام کے بارے میں کہا کہ ان سے زیادہ میں نے باتوں میں تیز، کھانے میں پیٹو، کلام میں جھوٹے، اورلڑائی میں بزدل کسی اورکونہیں دیکھا۔محفل میں سے ایک شخص نے کہا تم جھوٹ بولتے بلکہ تم منافق ہو۔ میں رسول اللہ ﷺ کوضرور بتاؤں گا آپ تک بات پہنچی تو قرآن کریم کی آیات نازل ہوئیں۔ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں اس شخص کو دیکھ رہا تھا وہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کے ساتھ چمٹا ہوا تھا اور پتھر اس کے پاؤں کو زخمی کر رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا کہ یا رسول اللہ! ہم تو یوں ہی آپس میں مذاق کر رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ یہ آیات تلاوت کر رہے تھے:

﴿ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُ وْنَ☆ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ﴾ (التوبہ: 66-65)

''کہہ دیجئے کیا اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کا مذاق اُڑا رہے تھے، عذرمت تراشو،تم اپنے ایمان کے بعد کفر کر چکے ہو۔''

یادرکھیے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کا مذاق اڑانے والے کے بارے میں کتنی شدید وعید آئی ہے۔افسوس آج اسلام کی طرف نسبت کرنے والے کچھ لوگ پھر اسی راہ کے راہی بن چکے ہیں، فاضل علوی شیعہ ذاکر تین خلفاء کا انگلیوں کے سے مذاق اڑاتے ہوئے کہتا ہے کہ ان تینوں نے مل کر کسی کو چاقو بھی نہیں مارا بہن کو مارنے سے تو بہادر نہیں بنتے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ حالانکہ بہن کو مارنے والی بات ثابت ہی نہیں ہے۔

فاضل علوی صحابہ کی توہین کرتے ہوئے کہتا ہے ان صحابہ سے بہتر سیہون شریف ہے کسی صحابی کی قبر پر اتنا رش نہیں ہوتا جتنا سیہون شریف میں ہوتا ہے۔

یادرکھیے! رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والے دین کی کسی بات کا مذاق اڑانا چاہے وہ نماز ہو، داڑھی ہو،شلوار کا ٹخنے سے اوپر کرنا ہو،شرعی پردہ ہو،سود کا چھوڑنا ہو یا جنت اور

جہنم کی کسی چیز کا ذکر ہو کفر ہے چاہے مذاق اڑانے والا آنکھ، زبان یا ہاتھ کے کسی اشارے سے مذاق اڑائے۔ یہ چیز آدمی کو اسلام سے خارج کر دینے والی ہے۔

فاضل علوی تراویح کا مذاق اڑاتا ہے کہ مجھے کوئی لاکھ روپیہ بھی دے تب بھی تراویح نہ پڑھوں ساری رات پریڈ کرا کرا مارتے ہیں داڑھی کا مذاق اڑاتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ کرتا ہے کہ علی کو مولا مان گئے تو حیوان مان گئے نہ مانا تو حیوان ناطق نے نہیں مانا۔ دیوبندی مولوی الیاس گھمن سنت رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتا ہے کہ عبدالعزیز نورستانی اور شیخ ابو عمر فضل حق کی داڑھی سکھوں کی طرح لمبی داڑھی ہے، حلانکہ رسول اللہ ﷺ کی داڑھی آپ کے سینہ مبارک تک تھی۔ ان کے شیخ زکریا کاندھلوی صاحب نے ''شمائل ترمذی'' میں رسول اللہ ﷺ کے حلیہ کے بارے میں مروی ایک حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا:

''دارھی نہایت گنجان جو پورے چہرہ کا احاطہ کیے ہوئے تھی اور سینہ کے ابتدائی حصہ پر پھیلی ہوئی تھی۔'' (خصائل نبوی اُردو شرح شمائل ترمذی، ص:261، مطبوع مکتبہ الشیخ، کراچی)

ایک ملنگنی نماز کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتی ہے: ''قلندر کی تصویر بناتی ہوں اور اس میں لکھتی ہوں علی یہی میری نماز ہے۔''

قبروں کی پوجا کرنے والے آج حج بیت اللہ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ہیں کہ لعل شہباز کے دربار پر آنا حج برابر ہے یہ غریبوں کا حج ہے۔ اللہ پاک نے کہا ہے جس کے پاس پیسے ہیں وہ تو سعودیہ جائیں اور جس کے پاس پیسے نہیں وہ قلندر بابا پہ آئیں پتھر مارے انھیں عمرے کا ثواب ملے گا۔

ایک شاعر ملنگی بابا کی شان میں قصیدہ لکھتا ہے:

مبارک ہو تمھیں حج دوستو تم حرم کو جاؤ
طواف کوئے دربار ملنگی میری قسمت ہے

تمھاری خاک پا سے میں وضو کرتا ہوں اے بابا
تمھارے نام کی تسبیح بھی میری تلاوت ہے
اسے سجدہ کہو تم یا سلامی عشق والوں کی
ملنگی آستاں پہ سر جھکانا میری عادت ہے
جس کو چاہا ہے ہمیشہ وہ تصور ہے تیرا
جس کو پوجا ہے ہمیشہ وہ تیری تصویر ہے
سرفریدی کا سدا اس آساں پہ خم رہے
یہ میرے ذوق عبادت کی صحیح تفسیر ہے

اور جنت کا مذاق اڑاتے ہوئے عزیز میاں قوال نے کہا:

جنت جو ملے لا کر مے خانے میں رکھ دینا
اور کوثر کو میرے چھوٹے سے پیمانے میں رکھ دینا
ارے میت میری جا کر نہ ویرانے میں رکھ دینا
بلکہ پیمانوں میں دفنا کر مے خانے میں رکھ دینا
ساقی در مے خانے ابھی بند نہ کرنا
شاید مجھے جنت کی حور راس نہ آئے

جنت کی توہین اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ آج پاک پتن میں جنت کا دروازہ بنالیا گیا ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

جادو اپنی مختلف قسموں کے ساتھ:

جادو کے ذریعے انسان کو اس کی محبوب چیز سے متنفر کرنا جیسے شوہر کے دل میں بیوی کے خلاف نفرت پیدا کرنا اور جادو کے ذریعے انسان کو اس کی ناپسندیدہ چیز کی طرف مائل کرنا۔جس نے جادو کیا یا اس سے راضی ہوا اس نے کفر کیا۔ جادو کی تعلیم شیطان کی طرف سے ہے اور کفر ہے۔

﴿ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَ لٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ﴾ (البقرہ: 102)

''اور سلیمان نے کفر نہیں کیا لیکن شیاطین نے کفر کیا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔''

جادو اس اعتبار سے ایک حقیقت ہے کہ باذن اللہ اس کا اثر ہو سکتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس سے اپنی پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔ جادوگر پڑھ پڑھ کر پھونک مارتے اور گرہ لگاتے جاتے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یوں کہنے کا حکم دیا ہے:

﴿ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ﴾ (الفلق: ٤/١١٣)

''اور گرہ (لگا کر ان) میں پھونکنے والیوں کے شر سے (میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہو۔''

جادو کے ذریعے میاں بیوی میں تفریق تک پیدا کی جاتی ہے۔

﴿ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ ﴾ (البقرہ: 102)

''لوگ ان دونوں سے وہ سیکھتے جس سے خاوند اور بیوی میں جدائی ڈال دیں۔''

رسول اللہ ﷺ پر ایک یہودی نے جادو کیا اس کا اثر یہ تھا کہ آپ ایک چیز کے بارے میں خیال فرماتے کہ میں نے یہ کر لیا ہے حالانکہ آپ ﷺ نے وہ نہیں کیا ہوتا تھا۔ (صحیح بخاری:3268)

یہ نبی اکرم ﷺ کی شان نبوت ہے کہ اس قدر خطرناک جادو کا بس یہ معمولی سا اثر خیال کی حد تک ہی ہوا۔ جیسا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر خیال تک ہوا تھا۔ اللہ نے فرمایا:

﴿ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ عِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴾ (طٰہٰ: 66)

''ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان (موسیٰ) کے خیال میں ان کے جادو کی وجہ سے کہ واقعی وہ دوڑ رہی ہیں۔''

بعض لوگ نبی اکرم ﷺ پر جادو کے اس اثر کا انکار کر کے حدیث کو جھٹلاتے ہیں۔

حالانکہ یہ تو قرآن مجید سے بھی ثابت ہے کہ نبی پر خیال کی حد تک جادو اثر کرسکتا ہے۔

جادو کفر ہے اسے کرنے والا اور اس پر راضی ہونے والا کافر ہے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے ایک سال قبل یہ حکم نامہ جاری کیا کہ ((اقْتُلُوْا كُلَّ سَاحِرٍ)) ''ہر جادوگر کو قتل کردو چنانچہ ایک دن میں تین جادوگرنیاں قتل کی گئیں۔''

(سنن ابی داؤد: 304)

اہل اسلام کے خلاف کفار سے تعاون:

مسلمانوں کے خلاف مشرکوں سے تعاون کرنا اور ان کو مدد پہنچانا کفر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَـٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ☆ ﴾ (المائدہ: 51)

''اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ تو آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے وہ بے شک انھیں میں سے ہے، ظالموں کو اللہ ہرگز راہ راست نہیں دکھاتا۔''

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ ﴾

(آل عمران: 118)

''اے ایمان والو! تم ایمان والوں کے سوا کسی اور کو اپنا راز دار نہ بناؤ۔''

مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد چاہے مال سے ہو، یا بدن سے یا آراء سے اور کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنا اور اپنے مال، جان، زبان اور ہتھیار سے کافروں کا دفاع کرنا اہل ایمان کے لیے جائز نہیں۔

سیّدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (مکہ مکرمہ میں رہنے والے) بعض مسلمان جنگ بدر میں مشرکین مکہ کے ساتھ نکلے اور اس طرح مشرکین کی تعداد میں اضافہ

ہوا۔ دوران جنگ میں مسلمانوں کے تیر اور تلوار سے یہ لوگ قتل ہوئے جس پر مسلمان غمگین ہوئے تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ﴾ (النساء: 97- صحیح بخاری: 4596)

''جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں جب فرشتے ان کی روح قبض کرتے ہیں پوچھتے ہیں تم کس حال میں تھے یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور اور مغلوب تھے فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم ہجرت کر جاتے، یہی لوگ جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ پہنچنے کی بری جگہ ہے۔''

اسی طرح کافروں کی طاقت کو مضبوط کرنے اور مسلمانوں پر انھیں فتح یاب کرنے کے لیے مسلمانوں کی جاسوسی کرنا، ان کے راز کفار تک پہنچانا اور مسلمانوں پر کفار کے غلبہ کے لیے کوشش کرنا حرام ہے۔

جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ بعض لوگ بغیر کسی عذر شرعی، کبھی شریعت محمدی ﷺ کی پابندیوں سے آزاد ہیں تو وہ بھی کفر کے مرتکب ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ایک خط کھینچا پھر دو خط دائیں اور بائیں کھینچے پھر درمیان والے خط پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے اور دوسرے خطوط کے بارے میں فرمایا کہ یہ وہ راستے ہیں جن پر شیطان بیٹھا ہے اور وہ ان کی طرف لوگوں کو بلا رہا ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ﴾ (الانعام: 153)

''اور یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت

چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔'' (سنن ابن ماجہ: 11)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری پوری امت جنت میں جائے گی سوائے وہ جو انکار کر دے۔ پوچھا کہ انکار کرنے والا کون ہے؟ فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی پس اس نے انکار کیا۔ (صحیح بخاری: 7280)

پس جس نے شریعت محمدی سے خروج کیا اور یہ گمان کیا کہ اس کو اس دین کی ضرورت نہیں ہے جو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو سکھایا تھا کہ وہ اپنے گمان میں اللہ سے براہ راست سنتا ہے اور براہ راست اللہ سے احکامات وصول کرتا ہے وہ دائرۂ اسلام سے نکل جاتا ہے۔

ایک قوال پنجابی میں قوالی گاتے ہوئے کہتا ہے:

''میں مشورہ دیواں ان سجناں نوں کوئی ایسا پیر سلیکٹ کرے
جیہڑا راز ہمزاد دیاں گلاں آپ اللہ پاک نال ڈائرکٹ کرے
جیہدے منہ دی نکلی ہر گل اللہ پاک وی نا رجیکٹ کرے
جینے جینے جانا یاروں جنت وچ مولیٰ علی دے نال کنٹکٹ کرے''

زکریا کاندھلوی صاحب ''فضائل حج'' ص 165 پر شریعت محمدی سے اپنے آپ کو بے نیاز سمجھنے والے ایک شخص کا قصہ لکھتے ہیں اور اسے ولی اللہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ جو سماع حدیث کی مجلس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

''اس جگہ وہ ہیں جو رزاق کے عبد سے حدیثیں سنتے ہیں اور یہاں وہ ہیں جو خود رزاق سے سنتے ہیں نہ کہ اس کے عبد سے۔''

اسی طرح ابن عربی اپنی کتاب فصوص الحکم کے بارے میں لکھتا ہے کہ ''میں اس میں اسی قدر وارد کر رہا ہوں جس قدر لوح محفوظ میں ہے۔ اس میں کمی بیشی کرنا اب میرے اختیار میں نہیں۔'' انا للہ و انا الیہ راجعون لا حول ولا قوۃ الا باللہ

ایسے باطل عقائد کے لیے موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے قصے سے دلیل لینا درست نہیں ہے کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں حتی کہ عیسیٰ علیہ السلام

جب آسمان سے نازل ہوں گے تو وہ بھی محمد ﷺ ہی کی اطاعت کریں گے۔ اگر چہ کچھ متعصب لوگوں کا دعویٰ ہے کہ وہ فقہ حنفی پر عمل پیرا ہوں گے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

آج کوئی رسول اللہ ﷺ کی شریعت کو چھوڑ کر موسیٰ علیہ السلام یا عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر عمل کرتا ہے تو وہ کافر ہے پھر جو اپنے کشف، ذوق یا رائے کو کتاب وسنت کے مقابلے میں حجت سمجھتا ہے تو اس کا اسلام کیسے باقی رہے گا؟

خضر علیہ السلام پر موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت واجب نہیں تھی نہ ہی موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کی طرف مبعوث کئے گئے تھے بلکہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کیا تم بنی اسرائیل کی طرف نبی بنا کر بھیجے جانے والے موسیٰ ہو؟ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا ہاں اور میں تمھارے پاس اس لیے آیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں جو ہدایت کی باتیں سکھائی ہیں وہ مجھے بھی سکھا دو۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا اے موسیٰ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس علم پر ہوں جو اس نے مجھے سکھایا اور تم اس کو نہیں جانتے اور تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس علم پر ہو جو اس نے تمھیں سکھایا اور میں اس کو نہیں جانتا۔ (صحیح بخاری: 3401)

جبکہ محمد رسول اللہ ﷺ تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

﴿ قُلْ يَاۤ أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ﴾

(الاعراف: 158)

”آپ کہہ دو کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوں۔“

لہٰذا اب رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے علاوہ کسی اور طریقے میں نجات نہیں ہے۔

اللہ کے دین سے اعراض کرنا:

وہ اس طرح کہ آدمی دین کی بنیادی باتوں کو بھی نہ سیکھے جن کو ماننے سے آدمی اسلام میں داخل ہوتا ہے اور نہ ہی ان باتوں پر عمل کرے تو وہ کافر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴾ (السجدہ: 22)

''اس سے بڑا ظالم کون ہے جسے اس کے رب کی آیات کے ساتھ نصیحت کی جائے ، پھر وہ اس سے اعراض کرے یقیناً ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔''

دین سے اعراض اتنا بڑا جرم ہے کہ اس کی سزا دینا آخرت میں ملتی ہے۔

﴿ وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴾ (طه: 124)

''اور جس نے میری نصیحت سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیے تنگ معیشت ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اُٹھائیں گے۔''

﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ﴾ (الاحقاف: 3)

''کافر لوگ جس چیز سے ڈرائے جاتے ہیں اس سے روگردانی کرتے ہیں۔''

چند اور نواقض اسلام:

① جو اللہ، اس کے رسول یا فرشتے کو گالی دیتا ہے کافر ہے۔

② انبیاء و رسل میں سے کسی کا منکر بھی کافر ہے اور جو محمد ﷺ کے بعد کسی اور نبی کی آمد کا قائل ہو کافر ہے۔

③ شریعت کے فرائض میں کسی فریضہ کا منکر کافر ہے مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد وغیرہ کا منکر۔

④ اللہ کے حرام کردہ جیسے: زنا، شراب، چوری، جادو، قتل وغیرہ کو جائز کہنے والا کافر ہے۔

⑤ قرآن مجید کو غلاظت میں پھینکنے والا توہین کرنے والا بھی کافر ہے۔

⑥ فرشتوں، رسولوں، کتابوں اور آخرت میں سے کسی چیز کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ تقدیر کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

﴿ اِنَّا كُلَّ شَىْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ﴾ (القمر: 54)

''بے شک ہم نے ہر چیز کو ایک مقررہ اندازے پر پیدا کیا۔''

صحیح مسلم (2655) میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر چیز تقدیر کے ساتھ ہے حتی کہ نادانی اور دانائی بھی۔

آئمہ اہل سنت نے اس جیسی آیات اور ارکان ایمان کو واضح کرنے والی صحیح احادیث سے استدلال کرتے ہوئے تقدیر الٰہی کا اثبات کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مخلوقات کے پیدا کرنے سے پہلے ہی سب کا علم تھا اور اس نے سب کی تقدیر لکھ دی ہے۔

ابوداود (4691) میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تقدیر کے منکر اس امت کے مجوسی ہیں اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو اگر مر جائیں تو جنازہ نہ پڑھو۔

یحییٰ کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ملا اور انھیں بتایا کہ بعض لوگ قرآن پڑھتے ہیں علم کے دعوے دار ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ تقدیر کوئی چیز نہیں سارے امور از خود ہوتے ہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا تم ان لوگوں سے ملو تو ان کو بتاؤ کہ میں ان سے بے زار ہوں اور وہ مجھ سے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر کسی کے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور وہ اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا، جب تک تقدیر پر ایمان نہ ہو۔ پھر حدیث جبریل بیان کی کہ جبریل نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، آخرت کے دن پر اور تقدیر کے خیر وشر پر ایمان لاؤ۔

ابوداود (ص4699) میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ تمام آسمان اور زمین والوں کو عذاب دے تب بھی ان پر ظلم نہیں ہوگا اگر ان پر رحمت کرے تو رحمت ان کے لیے ان کے اعمال سے بہتر ہے اگر کسی آدمی کے لیے احد پہاڑ یا اس کے برابر سونا ہو، اس کو اللہ کے راستہ میں خرچ کر دے۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس سے یہ قبول نہیں کرے

گا جب تک وہ اچھی و بری تقدیر پر ایمان نہ لے آئے اور اسے یہ یقین نہ ہو جائے کہ جو کچھ اسے مل گیا وہ کسی بھی شکل میں اس سے چھوٹ نہیں سکتا تھا اور جو کچھ نہیں ملا وہ کسی بھی شکل میں نہیں مل سکتا تھا اگر (تقدیر کے) اس عقیدہ کے ماننے بغیر تو مر گیا تو تجھے ضرور آگ میں داخل کیا جائے گا۔

مرتد کا حکم: صحیح بخاری میں ہے کہ عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس مرتدین لائے گئے آپ نے ان کو زندہ جلا دیا جب یہ بات سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: ''اگر میں ہوتا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل سے منع فرمانے کی وجہ سے انہیں زندہ نہ جلاتا البتہ انہیں قتل ضرور کر دیتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ .)) (صحیح بخاری:4022)

''جو اپنا دین (اسلام) بدل دے (چھوڑ دے) اسے قتل کر دو۔''

حدیث سے واضح ہے کہ مرتدین کو قتل کر ڈالنے کا حکم ہے۔

☆☆............☆☆

گستاخ کون؟

الحمد لله والصلاة والسلام علی رسول الله و بعد

﴿ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ (الزمر : 67)

دین اسلام دین توحید ہے عقیدہ توحید وہ عظیم نعمت ہے کہ کائنات میں اس سے بڑھ کوئی نعمت نہیں اسی عقیدے کی نشر و اشاعت کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو مبعوث فرمایا:

﴿ ولقد بعثنا فی کل امة رسولا ﴾

''ہم نے ہر امت میں رسول بھیجے یہ پیغام دے کر۔''

﴿ ان اعبدالله و اجتنبوا الطاغوت ﴾ (النمل:36)

''عبادت صرف اللہ کی کرو اور ہر طاغوت کا انکار کرنا۔''

دعوت توحید ہر نبی کی پہلی اور بنیادی دعوت تھی۔ آج بھی اہل توحید اسی دعوت کو سینے سے لگا کر گلی گلی آوازہ بلند کر رہے ہیں اے لوگو! اللہ کو پہچانو وہ ہی خالق، مالک، رازق اور تمام عبادت کا حقدار ہے قرآن کریم کی آیت پہ غور کریں:

﴿ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ (النمل: 64)

''کیا وہ جو مخلوق کی اول دفعہ پیدائش کرتا ہے پھر اسے لوٹائے گا اور جو تمھیں آسمان اور زمین سے روزیاں دے رہا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو اپنی دلیل لاؤ۔''

﴿ لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴾ (الانبیاء: 22)

''اگر آسمان و زمین میں سوائے اللہ کے اور بھی معبود ہوتے تو یہ دونوں درہم برہم ہوجاتے پس اللہ تعالیٰ عرش کا رب ہر اس وصف سے پاک ہے جو یہ مشرک بیان کرتے ہیں۔''

آج اہل شرک نے اللہ کے ساتھ جن پیروں فقیروں اور ولیوں کو معبود بنا رکھا ہے جن کے لیے سجدے و رکوع کیے جارہے ہیں، قبروں کا طواف کیا جارہا ہے، جن کو مشکل کشا سمجھ کر پکارا جارہا ہے ان کی حالت قرآن سے سنو:

﴿ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ﴾ (الفرقان: 3)

''ان لوگوں نے اللہ کے سوا جنھیں اپنے معبود ٹھہرا رکھے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں یہ تو اپنی جان کے نقصان، نفع کا بھی اختیار نہیں رکھتے اور نہ موت و حیات کے اور نہ دوبارہ جی اٹھنے کے وہ مالک ہیں۔''

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ☆ ﴾ (سبا: 22)

''کہہ دو کہ اللہ کے سوا جن جن کا تمھیں گمان ہے (سب) کو پکار لو، نہ ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمینوں میں سے ایک ذرہ کا اختیار ہے نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔''

جب اہل توحید یہ دعوت دیتے ہیں تو اہل شرک تڑپ اٹھتے ہیں اور اہل حدیثوں پہ

الزام لگاتے ہیں کہ یہ اولیاء کے گستاخ ہیں، گستاخ رسول ہیں، واجب القتل ہیں وغیرہ وغیرہ۔ درجنوں علمائے اہل حدیث ان اہل شرک کے ہاتھوں شہید ہو چکے ہیں، درجنوں جیل کی سلاخوں کے پیچھے قید کیے جا چکے ہیں، درجنوں پر پھانسی کا آرڈر ہو چکا ہے۔ ماضی قریب میں پروفیسر زاہد حسین مرزا پر نعرہ توحید بلند کرنے کے جرم میں مظفر آباد میں یہ ہی کیس چلا پھانسی کا آرڈر ہوا اور بالآخر جیل سے ان کی لاش نکلی۔

آئیں آج آپ کے سامنے اس حقیقت کو بیان کرتا ہوں کہ اہل حدیث اہل توحید نہ اولیاء کے گستاخ ہیں نہ انبیاء کے گستاخ ہیں بلکہ ان سب کا ادب واحترام کرتے ہیں۔

اہل شرک حقیقت میں اللہ کے گستاخ ہیں شرک کر کے وہ رب تعالیٰ سے دشمنی کرتے اور اپنے پیروں فقیروں کے احترام کے گمان میں اور رب کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔

ہندوؤں کے بھجن کے مقابلے میں قولی ایجاد کرنے والوں کے منہ سے سنیے۔ سعید چشتی قوال کہتا ہے:

''نہ اللہ رہے گا نہ بندہ رہے گا خدائی کا مالک محمد رہے گا جیسے میری سرکار ہے ایسا نہیں کوئی۔'' انا لله وانا اليه راجعون

ارشاد ربانی ہے:

﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ☆ وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴾

(الرحمن : 27-26)

''صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت اور عزت والی ہے باقی رہ جائے گی باقی سب کے لیے موت ہے۔''

﴿ وَ لَا تَـدْعُ مَـعَ اللّٰـهِ اِلٰهًـا اٰخَـرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ (القصص: 88)

''اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکارنا سوائے اللہ کے کوئی اور معبود نہیں ہے۔ ہر چیز فنا ہونے والی ہے مگر اسی کا چہرہ اسی کے لیے فرمانروائی ہے اور تم

اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

رب کی گستاخی کرتے ہوئے عزیز میاں قوال کہتا ہے:

بروزحشر اتنی بھی جلد بازی کیا ہے
ذرا شراب تو پی لیں حساب دیتے ہیں

اگراللہ نے پوچھا عزیز شراب کیوں پی؟ تو میں کہوں گا اگر کھائے واعظ نے انگور تو میں حشر میں کہہ دوں گا۔ اے اللہ یہ شراب کی گولیاں کھاتے تھے ہم ساغر سے پیتے تھے۔

حشر کا میدان جہاں سب انبیاءؑ نفسی نفسی کہہ رہے ہوں گے سوائے رسول اللہ ﷺ کے۔

جہاں اللہ اور بندے کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا۔

جس حساب کو یاد کر کے رسول کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے:

((اللهم حاسبنی حساباً يسيرا))

فاطمہ سے فرمایا تھا: میری بیٹی! ایمان پر قائم رہنا۔ اللہ کے مقابلے میں مَیں تمھارے لیے اختیار نہیں رکھتا۔ (بخاری: 3527) عمل کرنا پکڑی گئی تو میں نہ چھڑا سکوں گا۔

لیکن یہ قوال اللہ کی شان کی میں اوراس کے انصاف میں کیسے اعتراض کر رہا ہے۔

رہے دونوں فرشتوں ساتھ تو انصاف کیا ہوگا
کسی نے کچھ لکھا ہوگا کسی نے کچھ لکھا ہوگا

اللہ پر اعتراض کرنے والوں کا قیامت کے دن کیا حال ہوگا:

﴿ اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ (یس: 65)

''آج ان کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی ہاتھ اور پاؤں بول بول کر گواہی دیں گے جو کچھ یہ کیا کرتے تھے۔''

﴿ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ ﴾ (فصلت: 21)

''یہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف شہادت کیوں دی وہ جواب دیں گی ہمیں اس اللہ نے قوت گویائی عطا فرمائی جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت بخشی ہے۔''

تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھو جتنی گستاخی میرے رب کی قوال کرتے ہیں شاید اتنی یہود و نصاریٰ نے بھی نہ کی ہوگی۔ نصاریٰ نے تو عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا قرار دیا تھا تو سورۂ مریم آیت نمبر 90 میں مالک کا جواب سنیے:

﴿ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا☆ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا☆ ﴾ (مریم: 90)

''قریب ہے کہ اس (جملے) سے آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں زمین پھٹ جائے اور پہاڑ کانپ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں کہ انھوں نے رحمان کی اولاد بنا دی۔''

مگر افسوس آج اہل توحید کو گستاخ رسول کہنے والوں کی رب کی گستاخیوں کا یہ حال ہے احمد رضا خان بریلوی اپنی کتاب ملفوظات احمد رضا میں موسیٰ سہاگ کا قصہ لکھتے ہیں: ''جو اپنی چوڑیوں کی طرف پتھر لا کر کہتا ہے بارش برسا یا اپنے سہاگ واپس لے۔'' جو اللہ کو اپنا خاوند کہتا ہے۔

اسی مذہب کا قوال نصرت فتح علی خاں اللہ کی توہین کس انداز میں کرتا ہے غور کیجیے:

کبھی یہاں تمھیں ڈھونڈا کبھی وہاں پہنچا
تمھاری دید کی خاطر کہاں کہاں پہنچا
غریب مٹ گئے پامال ہو گئے لیکن کسی تلک نہ تیرا نشان پہنچا
ہو بھی نہیں اور ہر جا بھی ہو تم اک گورکھ دھندا ہو

اللہ کو گورکھ دھندا کہنا کتنا بڑا ظلم عظیم ہے اگر کسی انسان کو کہے کہ تمھارا تو پتا ہی نہیں چلتا تم کیا ہو تم گورکھ دھندا ہوا تو وہ انسان اس کے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟ مگر افسوس قوال آج اللہ کو یہ کہہ رہا ہے۔ قرآن کے آوازے پر کان دھرو......

﴿ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾

(الزمر: 67)

''اور ان لوگوں نے جیسی قدر اللہ کی کرنی چاہیے تھی نہیں کی ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے وہ پاک و برتر ہے ہراس چیز سے جسے لوگ اس کا شریک بنائیں۔''

حیران ہوں اس بات پرتم کون ہو کیا ہو؟
ہاتھ آ ؤ تو بت ہاتھ نہ آ ؤ تو خدا ہوتم اک گورکھ دھندا ہو
لامکانی کا بھی بہرحال ہے دعویٰ تمھیں
نحن اقرب کا بھی پیغام سنا رکھا ہے
تم اک گورکھ دھندا ہو

دیکھیں: پہلی گستاخی تو یہ کہ اللہ اور بتوں کو ایک قرار دیا۔

دوسری اللہ کی باتوں میں تضاد بیانی کا دعویٰ کہ کبھی لامکانی (جو کسی جگہ نہ ہو) اور کبھی نحن اقرب (ہم تو بندے کے بالکل قریب ہیں)۔

ان قوالو! اور صوفیوں سے پوچھو کہ اللہ نے لامکانی کا دعویٰ کہاں کیا ہے۔ یہ تو تم نے خود گھڑ رکھا ہے۔ طارق جمیل صاحب بھی فرماتے ہیں:

''اے اللہ تو لامکان ہے اس میں کوئی شک نہیں۔''

کوئی ان سے پوچھے یہ آپ نے کہاں سے جانا؟ خود بات گھڑ کے اللہ کے ذمہ لگاتے ہیں، پھر تضاد بیانی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ قرآن پاک کی آیت پر غور کرو۔

﴿ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ﴾ (الحجرات: 16)

آیئے قوال کی باتوں کا جواب رب کے قرآن سے سنیں:

﴿ طٰهٰ☆ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓی ﴾ (طه)

''ہم نے یہ قرآن تجھ پر اس لیے نہیں اتارا کہ تو مشقت میں پڑ جائے۔''

﴿ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰی ﴾

بلکہ اس کی نصیحت کے لیے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔

﴿ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰی ﴾

''اس کا اتارنا اس کی طرف سے ہے جس نے زمین کو اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا ہے۔''

﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی ﴾ (طٰهٰ: 1 تا 5)

''جو رحمٰن ہے عرش پر قائم ہے۔''

وہ لامکان نہیں ہے بلکہ عرش پر ہے۔ مگر افسوس قوال اللہ کے عرش کی توہین کرتے ہوئے پیر کی گلیوں کو عرش قرار دیتا ہے۔

سعید چشتی قوال کہتا ہے:

جناں گلیاں وچ میرا بابا فرید ٹریا اے
عرش پاک نا آکھاں تے کی آکھاں

اللہ اپنے عرش پر ہے یہ معلوم ہے کیفیت مجہول ہے اس کے بارے میں کریدنا بدعت ہے مگر قوال کیا کہتا ہے سنیے:

چھپتے نہیں ہو سامنے آتے نہیں ہو تم
جلوہ دکھا کے جلوہ دکھاتے نہیں ہو تم
دیر و حرم کے جھگڑے مٹاتے نہیں ہو تم
جو اصل بات ہے وہ بتاتے نہیں ہو تم
حیران ہوں میرے دل میں سمائے ہو کس طرح
حالانکہ دو جہاں میں سماتے نہیں ہو تم

یہ معبد و حرم یہ کلیسا و دیر کیوں؟
ہر جاہ ہی ہو تبھی تو بتلاتے نہیں ہو تم
تم اک گورکھ دھندہ ہو
انا للہ وانا الیہ راجعون۔
میرے رب کی توہین اور اعتراض! سوچیں کیا یہ گستاخی نہیں؟

اپنے پاس سے عقیدے گھڑ کر کے رب کے ذمہ لگانا ان قوالوں کا کام ہے، اللہ نہ کسی کے دل میں ہے، نہ کسی معبد و کلیسا میں ہر جگہ اللہ کی عبادت کا دعویٰ اہل ایمان کا دعویٰ نہیں بلکہ اہل کفر و شرک کا قول ہے۔

نصرت فتح علی خان کا ایک اور گستاخانہ انداز دیکھئے:
یہ برائی وہ بھلائی یہ جہنم وہ بہشت
اس الٹ پھیر میں فرماؤ کیا رکھا ہے
جرم آدم نے کیا اور سزا بیٹوں کو
عدل و انصاف کا معیار بھی کیا رکھا ہے

قرآن کی دعوت سنیں:
﴿ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُمْ يُسْئَلُوْنَ ﴾
''اس (اللہ) سے نہیں پوچھا جاتا اس کے بارے میں جو وہ کرے اور ان سے پوچھا جاتا ہے۔''

قرآن کے مطابق تو اللہ کے فیصلوں پر سوال کرنے کا کسی کو حق نہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام ہی کو زمین پر اتارا تھا، لیکن ان قوالوں کی جرأت دیکھیں، کہتے ہیں:
زندگی کتنے ہی مردوں کو عطا کی جس نے
وہ مسیحا صلیبوں پر سجا دیتے ہو تم
جذب و مستی کی منزل پہ پہنچتا ہے کوئی

بیٹھ کر دل میں انا الحق کی صدا دیتے ہو
خود ہی لگواتے ہو پھر کفر کے فتوے اس پر
خود ہی منصور کو سولی پر چڑھا دیتے ہو

یہ قوال برائی، بھلائی جنت اور جہنم کو الٹ پھیر بتا رہا ہے، اللہ کے معیار عدل کا مذاق اڑا رہا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب پہ سجنے کی بات کر کے عیسائیوں کو خوش اور قرآن کو جھٹلا رہا ہے۔ آیت پر غور کیجیے:

﴿ وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ ﴾

''کہ انھوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی۔''

پھر فرمایا:

﴿ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ﴾ (النساء: 157)

''بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا۔''

پھر منصور حلاج جیسے زندیق کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس کے اندر اللہ ہی تو داخل ہوا تھا جس کی وجہ سے منصور نے انا الحق کہا تھا۔ اپنی ایک تقریر میں مولانا طارق جمیل صاحب فرماتے ہیں:

''منصور جئے چک سولی دتے
واقف جہڑے کل اسراراں ہو
سکھ ریت روش منصوری نوں
ٹھپ رکھ ھن کنز قدری نوں''

اور فتح علی خان کی گستاخی کا اندازہ کریں، کہتا ہے:

اپنی ہستی بھی وہ اک روز گنوا بیٹھتا ہے
اپنے درشن کی لگن جس کو لگا دیتے ہو
کوئی رانجھا جو کبھی کھوج میں نکلے

پھر اسے چھمب کے بیلے میں رلا دیتے ہو
جستجو تمھاری لے کر چلے جو قیس کوئی
اس کو مجنوں کسی لیلیٰ کا بنا دیتے ہو
جھوک سی کے اگر من میں تمھاری جاگے
تم اسے تپتے ہوئے تھل میں جلا دیتے ہو
سوہنی گر تم کو ماہی وال تصور کر لے
اس کو بپھری ہوئی لہروں میں بہا دیتے ہو
خود جو چاہو تو سر عرش بلا کر محبوب
ایک ہی رات میں معراج کرا دیتے ہو
تم اک گورکھ دھندہ ہو............

انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

اس قوال نے کس طرح ہیر رانجھے لیلیٰ مجنوں اور سسی پنوں جیسے بدکار عاشقوں کا ذکر کر کے آخر میں اللہ اور اس کے آخری رسول کا ذکر کر کے نتیجہ یہ نکالا کہ یہ سب محبت کی داستانیں ہیں اور رب تو گورکھ دھندہ ہے۔

افسوس اس گستاخی پر مبنی قوالیوں کو درباروں پہ باوضو ہو کر سنا جاتا ہے قرآن کی تلاوت کی جگہ یہ قوالی سنی جاتی ہے جس میں میرے رب کو گالیاں دی جاتی ہیں۔

''جو کہتا ہوں مانا تمھیں لگتا ہے برا سا
پھر بھی ہے مجھے بہر حال تم سے گلہ سا
جب چپ رہے دیکھتے تم عرش بریں پر
تپتے ہوئے کربل میں محمدؐ کا نواسا
کس طرح پلاتا تھا لہو اپنا وفا کو
پھر تین دنوں سے وہ اگرچہ تھا پیاسا

دشمن تو تھا بہر طور دشمن،
مگر افسوس تم نے بھی فراہم نہ کیا پانی ذرا سا
ہر ظلم کی توفیق ہے ظالم کی وراثت
مظلوم کے حصے میں تسلی نہ دلاسا
کل تاج سجا رکھا تھا جس شخص کے سر پر
ہے آج اسی شخص کے ہاتھوں میں کاسا
یہ کیا ہے اگر پوچھوں تو کہتے ہو جواباً
اس راز سے ہوسکتا ہے نہیں کوئی شناسا
تم اک گورکھ دھندہ ہو............

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس ظالم قوال نے سیدنا حسن وسیدنا حسین رضی اللہ عنہما کا بظاہر افسوس کرتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ان کا ایک لحاظ سے دشمن سے بھی بڑا دشمن کہہ دیا کیوں کہ اللہ نے طاقت ہونے کے باوجود نہ انھیں روکا نہ پانی پلایا بلکہ چپ چاپ دیکھتا رہا تو پھر دشمن ہی ٹھہرا۔

حسن وحسین رضی اللہ عنہما تو میرے رب کے پیارے عبادت گزار بندے تھے رسول کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھے وہ شہید ہوکر اپنا اجر پا گئے مگر یہ قوال اللہ سے دشمنی کر کے برباد ہو گیا۔ آیت قرآنی پر غور کرو:

﴿ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ جِبْرِيْلَ وَ مِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴾ (البقرہ: 98)

''جو شخص اللہ کا اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبرئیل و میکائیل کا دشمن ہو ایسے کافروں کا دشمن خود اللہ ہے۔''

قبروں پر سجدے رکوع وطواف سے منع کرنے والوں کو دعوت توحید کے جرم میں گستاخ کہنے والوں کی گستاخی پر غور کرو۔ نصرت فتح علی خاں کہتا ہے:

''گئیں مندراں پا کے متھے تلک لگا کے

نی میں جانا جوگی دے نال

جوگی نہیں کوئی روپ ہے رب دا

بھیس جوگی دا اس نے نوں پھبدا

اہل شرک جس کو چاہتے ہیں رب قرار دے دیتے ہیں۔طاہر القادری صاحب بھی فرماتے ہیں:

محمد خدا ہے نہ ذات خدا سے جدا ہیں پھر کیا ہیں

ھک اے ھک اے ھک اے جیہڑا اک کو ڈو کر جانے کافر تے مشرک اے

چوکاں دے وچ بلے بہندے

پیر مودا مرشد نوں رب آنکھیں بھاویں فتوے لان شریعتاں جی

یہ قبر پرست چاہیں علی کو الہ بنالیں پھر بھی گستاخ نہیں ایک قبر پہ کھڑے ہو کر نعرہ لگا رہا ہے نعرہ الٰہی یا علی۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خواجہ غلام فرید چشتی اپنے دیوان میں لکھتے ہیں:

چاچڑ وانگ مدینہ جاتم تے کوٹ مٹھن بیت اللہ

رنگ بنا بے رنگی آیا کیتم روپ تجلیٰ

ظاہر دے وچ مرشد ہادی باطن دے وچ اللہ

نازک مکھڑا پیر فریداں سانوں ڈسدا ہے وجہ اللہ۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خواجہ غلام فرید چشتی ان کا مزار کوٹ مٹھن ڈیرہ غازی خان میں ہے،ان کی کتاب ہے ''فوائد فریدیہ''......ایک بریلوی عالم محمد حسن علی رضوی اپنی کتاب برق آسمانی بر فتنہ شیطانی ص 98 پر تسلیم کرتے ہیں کہ فوائد فریدیہ خواجہ غلام فرید کی تصنیف ہے۔

پیر سید نصیر الدین گولڑوی بھی لکھتے ہیں: ''حضرت خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ کی زبان

حق۔''(الطمۃ الغیب:159)

بریلویوں کے علامہ عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں کہ ''خواجہ غلام فرید کی کتاب فوائد فریدیہ مسلک توحید اور اعتقادی مسائل پر بہترین کتاب ہے۔'' (تذکرہ اکابر اہل سنت، ص 323)

ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ ''فوائد فریدیہ'' علمائے بریلی کے نزدیک بہترین اور ثابت کتاب ہے۔اب آیئے دیکھیں یہ کتاب کس طرح اللہ اوراس کے دین کا مذاق اڑاتی ہے۔

''ایک شخص خواجہ معین الدین چشتی کے پاس آیا اورعرض کیا کہ مجھے اپنا مرید بنائیں فرمایا:

کہہ...... لا اله الا الله چشتی رسول الله ۔ (فوائدفریدیہ:83)

''ایک شخص نے حضرت کو کہا: اے حسین بن منصور تو پیغمبر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے حضرت حسین نے فرمایا کہ افسوس ہے تجھ پر تو نے میری قدر کم کردی میں تو خدائی کا دعویٰ کرتا ہوں۔'' (فوائدفریدیہ،ص76)

''ابوالحسن خرقانی نے فرمایا کہ صبح سویرے اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ کشتی کی اور ہمیں پچھاڑ دیا اور یہ بھی فرمایا کہ میں اپنے رب سے دوسال چھوٹا ہوں۔'' (فوائدفریدیہ،ص78)

''حضرت احمد غزالی نے فرمایا کہ سنت رسول ہو جانے کا نام ہے اور فرض خدا بن جانے کا۔'' (فوائدفریدیہ،ص80)

حضرت سعد الدین نے فرمایا:''یہ کون و مکان اور جو کچھ اس دنیا میں ہے میری دو انگلیوں کی قدرت کے قبضہ میں ہے نیز فرمایا حقیقی موحد اور حقیقی مشرک خدا ہے۔'' (فوائد فریدیہ،ص82)

عرش اور بیت اللہ کی توہین:

بریلوی پیروں کے نام کے کلمے

اعلیٰ حضرت کے نزدیک ہندوابدال

خواجہ غلام فرید اور ہندو مذہب

عبدالقادر کے نام ثواب اور تاثیر میں اللہ کے ناموں کے برابر ہیں۔

عبدالاحد قادری لکھتے ہیں اللہ کی طرف سے خطاب ہوا میں نے تیرے ناموں کو ثواب اور تاثیر کے لحاظ سے اپنے ناموں کے برابر کر دیا ہے۔ پس جو تیرے نام کو لے گا وہ میرے نام کو لے گا۔ کیا پیر جیلانی پر فرشتے نازل ہوتے تھے؟ قرآن کی آیت پر غور کریں:

﴿ وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ☆اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَ لَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ☆ ﴾ (فاطر:13 تا14)

''اور اللہ کے سوا جنھیں تم پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کی جھلی کے بھی مالک نہیں اور اگر تم ان کو پکارو گے تو وہ تمھاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو تمھارے کچھ کام نہ آئیں گے اور قیامت کے دن تمھارے اس شرک کا انکار کر دیں گے۔''

''فتاویٰ رضویہ'' پر میرے رب کی توہین۔ اللہ اس کفریہ عبارت پڑھنے سے پہلے تجھ سے معافی مانگتا ہوں اگر ان گستاخوں کی گستاخی واضح کرنا مقصد نہ ہوتا تو میں یہ عبارت نہ پڑھتا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

فتاویٰ رضویہ میں لکھا ہے:

''وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے جسے مکان، زمان، جہت، ماہیت، ترکیب عقلی سے پاک کہنا بدعت حقیقیہ کی قبیل سے ہے...... اس کا سچا ہونا کچھ ضرور نہیں جھوٹا بھی ہو سکتا ہے، ایسے کہ جس کی بات پر اعتبار نہیں، نہ اس کی کتاب قابل استناد، نہ اس کا دین لائق اعتماد، ایسے کو جس میں ہر عیب کی گنجائش ہو...... ایسے کو جس کا علم حاصل کیے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کا علم اس کے اختیار میں ہے چاہے تو جاہل رہے، ایسے کو جس کا بہکنا، بھولنا، سونا، اونگھنا، غافل

رہنا، ظالم ہونا حتی کہ مر جانا سب کچھ ممکن ہو، کھانا پینا، پیشاب کرنا، پاخانہ، پھرنا، ناچنا، تھرکنا، نٹ کی طرح کلا کھلنا، عورتوں سے جماع کرنا، لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا حتی کہ مخنث کی طرح مفعول بننا، کوئی خباثت کوئی فضیحت اس کی شان کے خلاف نہیں ......'' (فتاویٰ رضویہ، ج1، ص:745، طبع دار العلوم امجدیہ کراچی)

کہاں تک لکھا جائے اس ایک صفحہ پر ساٹھ کے قریب گندی اور نجس، پلید ترین باتیں اللہ کی طرف منسوب خود کیں اور الزام دے رہے ہیں کہ وہابیہ یہ کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب اس کا جھوٹ ہے، جو اس نے بڑی بے جگری سے رب کی طرف منسوب کرتے بول دیا۔

اے اہل توحید! ان اہل شرک کے طعنوں سے نہ گھبراؤ یہ تمھیں جھوٹے الزام دیتے رہیں گے کہ تم اولیاء اور انبیاء کے گستاخ ہو۔

حقیقت میں یہ اپنی گستاخیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے یہ شور مچاتے ہیں۔ اے موحد! توحید کی دعوت کے لیے جیو توحید کے لیے مرو۔ سیاسی مصلحتوں کے بت کو پاش پاش کر کے دعوت توحید کو پھیلانے کے لیے میدان عمل میں اتر پڑو۔ اہل شرک سے برأت کرو اپنے تعلقات اور رشتے توحید کی بنیاد پہ پر رکھو۔ غیرت صدیقی پر عمل کرو۔ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہودیوں کے محلے میں گئے ایک بڑی تعداد یہودیوں کی جمع تھی ان کا عالم بھی موجود تھا آپ نے کہا اللہ سے ڈر جا اسلام قبول کر لے اللہ کی قسم! تو خوب جانتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کی جانب سے رسول ہیں وہ اللہ کی طرف سے حق لے کر آئے ہیں اور تم یہ بات اپنے ہاں تورات میں لکھی ہوئی بھی پاتے ہو۔ اس پر وہ کہنے لگا وہ اللہ جو فقیر ہے بندوں سے قرض مانگتا ہے اور ہم تو غنی ہیں۔ اس نے قرآن کی اس آیت پر طنز کیا تھا۔

﴿ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ﴾ (البقرہ: 245)

''کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے۔''

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا اور کہا: اس رب کی قسم! جس کے ہاتھ

میں ابوبکر کی جان ہے اگر ہمارے اور تمھارے درمیان معاہدہ نہ ہوتا تو اے اللہ کے دشمن میں تیری گردن اڑا دیتا۔

اس نے رسول اللہ ﷺ کو شکایت کی کہ آپ کے ساتھی نے مارا ہے ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ اس نے رب کو فقیر اور خود کو غنی کہا۔ یہودی نے انکار کر دیا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے گواہی دینے والا کوئی نہ تھا اللہ نے اپنے بندے کی صداقت کا اعلان عرش سے کیا فرمایا:

﴿ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ ﴾

(آل عمران: 181)

''اللہ نے ان لوگوں کی بات سن لی جنھوں نے کہا اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔''

لوگو! اللہ اور اس کے رسول کی گستاخی کرنا یہودیوں کا وتیرہ تھا افسوس آج مسلمان کہلانے والے اس ڈگر پر چل پڑے۔ فرمان مصطفیٰ ﷺ یاد کرو۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم بہرصورت پہلی امتوں کی پیروی میں ایسے برابر ہو جاؤ گے جیسے تیر تیر سے۔ یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کی بل میں داخل ہوئے تو تم بھی داخل ہو جاؤ گے صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا یہودی اور عیسائی مراد ہیں۔ آپ ﷺ نے جواب دیا تو اور کون مراد ہے۔ (بخاری و مسلم) اللہ ہمیں اپنے حبیب اور اپنے اولیاء کی محبت عطاء فرمائے۔ واما علینا الا البلاغ المبین

اولیاء اللہ کون؟

انسانوں میں اللہ کے دوست بھی ہیں اور شیطان کے بھی چنانچہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ☆ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ☆ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِى الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ☆ ﴾ (یونس:62 تا 64)

''سن لو ! بے شک اللہ کے دوست ، ان پر کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیے ہوئے تھے۔ انھی کے لیے دنیا کی زندگی میں بشارت ہے اور آخرت میں بھی، اللہ کی باتوں کے لیے کوئی تبدیلی نہیں ، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ (البقرہ:257)

''اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے، وہ انھیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے دوست طاغوت ہیں وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں، یہ لوگ دوزخی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ

اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَO ﴾ (المائدہ:51)

''اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے جو انہیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ انہی میں سے ہے، بے شک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔''

ان آیات مبارکہ سے ثابت ہوا کہ کچھ لوگ اللہ کے اولیاء ہیں اور کچھ شیطان کے ولی ہیں۔ آیئے دیکھیں اولیاء اللہ کے کیا اوصاف ہیں۔

①......اولیاء اللہ مومن و متقی ہوتے ہیں:

صحیح بخاری میں حدیث قدسی ہے، سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جس نے میرے دوست سے دشمنی کی اس کے لیے میری طرف سے اعلانِ جنگ ہے اور میرا بندہ فرائض ادا کرنے سے جتنے میرے قریب ہوتا ہے اتنا اور کسی چیز سے نہیں ہوتا۔ اور میرا بندہ (فرائض کے بعد) نفل عبادتوں کے ذریعے سے مجھ سے اتنا نزدیک ہوتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے دیکھتا ہے اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں۔ اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے پھر وہ میرے ذریعے سنتا ہے میرے ذریعے پکڑتا ہے چلتا ہے اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اگر وہ (دشمن) سے میری پناہ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور مجھے کسی کام میں جس کو میں کرنا چاہتا ہوں اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا اس بندۂ مومن کی روح قبض کرنے میں ہوتا ہے اسے (جسمانی تکلیف کے بعد) موت ناپسند ہوتی ہے مجھے بھی اسے تکلیف دینا اچھا نہیں لگتا۔'' (صحیح بخاری: 650)

اولیاء تو اللہ کی توحید کو ماننے والے اور اس کے رنگ میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں، سوچئے! جو اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں اس کی ذات میں حلول کے دعوی دار ہیں وہ کیسے اولیاء اللہ ہو سکتے ہیں؟ دیوان محمد، فضائل صدقات، ملفوظات احمد رضا، ارواح ثلاثہ، تذکرہ الرشید...... وغیرہمیں ایسے کئی قصے ہیں جو وحدت الوجود کے حلولی معنی پر دلالت کرتے ہیں۔

مسند احمد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان کا سب سے مضبوط دستہ یہ ہے کہ اللہ کے لیے محبت کی جائے اور اللہ کے لیے دشمنی کی جائے۔ (مسند احمد:86/4)

افضل اولیاء اللہ، انبیاء کرام ہیں اور نبیوں میں سب سے افضل امام الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ اولاد آدم کے سردار قیامت کے دن اللہ کی حمد کا جھنڈا آپ کو ملے گا۔ مقام محمود کے حامل ہوں گے اور حوض کوثر آپ کو ملے گا۔

قیامت کے دن لوگوں کی شفاعت کرنے والے جنھیں سب سے عظیم کتاب وشریعت ملی جن کی امت سب سے افضل۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

''سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی۔'' (ترمذی:3148)

''میں جنت کے دروازے پر آ کر دروازہ کھولنے کا مطالبہ کروں گا محافظ پوچھے گا آپ کون؟ میں کہوں گا محمد وہ کہے گا مجھے حکم ہی یہ ہوا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں۔'' (صحیح مسلم:197)

اولیاء اللہ کی دوسری نشانی رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنے والے ہوتے ہیں ارشاد باری ہے:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ﴾ (آل عمران: 31)

''کہہ دیجیے (اے نبی ﷺ!) اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔''

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں بعض لوگوں نے اللہ سے محبت کا دعویٰ کیا تو اللہ نے

ان کے امتحان کے لیے مذکورہ آیت نازل فرمائی جس میں اس نے فرمایا جو اللہ کی محبت کا دعوے دار ہو مگر اتباع نہ کرے تو وہ اولیاء اللہ میں سے نہیں ہے۔

سوچیے! ہم نے جن کو اولیاء اللہ مان رکھا ہے ان کے اعمال کیا رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق ہیں؟

قبروں کو پوجنا، میلے وعرس لگانا، لوگوں کو صرف فضائل کی دعوت دینا روح توحید سے دور رکھنا اتباع رسول ہے یا نفس کی پیروی؟

اولیاء کے لیے تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔

﴿ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ مَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴾

(البقرہ: 136)

''(مسلمانو!) تم یہود و نصاریٰ کو یہ جواب دو کہ ہم تو اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اس چیز پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا، اس پر اور جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، ویعقوب اور اولاد (یعقوب علیہم السلام) کی طرف نازل کیا گیا، ان پر اور موسیٰ وعیسیٰ کو جو دیا گیا اس پر اور جو دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب سے ملا ان پر۔ ہم ان پیغمبروں (پر ایمان کے معاملے) میں سے کسی ایک میں فرق نہیں کرتے اور ہم اسی ایک اللہ کے فرمانبردار ہیں۔''

اگلی آیت میں فرمایا:

﴿ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ (البقرہ:137)

''اگر تمھاری طرح یہ لوگ بھی انھیں چیزوں پر ایمان لے آئیں جن پر تم لائے ہو تو وہ ہدایت پا گئے اور اگر وہ (اس سے) پھر جائیں تو وہ صرف مخالفت میں (پڑے ہوئے)

ہیں۔''

مگر جن کو آج اولیاء اللہ کا خطاب دیا جاتا ہے وہ اپنے آپ کو قرآن و حدیث سے آزاد سمجھتے ہیں اور براہ راست اللہ سے سننے کا دعویدار ہے سنیے:

فضائل حج ص ۱۶۵، ارواح ثلاثہ ص۲۷۴-۲۷۵

جو شخص اللہ کا ذکر نہ کرے وہ شیطان کا ولی ہے۔

﴿ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴾

(الزخرف:36)

''اور جو شخص رحمان کی یاد سے غفلت برتے ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں وہی اس کا ساتھی ہوتا ہے۔''

سب سے افضل ذکر قرآن حکیم ہے:

﴿ وَ هٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴾ (الانبیاء:50)

''اور یہ نصیحت و برکت والا قرآن بھی ہم نے نازل کیا ہے تو کیا تم اس کا انکار کرو گے۔''

جو اس قرآن سے اعراض کرے اور اسے ذکر نہ سمجھے وہ اولیاء اللہ میں شامل نہیں ہو سکتا۔ آیئے سنیے! نام نہاد ولی کیسے قرآن سے روکتے ہیں۔ فضائل اعمال میں دیو بندیوں کے شیخ الحدیث زکریا صاحب نے لکھا:

''میں علی بن میمون رحمہ اللہ مغربی کا قصہ مشہور ہے کہ جب شیخ علوان حموی جو ایک متبحر عالم اور مفتی اور مدرس تھے، سیّد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سیّد صاحب کی اُن پر خصوصی توجہ ہوئی تو اُن کو سارے مشاغل درس و تدریس فتویٰ وغیرہ سے روک دیا اور سارا وقت ذکر میں مشغول کر دیا ...... لوگوں نے بڑا شور مچایا کہ شیخ کے منافع سے دنیا کو محروم کر دیا اور شیخ کو ضائع کر دیا وغیرہ وغیرہ ...... کچھ دنوں بعد سیّد صاحب کو معلوم ہوا کہ شیخ کسی وقت کلام

اللہ شریف کی تلاوت کرتے ہیں، سیّد صاحب نے اس کو بھی منع کر دیا تو پھر پوچھنا ہی کیا، سیّد صاحب پر زندیقی اور بددینی کا الزام لگنے لگا، لیکن جلد ہی شیخ پر ذکر کا اثر ہو گیا اور دل رنگ گیا تو سیّد صاحب نے فرمایا کہ اب تلاوت شروع کر دو۔ کلام پاک جو کھولا تو ہر لفظ پر وہ علوم و معارف کھلے کہ پوچھنا ہی کیا ہے۔ سیّد صاحب نے فرمایا کہ میں نے خدانخواستہ تلاوت کو منع نہیں کیا تھا بلکہ اس چیز کو پیدا کرنا چاہتا تھا۔'' (فضائل اعمال، ص:465)

سوچئے! قرآن تو خود بابرکت ذکر ہے، سب سے بہترین علوم ومعرفت کا خزینہ ہے لیکن ان صوفی صاحب نے تلاوت سے بھی روک دیا تا کہ علوم و معارف کھلیں۔ افسوس! آخر یہ کون سے علوم و معارف ہیں جو تلاوت روک دینے سے حاصل ہوتے ہیں؟

نام نہاد ذکر کبھی سانس سے، کبھی دل سے، بدعتی اذکار اللہ ھو کا ذکر۔ کلیات امدادیہ ص 15 تا 21 دیکھیں۔

امداد اللہ مہاجر مکی صاحب نے لکھا:

''اثبات مجرد ذکر کا طریقہ:...... ذاکر کو چاہئے کہ اپنی کمر سیدھی کر کے اور دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر دو زانو بیٹھے اور اپنے سر کو داہنے شانے کی طرف لے جا کر ''اِلا اللہ'' کی ضرب دل پر لگائے اور ''لا الہٰ'' کہتے وقت ''لا موجود ولیس معہ غیرہ'' (حاشیہ میں اس کا ترجمہ لکھا ہے: ''میرے سوا! خدا کے پاس کوئی نہیں ہے) کا تصور کرے، اسی طرح چار سو مرتبہ متواتر ضربیں لگائے۔''

(کلیاتِ امدادیہ، ص:16)

ظاہری امور میں اولیاء اللہ دوسروں سے ممتاز نہیں ہوتے لباس شکل وصورت عام انسانوں کی طرح ہوتا ہے جو ننگے ہو جائیں، بال کاٹنا چھوڑ دیں وہ اولیاء مجذوب بن جاتے ہیں۔ ننگا ہونا ولایت کی نشانی نہیں ہے۔ ملفوظات 30۔

اولیاء اللہ معصوم نہیں ہوتے ان سے غلطیاں ہوسکتی ہیں معصوم عن الخطاء

صرف انبیاء ہوتے ہیں۔لہٰذا اولیاء اللہ کی اتباع کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ صرف نبی کی اطاعت کا حکم دیا گیا۔

اولیاء کے سرتاج صحابہ کرام، ابوبکر، عمر، عثمان، علی ہیں۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے احسانوں کا بدلہ نہیں اتار سکا تو اتارنا، ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے۔

((عمر لو کان بعد نبی لکان عمر۔)) (مسند احمد)

"اللہ نے عمر کی زبان اور دل کو حق سے معمور کردیا۔"

عثمان......جس کو سات مرتبہ ایک مجلس سے جنت کی خوشخبری دی۔

علی......کل جھنڈا اس کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتا ہے۔

شیطان کے اولیاء کون ہیں؟

جو ننگے رہتے ہیں۔

☆☆..........☆☆

مزاروں اور درباروں کی شرعی حیثیت

الحمد لله والصلوة والسلام علی رسول الله و بعد

﴿ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلاَ تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴾ (الجن : 18)

''بے شک مسجدیں اللہ کے لیے ہیں اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔''

سرزمین مکہ جہاں آج اللہ نے مجھے اور آپ کو جمع فرمایا ہے مالک سے دعا ہے کہ اسی طرح ہم سب کو جنت الفردوس میں جمع فرمائے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے اس سرزمین کے باسی اپنے اللہ خالق و مالک کے ساتھ ساتھ غیر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو چکے تھے، بیت اللہ میں 360 بتوں کو پوجا جاتا تھا۔ شجر وحجر کی پوجا ہوتی اور ان بتوں میں بعض انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کی مورتیاں بھی تھیں۔ آئیے! اس شرک کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں۔

یاد رکھیے!......ابتدا میں سب لوگ موحد تھے قرآن کریم کی اس آیت پر غور کرو:

﴿ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ﴾

(البقرہ:213)

''سب لوگ ایک ہی امت تھے (پھر اختلافات رونما ہوئے) تب اللہ نے نبی بھیجے جو خوشخبریاں دینے والے اور ڈرانے والے تھے۔''

مستدرک حاکم میں ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں آدم اور نوح علیہما السلام کے درمیان دس صدیوں کا فاصلہ ہے اس مدت میں سب لوگ اسلام پر تھے پھر لوگوں نے نئے نئے راستے ایجاد کر لیے اور اسلام سے منحرف ہوگئے تو اللہ نے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا جو بشارت دینے والے اور ڈرانے والے تھے۔

صحیح مسلم میں حدیث قدسی میں ہے:

((وَاِنِّیْ خَلَقْتُ عِبَادِیْ حُنَفَاءَ کُلُّهُمْ ، وَاِنَّهُمْ اَتَتْهُمُ الشَّیَاطِیْنُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِیْنِهِمْ وَ حَرَّمَتْ عَلَیْهِمْ مَا أَحْلَلْتُ لَهُمْ وَاَمَرَتْهُمْ اَنْ یُشْرِكُوْا بِیْ مَا لَمْ اَنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا)) (صحیح مسلم، کتاب الجنة ، رقم: 2865)

''رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ ''میں نے اپنے بندوں کو دین حنیف پر اور موحد پیدا کیا پھر شیاطین ان کے پاس آئے اور ان کو ان کے دین سے بہکا دیا۔ میں نے جو چیزیں حلال قرار دیں حرام کر دیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ میرے شریک بنالیں۔جس کی میں نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔''

صحیح بخاری میں ہے کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا کیا جاتا ہے مگر اس کے والدین اس کو یہودی، نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں جیسے چوپایہ کا بچہ کہ صحیح کان والا پیدا ہوتا ہے مگر یہ بت پرست دیوی دیوتاؤں پر چڑھاتے ہیں اور کان کاٹ دیتے ہیں۔اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا چاہو تو یہ آیت پڑھ لو:

﴿ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ﴾ (الروم: 31)

''بس تم ایک طرف کا ہو کر اپنا چہرہ دین کے لیے سیدھا رکھو، اللہ کی اس فطرت پر جس پر اللہ نے انسان کو پیدا کیا ہے اللہ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جا سکتی۔''

آیئے اب دیکھیں کہ مومن و موحد معاشرے میں شرک و بت پرستی کا آغاز کیسے ہوا؟

قرآن و حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سابقہ امتوں میں شرک کی ابتداء یوں ہوئی کہ انہوں نے اپنے بزرگوں کی وفات کے بعد ان کی یادگاریں بنا کر انھیں خراج عقیدت پیش کیا۔ رفتہ رفتہ یہ عقیدت عبادت میں تبدیل ہوگئی۔

قرآن کریم نے قوم نوح کا حال بیان کیا کہ قوم نوح نے دعوت توحید کے جواب میں

کہا:

﴿ لاَ تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلاَ تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلاَ سُوَاعًا وَلاَ يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴾ (نوح: 23)

''تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ ود، سواع، یغوث، یعوق اورنسر کو چھوڑنا۔''

صحیح بخاری میں ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''یہ پانچوں قوم نوح کے بزرگ تھے جب وہ انتقال کر گئے تو شیطان نے ان کی قوم کو یہ پرفریب مشورہ دیا کہ جہاں یہ لوگ عبادت کے لیے بیٹھا کرتے تھے وہاں ان کے مجسّمے بنالو اوران کے نام ان بزرگوں کے نام پر رکھ لو چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا اس وقت تو ان مجسّموں کی عبادت نہیں ہوئی مگر یہ طبقہ گزر گیا اورعلم جاتا رہا تو انھی مجسّموں (بتوں) کی پوجا ہونے لگی۔''

(صحیح بخاری:4920)

مگرافسوس آج شیطان امت محمدیہ سے یہ شرکیہ اعمال بزرگوں کی قبروں پر کروا رہا ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔صحیح مسلم میں۔

((كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فانها تذكر الآخرة))

(مسند احمد: 23005)

''میں نے تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا لیکن اب تم ان قبور کی زیارت کرو کیونکہ یہ آخرت کی یاددلاتی ہیں۔''

قبروں کی زیارت کا مقصد تبھی پورا ہوگا جب قبریں کچی اور سادہ ہوں گی مگر آج کے دربار سنگ مرمر سے مزین خوشبوؤں اور چراغوں اور چمکتے قمقموں سے سجے ہوئے جہاں زندگی کی ساری رنگینیاں موجود ہیں رنگ برنگی عورتیں اور ان کا ڈانس اور دھمال، چرس اور بھنگ کے نشے وہاں کسی کو موت کیسے یاد آئے گی؟ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو

پختہ کرنے سے منع کیا ہے۔

صحیح مسلم مسند احمد، ابوداود اور جامع ترمذی میں ہے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

((نهى رسول الله ﷺ ان يجصص القبر ون يقعد عليه وان يبنى عليه)) (صحيح مسلم، كتاب الجنائز:970)

''نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا کہ قبر کو پکا بنایا جائے اس پر بیٹھا جائے اور یہ کہ اس پر عمارت کھڑی کی جائے۔''

قبروں پر مسجدیں بنانے والوں کے بارے میں وعید

① صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آخری بیماری کے ایام میں فرمایا:

((لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبورا انبيائهم مسجدا)) (صحيح بخاری:436)

''یہود اور عیسائیوں پر اللہ کی لعنت ہو کہ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((وَلَوْ لَا ذٰلِكَ لَا بَرَزُوْا قَبْرَهُ غَيْرَ اَنِّيْ اَخْشَى اَنْ يَّتَّخَذَ مَسْجِدًا)) (صحيح بخاری:1330)

''اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ قبر نبوی کو مسجد بنا لیا جائے گا تو آپ کی قبر کھلی فضا میں بنائی جاتی۔''

اس پر کوئی پردہ نہ کیا جاتا اور آپ بھی گھر کے باہر عام قبرستان میں دفن کیے جاتے۔ لوگو! اگر رسول اللہ ﷺ کی قبر کی پوجا نہیں ہوسکتی تو پھر کائنات میں کسی قبر کی پوجا جائز نہیں۔

② بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

((قاتل الله اليهود اتخذوا قبور انبيائهم مساجد)) (صحيح بخاری:437)

''اللہ کی مار ہو یہودیوں پر جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا۔''

③ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے مرض الموت کے موقع پر بعض بیویوں نے سرزمین حبشہ کے ایک ماریہ نامی گرجا کا تذکرہ کیا۔ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ملک حبشہ میں ہجرت کے سلسلے میں رہ چکی تھیں انھوں نے اس گرجا کی خوبصورتی اور اس کی تصویروں کا ذکر کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ سننا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے مبارک سر اُٹھا کر فرمایا:

((اذا مَاتَ مِنْهُمْ الرجل الصالح بنوا على قبره مسجدا ثم صوروا فيه تلك الصور اولئك شرارا الخلق عند اللّٰهِ))

(صحيح بخاری:1341)

''جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تھا تو وہ لوگ اس کی قبر پر عبادت گاہ بنا لیتے، پھر اس میں اس طرح کی تصویریں بنا دیتے تھے یہی لوگ اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہوں گے۔''

③ صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَلَا وَاِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيْهِمْ مَسَاجِدًا أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَا اِنِّىْ اَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ .)) (صحيح مسلم، كتاب المساجد:532)

''یاد رکھو تم سے پہلے کے لوگ اپنے انبیاء وصالحین کی قبروں کو مسجدیں بنا لیتے تھے خبردار تم قبروں کو مسجد نہ بنانا میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ نے اپنی قبر کی عبادت سے منع کیا۔

④ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے یوں دعا کی:
((اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا لَعَنَ اللّٰهُ قَوْمًا اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدًا)) (مسند احمد: 7353)
''اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بننے دینا ان قوموں پر اللہ کی لعنت جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔''
قبروں کو مسجد بنانے کے تین معنی ہیں:

① قبروں پر نماز پڑھنا یعنی قبروں پر سجدہ کرنا۔ آج درباروں کو دیکھ لیں قبروں پر سجدہ ریز ہیں۔
② قبروں کی طرف رخ کر کے سجدہ کرنا یعنی دعا و نماز کے وقت قبروں کو قبلہ بنانا۔ یہ عمل بھی درباروں پر ہو رہا ہے۔
③ قبروں پر مسجد تعمیر کرنا اور اس میں نماز پڑھنے کا خصوصیت سے قصد و اہتمام کرنا۔

اور ان تمام کاموں سے شریعت اسلامیہ روک رہی ہے، جیسا کہ احادیث بالا سے واضح ہے۔

ان تمام دلائل کو سامنے رکھیں اور دیکھیں آج کلمہ گو مسلمان اپنے بزرگوں اور ولیوں کی قبروں پہ کیا کچھ کر رہے ہیں۔

ان تمام احادیث کو سننے پڑھنے کے باوجود بزرگوں کی قبروں کو پختہ کیا جا رہا ہے اس پر قبے تعمیر ہوتے ہیں داتا کمپلیکس اور بری سرکار کمپلیکس تعمیر ہو رہے ہیں۔ غریبوں کا خون پی کر مجاور عیش کی زندگی گزار رہے ہیں۔ پیر کا گھر تو روشن ہے بجلی کے قمقموں سے مرید کو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی۔ علی ہجویری کا دربار دیکھ لیں یا لال شہباز قلندر کا یا مادھو لعل حسین کا یا خواجہ اجمیری کا۔

ظلم اس حد تک بڑھ چکا ہے کہ آج مسلمان ہونے کے دعوے دار بیت اللہ کو چھوڑ کر پیروں فقیروں کے آستانوں پر حج کرتے ہیں اور اسے غریبوں کا حج کہتے ہیں لال شہباز

قلندر کا ایک مرید کہتا ہے کہ سعودیہ میں حج کرنے امیر لوگ جاتے ہیں ہم غریبوں کا حج لال شہباز قلندر کے دربار پر سیہون شریف میں ہی ہو جاتا ہے۔

واقعہ اصحاب الفیل تفسیر احسن البیان ابرہہ نے یمن میں کعبہ کے مقابلے میں الگ عبادت گاہ بنائی، وہ لشکر لے کر کعبہ کو گرانے کے لیے آیا۔ کفار نے کعبہ کے مقابلے پر کعبہ بنانے کی کوشش کی تو آج کلمہ گو مسلمانوں نے بیت اللہ شریف کے مقابلے پر لال شہباز قلندر کی قبر کا طواف شروع کر دیا اور عقیدہ بنایا کہ جو یہاں سات چکر لگا کر دعا کرے وہ دعا قبول ہوتی ہے اور اس کا بیڑا پار ہو جاتا ہے۔

اس کائنات ارضی پر صرف ایک ہی ایسی جگہ ہے جہاں طواف کیا جا سکتا ہے اور وہ ہے اللہ کا گھر ''مسجد حرام'' جو پیارے شہر مکہ میں ہے جہاں آج ہم جمع ہیں۔

اس گھر کی شان قرآن حکیم سے سنیں:

﴿ وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِمَ مُصَلًّى وَ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَ الْعٰكِفِيْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴾ (البقرہ: 125)

''اور (یاد کرو) جب ہم نے اس گھر خانہ کعبہ کو لوگوں کے لیے رجوع کی جگہ اور جائے امن بنا دیا اور ابراہیم (علیہ السلام) کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز بنا لو۔ اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کو تاکید فرمائی کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک صاف کرو۔''

﴿ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ☆ فِيْهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ﴾

(آل عمران: 97-96)

''اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ (شریف)

میں ہے جو تمام دنیا کے لیے برکت و ہدایت والا ہے جس میں کھلی کھلی نشانیاں ہیں مقام ابراہیم ہے اس میں جو آ جائے امن والا ہوتا ہے۔''

﴿ وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ (آل عمران: 97)

''اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو اس کی راہ پا سکتے ہوں اس گھر کا حج فرض کر دیا ہے اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ تعالیٰ (اس سے بلکہ) تمام دنیا سے بے پروا ہے۔''

﴿ وَ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴾ (الحج: 27)

''اور تم لوگوں میں حج کا بلند آواز سے اعلان کرو تا کہ وہ تمھارے پیدل اور تمام تمام دبلے اونٹوں پر (سوار) حاضر ہو جائیں جو دور دراز کے راستوں سے آتے ہیں۔''

مگر افسوس آج اہل شرک اپنے پیروں اور فقیروں کی درگاہوں پر طواف کرتے اور حج کرتے ہیں کوئی فیصل آباد سے آیا ہے کوئی کہیں سے۔

یہاں اہل ایمان بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں اللہ سے مانگ رہے ہیں رکن یمانی کو چھو رہے ہیں حجر اسود کو بوسے دے رہے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث کا مصداق بن رہے ہیں کہ یہ پتھر قیامت کے دن آئے گا اور ان اہل ایمان کے بارے میں گواہی دے گا جنھوں نے اسے بوسا دیا ہوگا۔ (سنن ترمذی: 961)

کہیں پاکستان میں حیدر آباد کے قریب سیہون میں لال شہباز قلندر کی درگاہ کا حج ہو رہا ہے، ہر جمعرات کو مرید آتے ہیں اور لال شہباز کی درگاہ پر سات چکر لگاتے ہیں، جھولے لال میں نذرانے ڈالتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ دعائیں قبول ہو جاتی ہیں۔ اے کاش ان کی عقل کام کرتی اور یہ شیطان کے دھوکے میں نہ آتے مگر افسوس شیطان بزرگوں کی

تعظیم کے نام پر ان سے کیا کچھ کروا رہا ہے۔ ان خرافات کی تعلیم نہ اللہ نے نہ رسول نے اور نہ ہی اولیاء اللہ نے دی۔

اہل توحید بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے اللہ کو پکارتے ہیں قرآن پڑھتے لا شریک لک کے آوازے گونجتے ہیں مگر لال شہباز قلندری کی درگاہ کے حج کرنے والے یا علی مدد کے شرکیہ نعرے لگاتے ہیں اور کفار مکہ کو بھی پیچھے چھوڑ جاتے ہیں، وہ بھی کہا کرتے تھے لبيك اللهم لبيك لبيك لا شريك لك لبيك الا شريك لك تملكه وما ملك ...... مگر یہاں یا علی مدد کا نعرہ لگانے والے کہتے ہیں جس کا علی مولا ہے اس کو کوئی فکر وغم نہیں۔ بیت اللہ کے گرد سات چکر اللہ کی عبادت ہے اور آج لال شہباز قلندر کی درگاہ کے سات چکر لگا کر اس کی عبادت ہو رہی ہے اور شیطان دھوکا دیتا ہے کہ مرادیں پوری ہو جائیں گی۔ بیت اللہ میں مقام ابراہیم ہے تو لال شہباز کی خانقاہ پر ان قبر پرستوں کے جھوٹ کے مطابق حضرت علی کے گھوڑے کے قدموں کے نشان ہیں جن پر لوگ سجدے کرتے ہیں۔

اہل ایمان منیٰ میں رمی کرتے ہیں جمرات کو سات کنکریاں مارتے ہیں کیونکہ یہ حج کے مناسک میں سے ہے مگر افسوس اس کلمہ گو مشرک پر اس نے حج کی رمی کے عمل کو اپنے بابوں کی خانقاہوں پر دہرایا۔ بیت اللہ کا طواف ہے تو قبروں کا طواف حجر اسود کا چومنا ہے تو حضرت کی درگاہ کو چوما جاتا ہے جیسے حجر اسود کے چومنے پر رش ہوتا ہے ویسے ہی لال شہباز حضرت کی قبر یا اس کی جالی کو چومنے پر رش ہوتا ہے جیسے مومن حجر اسود کو چوم کر خوش ہوتا ہے ویسے ہی مشرک پیر کے آستانے کو چوم کر خوش ہوتا ہے۔ اللہ کے لیے قربانی ہے تو درگاہوں پر قربانی ہے حج یا عمرے کے بعد بال کٹوائے جاتے ہیں تو درباروں پر بال کٹواتے ہوئے بچہ کے سر پر ایک چٹیا یا لٹ پیر کے نام کی چھوڑی جاتی ہے جو اسی دربار میں آ کر کاٹتے ہیں، بیت اللہ پر غلاف چڑھایا جاتا ہے تو پیروں کی قبروں پر چادریں چڑھائی جاتی ہیں اور یہ پھر بھی مسلمان ہونے کے دعویدار ہیں۔ جس طرح منیٰ میں رمی کی

جاتی ہے اسی طرح لال شہباز قلندر کی درگاہ پر بھی رمی کی جاتی ہے اور ایک رمی کی سات کنکریاں مارنے والا کہتا ہے کہ جس طرح شیطان نے ابراہیم علیہ السلام کو منیٰ میں بہکانے کی کوشش کی تھی اسی طرح یہاں بھی شیطان لال شہباز قلندر کے مریدوں کو بہکاتا تھا تو سات پتھر مارنے کا حکم ہوا۔ کوئی ان سے پوچھے کہ یہ حکم کہاں ہے؟ اللہ نے کس کو دیا؟ کیا نبوت ختم نہیں ہوئی؟ جو احکام نازل ہو رہے ہیں؟ (نعوذ باللہ)

اللہ کے گھر کے حاجی زم زم پیتے ہیں اور مالک سے دعائیں مانگتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ ام اسماعیل پر رحم فرمائے اگر وہ زمزم کو یوں ہی چھوڑ دیتیں یا زمزم سے چلو بھر پانی نہ بھرتیں تو ایک چشمہ بہتا چلا جاتا۔''

دوسری روایت میں ہے کہ ''زمزم پیتے ہوئے جو دعا کرو گے وہ اللہ قبول کرتا ہے۔''

(سنن ابن ماجہ:506)

جس طرح بیت اللہ میں زمزم کی نعمت ہے تو لال شہباز قلندر کے دربار کا حج کرنے والوں پر افسوس کہ انہوں نے اپنے لال کی درگاہ پر ایک پانی کا حوض بنایا جس میں پانی کھڑا رہنے سے وہ اتنا گندا اور سیاہ ہے کہ اس کو دیکھا بھی نہیں جا سکتا مگر یہ لال شہباز قلندر کے حاجی اس گندے پانی سے نہاتے ہیں اور ایک غار کے بارے میں مشہور ہے کہ لال شہباز قلندر نے یہاں کھڑے ہو کر صابن لگایا تھا تو اس کی برکت ابھی تک اس مٹی میں ہے۔ درباری حاجی اس مٹی کو نکال کر اپنے جسم پر ملتے ہیں پھر صاف پانی سے نہاتے ہیں اور جس طرح بیت اللہ کے حجاج اپنے وطنوں کو جاتے ہوئے زم زم کا تحفہ خرید کر بوتلوں میں لے جاتے ہیں اسی طرح لال شہباز قلدر کے حاجی ایک گندے نالے کا پانی بھر کر لے جا رہے ہیں۔ یہ گندا پانی بھی نذرانہ دے کر ملتا ہے اور کہتے ہیں کہ اس کا تعلق زمزم کے کنویں سے ہے۔ افسوس اس امت میں شرک اور بدعات کس حد تک پھیل چکے ہیں۔ بیت اللہ کے حاجی قرآن سنتے ہیں تو لال شہباز کے حاجی قوالی کے نام پر گانے اور وہ بھی میوزک کے

ساتھ سنتے ہیں۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ .

چلہ کشی:

مزاروں پر چلہ کشی اور سلوک کی منزلیں طے کرنے کے لیے سالہا سال لوگ قبروں پر عبادت کرتے گزار دیتے ہیں۔

ان کی من گھڑت کہانیوں میں لال قلندر نے 40 سال کا چلہ کاٹا۔ دنیائے دربار پرستی کو قیامت تک چیلنج ہے، بتاؤ کیا کسی صحابی نے رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر چلہ کشی کی؟

اعتکاف کا حکم صرف مساجد میں ہے:

﴿ وَ لَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ ﴾ (البقرہ: 187)

''اور جب تم مسجدوں میں حالت اعتکاف میں ہوتو اپنی بیویوں سے مباشرت نہ کرو۔''

مزاروں پر چلہ کشی اور عبادت کس کی سنت ہے جاؤ درباروں کو دیکھ لو کہیں ھوھو کے آوازے کہیں سر مار مار کر ذکر کہیں سانس سے ذکر کہیں کرنٹ مار کر دل جاری کیے جاتے ہیں یہ کس کی سنت ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار .

درباروں پر بہشتی دروازے:

پاکپتن میں بہشتی دروازہ ہے۔ کہتے ہیں جو یہاں سے گزرے گا وہ جنتی ہوگا اور اس دروازے کو کوئی بڑا عہدے دار آ کر کھولتا ہے، اور اللہ کی جنت کا دروازہ کھلوائیں گے محمد رسول اللہ ﷺ۔ ہمیں وہ مبارک تمھیں یہ مبارک۔ اس جنت کے داخلے کے وقت آواز آئے گی سلٰمٌ علیکم فرشتے سلام کہتے رہے گے اور پاکپتن کے دروازے میں داخلے کے وقت پولیس ڈنڈے مارتی ہے۔ اللہ کی جنت میں داخل ہونے کے بعد موت نہیں آئے گی اور پاکپتن کے بہشتی دروازے کے دیر سے کھلنے اور بھگدڑ مچنے سے 2001 میں 60

افراد ہلاک اور سیکڑوں زخمی ہوگئے اور سجادہ نشین نے دروازے دیر سے اس لیے کی کہ وہ محکمہ اوقات سے اپنے وظیفے میں اضافے کا مطالبہ کررہا تھا۔

درباروں میں نماز پڑھنا: صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لا تجلسوا على القبور ولا تصلوا اليها))

''قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف نماز پڑھو۔''

آج قبروں پہ رکوع بھی کیا جاتا ہے اور سجدے بھی کیسے جاتے ہیں۔ انا لله وانا اليه راجعون.

صحیح بخاری میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ لاعلمی کی بنا پر ایک قبر کے پاس نماز پڑھ رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو فرمایا بچو قبر سے بچو قبر سے۔

قبروں پر تلاوت کرنا اور قرآنی یات لکھنا:

نبی کریم ﷺ نے اجر وثواب کا ہر کام میں اپنی امت کو بتا دیا اور خود کر کے بھی دکھایا آپ کی زندگی میں آپ کی بیٹیاں زوجہ محترمہ خدیجہ چچا بیٹے فوت ہوئے کیا آپ نے کسی کی قبر پہ قرآن خوانی کی یا صحابہ کو کرنے کا حکم دیا یا آیات قرآنی قبروں پر لکھی جب یہ سب کچھ نہیں کیا تو پھر آج یہ اسلام کیسے بن گیا۔

نذر و نیاز پیش کرنا:

مزارات پر دور دراز سے حاضری دینے والے نذرانے بھی ساتھ لاتے ہیں یا وہیں سے خرید لیتے ہیں پھر اسے مزاری حدود میں تقسیم کر دیتے ہیں اور اسے صاحب قبر کے تقرب اور اجر وثواب کا باعث سمجھا جاتا ہے۔

ابوداود میں ہے کہ ایک صحابی نے مقام بوانہ پر کچھ اونٹ ذبح کرنے کی اجازت مانگی۔تو نبی کریم ﷺ نے اُن سے پوچھا کہ ''وہاں بتوں میں سے کچھ ہے؟ تو انہوں نے کہا: نہیں۔تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((فَأَوْفِ بِمَنَا نَذَرْتِ بِهِ اللّٰهِ))''تو پھر تم اللہ ہی کے لیے مانی ہوئی اپنی نذر پوری کرلو۔'' (سنن ابی داود: 3314)

سوچیے! نبی کریم ﷺ سے سچی محبت کرنے والے صحابہ جو نبی ﷺ کے وضو کا پانی زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے، کیا کبھی انھوں نے نبی کریم ﷺ کی قبر پر نذرانے چڑھائے۔ یاد رکھیے نذر و نیاز عبادت ہے جو صرف اللہ کا حق ہے۔

﴿ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ﴾ (الدھر: 7)

''جو اپنی نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی مصیبت بہت پھیلی ہوئی ہے۔''

اسی طرح نذر کا ذکر صدقات کے ساتھ کیا گیا ہے۔

﴿ وَ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ﴾ (البقرہ:270)

''اور تم جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرو کوئی خرچ یا کوئی نذر مانتے ہو تو بے شک اللہ اسے جانتا ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ نذر عبادت ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ:

((كَفَّارَةُ النَّذْرِ كَفَّارَةُ الْيَمِيْنِ)) (صحیح مسلم:1645)

''نذر کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔''

جانور ذبح کرنا:

مزارات پر جانوروں کے چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں، وہاں پر جانوروں کو ذبح کرنا بہت بڑی عبادت تصور کیا جاتا ہے حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ)) (صحیح مسلم :1978)

''لعنت ہو اللہ تعالیٰ کی اس شخص پر جس نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا۔''

لال شہباز قلندر کی قبر پر بورڈ لگا ہوا کہ بکرے بیل اور جانور دے کر پکی رسید حاصل کرو جب کہ قرآن حکیم میں جن جانوروں کو حرام قرار دیا گیا، جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیے

جائیں۔

﴿ اِنَّـمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ﴾ (البقرہ: 173)

''اس (اللہ) نے تم پر مردہ، خون سور کا گوشت اور ہر وہ چیز حرام کر دی جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔''

دعا مانگنا اور فریادیں کرنا:

مزارات پر حاضری دینے والوں کی اکثریت کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ صاحب مزار مشکل کشا اور حاجت روا بھی ہے اسی بنا پر وہ اپنی حاجتوں اور ضرورتوں کو ان کے سامنے پیش کرتے اور انھیں نفع ونقصان کا مالک سمجھتے ہیں مگر قرآن سنیے:

﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لاَ يَسْتَجِيبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُوْنَ ﴾ (الاحقاف: 5)

''اور اس سے بڑا وگروہ کوئی جو اللہ کے علاوہ کسی ایسے کو پکارے جو قیامت کے دن تک اس کو جواب نہیں دے سکے گا اور وہ ان کی دعاؤں سے غافل ہیں۔''

دوسرے مقام پر سنیے:

﴿ يٰـاَيُّهَا النَّـاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰـهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ﴾ (الحج: 73)

''اے لوگو! ایک مثال دی جاتی ہے، اسے غور سے سنو بے شک جن لوگوں کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو وہ سب کے سب جمع ہو کر بھی ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین لے تو وہ بھی اس سے وہ چیز چھڑا نہیں سکتے، کمزور ہے مانگنے والا اور وہ بھی جس سے مانگا گیا۔''

دوسرا مقام سنیے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ ﴾ (الاعراف: 194)

''بے شک اللہ کے سوا جنھیں تم پکارتے ہو وہ تم ہی جیسے اللہ کے بندے ہیں۔''

ایک اور مقام پر غور کرو:

﴿ وَلاَ يَمْلِكُوْنَ لِاَنفُسِهِمْ ضَرًّا وَلاَ نَفْعًا وَلاَ يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَلاَ حَيَاةً وَّلاَ نُشُوْرًا ﴾ (الفرقان: 3)

''اور وہ نہ اپنے کسی نفع اور نقصان کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ موت اور نہ زندگی اور نہ دوبارہ زندہ کرنا ان کے اختیار میں ہے۔''

مگر افسوس آج قبروں پر کلمہ پڑھنے والے سجدے رکوع وطواف کر رہے ہیں بلکہ انہیں اپنا مشکل کشا سمجھ رہے ہیں، لال شہباز قلندر کے دربار پر بہت بڑا بینر لگا دیکھا گیا تھا، جس پر لکھا تھا: ''زاہد نہ کر تو خلد بریں کی بات ......علی اللہ......علی کو عربی میں اللہ...... ہندی میں بھگوان...... فارسی میں خداوند......انگلش میں god کہتے ہیں۔'' انا للہ وانا الیہ راجعون.

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ☆ اَللّٰهُ الصَّمَدُ☆ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ☆ ﴾

لال شہباز قلندر کے دربار پر پیر نوری بوری سرکار اور اس کے ماننے والے دھمال ڈالتے ہیں اور آپ ایک اور وائرل ویڈیو میں دیکھ سکتے ہیں کہ نوری بوری پیر اعلان کرتا ہے کہ جو دھمال نہیں ڈالے گا اللہ کی قسم اس کی بخشش نہیں ہوگی۔ وہابی، سنی، شیعہ سب دھمال ڈالو۔ لال شہباز کی شان کہ ادھر عرض کی ادھر پوری ہوگئی جو دھمال نہیں ڈالے گا وہ (اسے گندی گالی نکالتا ہے) جو دھمال نہیں ڈالے گا وہ علی پاک کا منکر جو علی پاک کا منکر میں اس کی بہن (کو گالی دیتا ہے) عورتوں مردوں کا رقص۔ بابا کے پانچ فٹ لمبے بال۔ کیا علی رضی اللہ عنہ نے یہ تعلیم دی؟ یا علی رضی اللہ عنہ پر یہ تہمت ہے؟

درباروں پر رش کیوں ہوتا ہے؟ کیا یہ پیروں کی کرامت ہے؟ میں کہتا ہوں یہ پیروں کی کرامت نہیں بلکہ ان لڑکیوں، عورتوں کی ذلالت ہے جو مردوں، خاص کر نوجوانوں کے

شانہ بشانہ رقص کرتی اور دھمال ڈالتی ہیں۔ یہ دربار بے حیائی چرس اور ہیروین اور نشے کے مرکز بن چکے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں محمد رسول اللہ ﷺ کے دین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ جس نے اس پاک زمین مکہ سے لا الہ الا اللّٰہ کی آواز بلند کی اور اس دھرتی کو ماضی قریب میں محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ محمد بن سعود رحمہ اللہ نے شرک سے پاک کیا...... اللہ تو راضی ہو امام عبدالعزیز آل سعود رحمہ اللہ سے...... جس نے بقیع قبرستان میں بنے ہوئے قبوں کو گرا کر تیرے نبی کی سنت کو زندہ کیا...... اور ترک کرنے والے اور اہل بدعت آج تک چیخ رہے ہیں کہ بقیع کے دربار کیوں گرائے گئے؟ یہ سعودی عرب دنیا کی وہ واحد سلطنت ہے جو عقیدہ توحید پر قائم ہے جس نے اقوام متحدہ میں بھی اپنا دستور قرآن پاک کو پیش کیا، یہ ملک کفار کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح چبھ رہا ہے، اللہ اس ملک کے امن کو یہاں کے علما کو، حکام کو اپنی حفاظت میں رکھے...... ان سے دین حنیف کی خدمت لے اور عقیدۂ توحید کو نشر کرنے کی اور توفیق عطا فرمائے۔ اگر میلے اور عرس اسلام میں ہوتے تو رسول اللہ ﷺ کی مبارک قبر اور تمام صحابہ کی قبور پر یہ عمل ہوتا مگر اس عمل کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔

آخری بات میں بیت اللہ شریف کے پڑوس میں کھڑے ہو کر لال شہباز قلندر کے پجاریوں کو پیغام دینا چاہتا ہوں کہ بیت اللہ کے طواف اور حج کے مناسک کی تعلیم سے قرآن وحدیث کے اوراق بھرے ہوئے ہیں تمھارے لال شہباز شہباز کے دربار پر حج کی کیا دلیل ہے؟ اللہ سے ڈر جاؤ اور اس شرک سے توبہ کرو کہیں بغیر توبہ کے مرگئے تو جنت میں داخلہ نصیب نہ ہوگا۔

﴿ انـه مـن يشـرك بـاللـه فـقد حرم اله عليه الجنه وماوه النار ﴾

(المائدہ:72)

''بے شک جس کسی نے اللہ کے ساتھ شرک کیا، یقیناً اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔''

کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے میلا دمنایا؟

الحمد لله والصلاة والسلام علی رسول الله وبعد

﴿ وَ اَنَّ هٰـذَا صِـرَاطِـیْ مُسْتَـقِیْـمًـا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ☆ ﴾ (الانعام: 153)

دین اسلام کامل ضابطہ حیات ہے اس دین حنیف میں خوشی ،غمی ،عبادت ، معاشرت وسیاست ہر پہلو پر اپنے ماننے والوں کو واضح ہدایات دیں ہیں۔جن پر عمل پیرا ہو کر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ہمارے لیے نمونہ بن چکے اب کوئی دین حنیف پر عمل پیرا ہونا چاہے تو اس کو اللہ کے رسول ﷺ کی احادیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا منہج اپنانا ہو گا اور یہی صراط مستقیم ہے جس پر چلنے کا اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے:

﴿ وَ اَنَّ هٰـذَا صِـرَاطِـیْ مُسْتَـقِیْـمًـا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ☆ ﴾ (الانعام : 153)

''اور یہ کہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ عظیم جماعت ہے جس نے دین اسلام پر عمل کر کے دکھایا اور قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے مینارۂ نور بن گئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ جیسا ایمان لانا ضروری قرار دیا اور صحابہ کے ایمان کو ہمارے لیے قدوہ بنا دیا۔

﴿ فَـاِنْ اٰمَـنُـوْا بِـمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴾ (البقرہ: 137)

''پھر اگر وہ اس طرح ایمان لے آئیں جیسے (اے صحابہ) تم ایمان لائے ہو تو یقیناً وہ ہدایت پا گئے اور اگر منہ موڑیں تو وہ صریح اختلاف میں ہیں اللہ تعالیٰ ان سے عنقریب آپ کی کفایت کرے گا اور وہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔''

صحابہ کا ایمان کیسا تھا؟:

① رسول اللہ ﷺ نے دوران نماز میں جوتی اتار دی تو تمام صحابہ نے اتار دی۔ ادھر حکم محمد ﷺ ادھر گردن جھکی ہے۔ (سنن ابی داود: 650)

② آپ نے دوران خطبہ فرمایا: ''بیٹھ جاؤ'' ایک صحابی سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد کے دروازے پر ہی بیٹھ گئے۔ (سنن ابی داؤد: 1091)

③ سونے کی انگوٹھی پہننے والے کی انگوٹھی آپ ﷺ نے نکال کر پھینک دی اور فرمایا: ''تم میں سے کوئی بھی آگ کے انگارے کا ارادہ رکھتا ہے تو یہ اپنے ہاتھ میں پہن لے۔''
رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد اس شخص سے کہا گیا کہ اپنی انگوٹھی اُٹھا لو اور اس سے کسی اور طرح فائدہ احاصل کر لو۔ تو اس صحابی نے فرمایا: اللہ کی قسم! نہیں، جس چیز کو اللہ کے رسول ﷺ نے پھینک دیا اسے میں کبھی بھی نہیں اُٹھاؤں گا۔'' (صحیح مسلم: 2090)

ہر وہ عمل جو دین کہلائے گا جس کے کرنے پر ثواب کی امید کی جاتی ہو اس کے لیے دیکھا جائے کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم دیا اور صحابہ نے اس پر عمل کیا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ)) (بخاری:697)

''جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی جو اس میں نہ ہو تو وہ عمل ردّ کر دیا جائے گا۔''

دوسری حدیث پر غور کریں:

((كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ كُلُّ ضَلَالَةٍ فِی النَّارِ)) (سنن النسائی: 1579)

''ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔''

دین میں ہر نیا کام بدعت وگمراہی اور جہنم کا راستہ ہے اور نبی ﷺ کی اتباع جنت اور اللہ کی رضامندی کا راستہ ہے۔

قرآن حکیم کی اس آیت پر غور کریں:

﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ (النساء:80)

''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

دوسرا مقام......

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ﴾ (آل عمران:31)

''اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتا ہوتو میری پیروی کروتم اللہ کے محبوب بن جاؤ گے اور وہ تمھارے گناہ بھی معاف کردے گا۔''

تیسرے مقام پر غور کریں:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ (الاحزاب:21)

''بلاشبہ یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول کی زندگی میں بہتر نمونہ ہے۔''

ان تمام آیات واحادیث کو سننے کے بعد آیئے ہم اپنے معاشرے کا جائزہ لیتے ہیں جہاں جشن عید میلاد النبی ﷺ بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے بلکہ یہ جشن منانے کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی ہے۔ سنیے مولوی الیاس قادری صاحب کیا تعلیمات دے رہے ہیں۔

① نثار تیری چہل پہل پہ ہزار عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

② چاند رات کو تمام مساجد میں تین بار اس طرح اعلان کروایئے کہ تمام اسلامی بھائیوں اور بہنوں کو مبارک ہو کہ ربیع الاول کا چاند نظر آ گیا ہے۔

③ اسلامی بھائی چاند رات سے ۱۲ ربیع الاول تک عید میلاد کے احترام میں داڑھی منڈانا

ترک کردیں اور اسلامی بہن بے پردگی ترک کر دے۔

④ اپنے گھر دکان پر بارہ عدد یا کم از کم ایک عدد سبز جھنڈا یکم ربیع الاول سے لے کر سارا مہینہ لہرائیے۔

⑤ بس، ٹرک، کار، رکشا، سائیکل پر ایک جھنڈا خرید کر لگائیے۔

⑥ سگ مدینہ الیاس عطار قادری اپنے گھر پر بھی سبز جھنڈا لگاتا ہے۔

⑦ اپنے گھروں پر بارہ جھالروں یا کم از کم بارہ بلبوں سے نیز اپنے محلے میں خوب چراغاں کیجیے۔

⑧ سارے علاقے کو سرسبز جھنڈوں اور ننھے ننھے بلبوں سے سجا کے دلھن بنا دیجیے فضا میں بارہ میٹر یا حسب استطاعت پرچم لہرائیے۔

⑨ بارہ دن تک مساجد میں اجتماعات مقرر کریں۔

⑩ گیارہ ربیع الاول کو یا بارھویں شب کو استقبال عید میلاد کی نیت سے غسل کیجیے ہو سکے تو اس عیدوں کی عید کی تعظیم نیت سے سفید لباس عمامہ سبز ٹوپی رکھیں چادر جیب کا رومال ہاتھ کی گھڑی قلم چپل عطر کی شیشی وغیرہ وغیرہ اپنے استعمال کی ساری چیزیں نئی لیجیے۔ اسلامی بہنیں بھی اپنے استعمال کی چیزیں جو ممکن ہو نئی لیں۔

⑪ ۱۲ ویں شب اجتماع میں گزار کر بوقت صبح صادق اپنے ہاتھ میں سبز پرچم اٹھائے درود وسلام کے ہار لیے اشک بار آنکھوں سے صبح بہاراں کا استقبال کیجیے۔ بعد نماز فجر سلام و عید مبارک کہہ کر ایک دوسرے کے ساتھ گرم جوشی کے ساتھ ملاقات فرمائیے اور سارا دن عید کی مبارک باد پیش کرتے اور عید ملتے رہیے۔

⑫ عید میلاد النبی تو عیدوں کی بھی عید ہے۔ آج تو ہے عید میلاد النبی مرحبا بولو مرحبا جھوم کر بولو مرحبا۔

⑬ رسول اللہ ﷺ ہر پیر کو روزہ رکھ کر اپنا یوم ولادت مناتے رہے آپ بھی روزہ رکھ کر سبز پرچم اٹھا کر جلوس میلاد میں شریک ہوں۔

جشن عید میلاد منانے کے لیے نیت کریں۔

① جشن ولادت منانے میں بھی ثواب کمانے کی نیت ضروری ہے۔ثواب کے لیے عمل کا شریعت کے مطابق اور اخلاص کے زیور سے مزین کرنا ضروری ہے۔

② رضا رب العزت پانے کے لیے جشن ولادت کی خوشی میں چراغاں کروں گا۔

③ جبرائیل امین نے شب ولادت تین جھنڈے گاڑے تھے اس کی پیروی میں جھنڈا گاڑوں گا۔

④ سبز گنبد کی نسبت سے سرسبز پرچم لگاؤں گا۔

⑤ دھوم دھام سے جشن ولادت منا کر کفار پر عظمت مصطفیٰ کا سکہ بٹھاؤں گا۔

حالانکہ کفار خود کرسمس ڈے بھی ایسے ہی مناتے ہیں وہ مسلمانوں کو دیکھ کر کہیں گے کہ مسلمان بھی ہمارے راستے پر چل پڑے اور حدیث رسول کے مطابق......((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوْمِنْهُمْ)) ...... ''جس نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ انہی میں سے ہے۔''
(سنن ابی داود: 4031)

اسی لیے طاہر القادری صاحب عیسائی پادری کو اپنے ادارے منہاج القرآن میں بلا کر باقاعدہ کرسمس ڈے پر مشترکہ خوشی کرتے ہیں اور کیک بھی کاٹتے ہیں۔

الیاس قادری صاحب مزید فرماتے ہیں:

⑥ جشن ولادت کی دھوم مچا کر شیطان کو پریشان کروں گا۔

⑦ اے رب مصطفیٰ ہمیں جشن عید میلاد کے صدقے جنت الفردوس میں داخل کر۔بخش دے الٰہی مجھے بہر عید میلاد النبی نامہ اعمال عصیاں سے میرا بھرپور ہے۔آقا کی آمد مرحبا، میٹھے کی آمد، مولا کی آمد مرحبا۔ اول کی آمد آخر کی آمد مرحبا، الیاس قادری صاحب کے بیان کردہ تمام آداب جشن عید میلاد کو سامنے رکھیے اور سوچیے کہ حضرت الیاس قادری صاحب بھی فرما رہے ہیں کہ ثواب کی نیت سے جشن عید میلاد کے جلوس میں شرکت کرو۔تو کیا صحابہ کرام کو رسول اللہ ﷺ نے اجر وثواب کا یہ کام

نہیں بتایا تھا۔

حالانکہ قرآن تو حکم دے رہا ہے:

﴿ یٰۤاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ ﴾ (المائدہ:67)

''اے رسول جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے پہنچا دیجیے اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اس (اللہ) کا پیغام نہیں پہنچایا۔''

دوسری طرف حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ کے رسول ﷺ صحابہ سے پوچھ رہے ہیں:

((اَلَاھَلْ بَلَّغْتُ؟ قَالُوْا نَعَمْ ، قَالَ: اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ))

(صحیح بخاری:1741)

''خبردار! کیا میں نے پہنچا دیا؟ صحابہ نے عرض کی: جی ہاں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے اللہ تو گواہ رہ۔''

جب اللہ نے اپنے رسول کو بیان کرنے کا حکم دیا اور رسول نے بیان کر بھی دیا تو اس بیان کردہ شریعت کا اللہ نے ہمیں پابند بنایا ہے۔

﴿ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ ﴾ (الاحزاب:21)

یقیناً تمھارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔''

دوسرے مقام پر غور کریں:

﴿ وَمَا آتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھَاکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوا ﴾ (الحشر:7)

''جو رسول تمھیں دیں اسے لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا تھا: ''میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ، جب تک تم

انہیں تھامے رہو گے کبھی بھی گمراہ نہیں ہو سکتے، ایک اللہ کی کتاب، دوسری اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت۔" (المستدرک، رقم:318 وسندہ حسن)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "میں نے تمھیں چمکتے ہوئے دین پر چھوڑا ہے جس کی رات بھی اتنی ہی چمکتی ہے جتنا اس کا دن چمکتا ہے۔" (سنن ابن ماجہ:43)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی ایسا کام نہیں جو تمھیں جنت میں لے جا سکے الا یہ کہ میں تمھیں بتا چکا ہوں اور کوئی ایسا عمل نہیں جو تمھیں جہنم میں لے جا سکے الا یہ کہ اس سے ڈرا چکا ہوں۔" (سلسلۃ الصحیحۃ:2866)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گواہی:

سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اللہ کے نبی اس حال میں فوت ہوئے کہ آسمان پر اڑنے والے پرندوں تک کا علم ہمیں دے کر گئے۔ کوئی چیز ایسی نہیں کہ جو جنت کے قریب کر دے اور جہنم سے دُور کر دے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لیے بیان فرمادی۔"

(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم:1647۔ سلسلۃ الصحیحۃ، رقم:1803)

آیئے ان تمام آیات و احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے غور کریں کہ عید میلاد النبی کا طریقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (نعوذ باللہ) چھپا لیا یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے چھپا لیا؟ یا وہ احادیث گم ہوگئیں؟ اس کا قرآن وحدیث میں کوئی ثبوت کیوں نہیں ملتا؟

یاد رکھیں قرآن سنت پر عمل کرنے میں نجات ہے اور بدعت پر عمل کرنے میں تباہی و بربادی ہے آیئے قرآن سنیں:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ (النور:63)

"جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کی کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرتے رہنا

چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آن پڑے یا انھیں درد ناک عذاب نہ پہنچے۔''

اسی لیے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے''اگر تم اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دو گے گمراہ ہو جاؤ گے۔'' (صحیح مسلم، باب صلاۃ......من سنن الہدی، : 654)

جشن عید میلاد النبی ﷺ کے جتنے آداب مولانا الیاس قادری صاحب نے بیان کیے ہیں سوچئے کیا بارہ ربیع الاول کا دن رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں آیا یا نہیں؟ ابوبکر، عمر، عثمان، علی، حسن، معاویہ رضی اللہ عنہم کے دور خلافت میں آیا یا نہیں؟ صحابہ تابعین محدثین آئمہ دین کی زندگیوں میں آیا یا نہیں؟ یا کسی نے اس دن کو اس طرح منایا؟ اگر نہیں منایا اور اس کا منانا باعث اجر و ثواب ہے تو کیا وہ ایمان میں ناقص تھے؟ اور اجر و ثواب سے محروم رہے؟ تو اس کا جواب الیاس قادری صاحب سے پوچھا گیا کہ کیا صحابہ تابعین اور محدثین نے مروجہ عید میلاد النبی منایا؟ تو الیاس قادری صاحب فرماتے ہیں:'' ہر کام میں یہ دلیل نہیں لی جائے گی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ کیا یا نہیں کیا؟ اصول یہ ہے کہ ہر وہ کام جائز ہے جس سے اللہ اور اس کے رسول نے منع نہیں کیا۔ مروجہ جشن میلاد منع نہیں ہے۔ ہر دور میں اپنے اپنے انداز میں نظام چلتا رہا۔ نبی ﷺ کے دور میں لائٹ پنکھے گاڑیاں ہوائی جہاز نہیں تھے، ان کو بھی چھوڑ دو یہ دنیاوی مثالیں ہیں۔''

مسجد نبوی میں لنٹر نہیں تھا، ماربل نہیں تھا، قالین نہیں تھا، آپ اپنی مسجدوں میں یہ سب کچھ کیوں کرتے ہو؟

قادری صاحب دنیا کے معاملات میں اجازت اور چیز ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ صحابہ کھجور کے درخت میں پھل کے لیے مادہ کا ملاپ کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: یہ کیوں کرتے ہو؟ تو انھوں نے کہا: اس سے پھل زیادہ ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ ویسے ہی دے گا، اگر تم یہ نہ کرو۔'' اگلے سال پھل بہت تھوڑا ہوا تو آپ ﷺ کو صحابہ نے سارا حال بتایا تو آپ نے فرمایا:

((انتم اعلم بامور دنیاکم))

قرآن پاک میں جانوروں کے ذکر کے بعد رب نے فرمایا:

﴿ ویخلق ما لا تعلمون ﴾

''اللہ ایسی چیزیں پیدا کرے گا جن کو تم نہیں جانتے۔''

جہاں تک تعلق ہے دینی معاملات کا، دین اسلام مکمل ہو چکا ہے۔

﴿ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ﴾

جو عمل باعث ثواب ہے وہ شریعت بیان کر چکی، اگر آپ کہیں کہ منع نہیں تو سنیں نمازیں نبی نے پڑھیں صحابہ نے عمل کیا مگر مغرب کی تین رکعت سے زیادہ پڑھنے سے منع کہاں ہے؟ ایک رکعت میں دو سجدے ہیں تو بتائیں تین سے منع کہاں ہے؟ بیت اللہ کے سات چکر کی جگہ نو سے منع کہاں ہیں؟ علی ھذا القیاس

☆☆..........☆☆

رسول اللہ ﷺ کا دنیا سے تشریف لے جانا

الحمد لله والصلاة والسلام علی رسول الله و بعد

ہر ذی روح مخلوق نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے اس سے کوئی نہیں بچ سکتا ارشاد ربانی ہے:

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ﴾ (آل عمران: 185)

''ہر جان موت کا ذائقہ چکھنے والی ہے۔''

﴿ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَ لَوْ كُنْتُمْ فِىْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ﴾ (النساء: 78)

''تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمھیں آ پکڑے گی گو تم مضبوط قلعوں میں ہو۔''

﴿ وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ☆ ﴾ (الاعراف: 34)

''اور ہر گروہ کے لیے ایک میعاد معین ہے سو جس وقت ان کی میعاد معین آ جائے گی اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔''

﴿ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَ مَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴾ (الحجر: 5)

''کوئی گروہ اپنی موت سے آگے بڑھتا ہے نہ پیچھے رہتا ہے۔''

﴿ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَاءَ اَجَلُهَا ﴾ (المنافقون: 11)

''اور جب کسی کا مقررہ وقت آ جاتا ہے پھر اسے اللہ تعالیٰ ہرگز مہلت نہیں دیتا۔''

ان تمام آیات کو سن کر بھی بعض کلمہ گو مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام پر موت وارد نہیں ہوتی صرف ظاہری اعتبار سے اس جہاں سے پردہ پوشی کر جاتے ہیں۔ احمد رضا

خان بریلوی صاحب نے لکھا:

''انبیاء پر ایک آن کے لیے موت آتی ہے اس کے بعد روحانی اور جسمانی لحاظ سے ان کو حقیقی زندگی اور ابدی حیات حاصل ہوتی ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ: 610/1)

ملفوظات میں احمد رضا خان صاحب نے کہا:

''انبیاء کرام کی حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے ان پر تصدیق وعدہ الٰہیہ کے لیے محض ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے پھر فوراً ان کو ویسے ہی حیات عطا فرما دی جاتی ہے۔ اس حیات پر وہی احکام دنیویہ ہیں ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا ان کی ازواج کو نکاح حرام نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں وہ اپنی قبور میں کھاتے پیتے نماز پڑھتے ہیں بلکہ سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔'' (ملفوظات، ص: 249)

علمائے دیوبند کا عقیدہ المهند علی المفند نامی کتاب میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں آپ کی یہ حیات دنیا جیسی ہے برزخی نہیں ہے۔

مگر یہ عقیدہ قرآن وحدیث اور صحابہ کے اجماع سے باطل ہے موت کے بارے میں عام اصول کے تحت انبیاء بھی اسی طرح شامل ہیں جیسا کہ عام انسان ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سوائے اپنی ذات کے کسی اور کو اس اصول سے مستثنیٰ نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴾ (الرحمن: 26)

''زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے ہیں۔''

﴿ وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلاَلِ وَالْإِكْرَامِ ﴾ (الرحمن: 27)

''صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت اور عزت والی ہے باقی رہ جائے گی۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِكُمْ ﴾ (آل عمران:144)

''حضرت محمد ﷺ صرف رسول ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول گزرے ہیں کیا اگر یہ فوت ہو جائیں یا شہید کر دیے جائیں تو تم اسلام سے اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے۔''

دوسرے مقام پر غور کرو:

﴿ وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴾ (الانبیاء: 34)

''آپ سے پہلے کسی انسان کو بھی ہم نے ہمیشگی نہیں دی، کیا اگر آپ فوت ہو گئے تو وہ ہمیشہ کے لیے رہ جائیں گے۔''

﴿ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ ﴾ (الزمر: 30)

''بلاشبہ آپ ﷺ بھی فوت ہونے والے ہیں اور یہ بھی مرنے ہونے والے ہیں۔''

﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْيَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ (الانعام: 162)

''آپ کہہ دو کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہاں کا مالک ہے۔''

بالآخر وہ آخری گھڑیاں بھی آ گئیں جب امام الانبیاء علیہم السلام اس دنیا سے تشریف لے گئے اس کی منظر کشی فرماتے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ میری گود میں سر رکھے ہوئے تھے قریب ہی پانی کا ایک پیالہ پڑا ہوا آپ پانی میں ہاتھ ڈالتے اور پھر چہرے پر پھیرتے اور فرماتے لا اله الا اللّٰه ان للموت سکرات۔ بلاشبہ موت میں سختیاں ہیں اسی حالت میں اپنے ہاتھ کو اوپر اٹھایا ہوا تھا فرما رہے تھے: ''فِی الرفیق

الاعلیٰ اسی دوران آپ کی روح مبارک قبض ہوگئی اور آپ ﷺ کا بابرکت ہاتھ نیچے کو جھک گیا۔'' (بخاری:4449)

جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی تو آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور آپ کے ماتھے کو چھوم کر فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا وہ موت جو آپ پر اللہ نے لکھی تھی وہ آپ پر آ چکی ہے۔بے شک آپ پر دو موتیں طاری نہیں فرمائے گا، پھر مسجد نبوی میں آئے اور خطبہ ارشاد فرمایا:

((فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدً ﷺ قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لا يَمُوْتُ))(صحيح بخاری:1242)

''پس تم میں سے جو کوئی محمد ﷺ کی عبادت کیا کرتا تھا تو محمد ﷺ یقیناً وفات پا چکے اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ زندہ ہے، کبھی نہیں مرے گا۔''

وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنے رب کی جنتوں کے مہمان بن گئے آپ کی قبر جنت کے باغوں میں سے باغ بن گئی۔صحیح بخاری میں ہے:

''ثمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ جب صبح کی نماز ادا کر لیتے تو ہماری طرف رُخ فرما کر ارشاد فرماتے کہ'' رات تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا؟'' ایک دن آپ ﷺ نے یہی ارشاد فرمایا تو ہم نے کہا: نہیں۔تو آپ نے فرمایا: لیکن میں نے رات کو خواب دیکھا میرے پاس دو بندے آئے اور مجھے ارض مقدسہ (فلسطین) کی طرف لے گئے، پھر آپ ﷺ نے اپنا طویل خواب صحابہ کو سنایا دو فرشتے آپ کو مختلف مقامات پر لے کر جاتے اور مختلف مناظر دکھائے ......جن میں کچھ محل بھی تھے......آخر میں آپ نے فرمایا آج رات تم نے مجھ کو خوب گھمایا اب میں نے جو دیکھا اس کی کیفیت تو بتلاؤ تو انھوں نے ساری تفصیل بتانے کے بعد کہا: وہ پہلا گھر جو آپ کو دکھایا گیا تھا وہ عام مسلمانوں کے رہنے کے گھر ہیں اور یہ دوسرا شہیدوں کے رہنے کا گھر ہے اور میں جبریل اور یہ میکائیل ہے آپ اپنا سر تو اٹھائیں میں نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک بادل کی طرح ایک چیز

میرے اوپر ہے انھوں نے کہا کہ یہ آپ کا مقام ہے میں نے کہا کہ مجھ کو چھوڑ و میں اپنے مکان میں جاؤ تو انھوں نے کہا ابھی دنیا میں رہنے کی آپ ﷺ کی عمر باقی ہے جس کو آپ نے پورا نہیں کیا اگر پورا کر چکے ہوتے تو اپنے مکان میں آ جاتے۔ (صحیح بخاری:1303)

جب انسان اپنی عمر پوری کر کے اگلے جہان چلا جاتا ہے تو پھر وہ دنیا میں واپس نہیں آتا۔ قرآن کریم کی آیت ملاحظہ ہو:

﴿ وَ حَرٰمٌ عَلٰی قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴾ (الانبیاء: 95)

''اور جس بستی کو ہم ہلاک کر دیں لازم ہے کہ وہ (دنیا میں) وہ واپس نہیں لوٹیں گے۔''

دوسرے مقام پر غور کرو:

﴿ اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَیْهِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴾ (یس: 31)

''کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ان کے پہلے بہت سی قوموں کو ہم نے ختم کر دیا کہ وہ ان کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے۔''

شہدا کی ارواح بھی شہادت کے بعد جنت میں داخل ہو جاتی ہیں چنانچہ سورۂ یٰسین میں شہر کے کنارے سے آئے اس فرد کا ذکر ہے۔ جس نے اللہ کے تین رسول علیہم السلام کی دعوتِ حق میں ان کی نصرت کی اور اپنی قوم کے لوگوں کو نصیحت کی کہ انبیاء کی پیروی کرو پھر توحید کی دعوت دی اور شرک کی تردید کی اس فرد کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ آیت پر غور کیجیے:

﴿ اِنِّیْ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنَ ﴾ (یس: 25)

''میری سنو میں تو (سچے دل سے) تم سب کے رب پر ایمان لا چکا۔''

﴿ قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ﴾ (یس: 26)

''اس سے کہا گیا کہ جنت میں چلا جا کہنے لگا کاش! میری قوم کو بھی علم ہو جاتا۔''

﴿ بِمَا غَفَرَلِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ ﴾ (یس: 27)

''کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا باعزت لوگوں میں شامل کر دیا۔''

شہدا بھی اس دنیا میں واپس نہیں آ سکتے:

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت مسروق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ہم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کا مطلب پوچھا:

﴿ وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ ☆ ﴾ (آل عمران: 169)

''جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے انھیں مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں رزق دیے جاتے ہیں۔''

تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے اس آیت کا مطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹوں میں ایسی قندیلوں میں رہتی ہیں جو عرش الٰہی سے لٹکی ہوئی ہیں جب چاہتی ہیں جنت میں سیر کے لیے چلی جاتی ہیں پھر ان قندیلوں میں واپس آ جاتی ہیں۔ ایک بار ان کے رب نے ان کی طرف توجہ فرمائی اور پوچھا تمھاری کیا خواہش ہے۔ شہداء کی ارواح نے جواب دیا ہم جہاں چاہیں جنت کی سیر کرتی ہیں ہمیں اور کیا چاہیے اللہ تعالیٰ نے تین بار ان سے یہی سوال دریافت فرمایا پھر جب ارواح نے دیکھا کہ جواب دیے بغیر چھٹکارا نہیں تب انھوں نے جواب دیا اے ہمارے رب ہم چاہتے ہیں کہ ہماری ارواح کو ہمارے اجسام میں لوٹا دیا جائے یہاں تک کہ ہم تیری راہ میں دوبارہ قتل ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ ان کی کوئی خواہش نہیں تو انھیں یوں ہی چھوڑ دیا۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب ان ارواح الشہداء فی الجنۃ: 1887)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے شہید والد عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر کے ان سے فرمایا: مجھ سے کچھ طلب کر میں تجھے عطا کروں گا تو انہوں نے کہا: اے اللہ! تو مجھے زندہ کر تا کہ میں تیرے

راستے میں دوسری مرتبہ قتل کیا جاؤں تو اللہ نے فرمایا:

((قَدْ سَبَقَ مِنِّیْ اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ)) (سنن الترمذی:3010)

''میرا یہ قول سبقت لے گیا ہے کہ وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے۔''

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی طویل حدیث میں ہے کہ جب مومن بندے کو سوال و جواب کے بعد اسے جہنم میں ایک گھر دکھایا جاتا ہے اور اسے بتایا جاتا ہے کہ یہ تمھارے لیے تھا لیکن اللہ نے تجھ پر رحم تجھے اس سے بچا لیا ہے اور اس کے بدلے میں تجھے جنت میں ایک گھر عطا فرمایا ہے جسے مومن دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ ذرا مجھے چھوڑو میں اپنے گھر والوں کو خوشخبری دے دوں (کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جنت میں گھر عطا فرمایا ہے) لیکن اسے کہا جاتا ہے اب یہیں ٹھہرو۔ (سنن ابی داود:4751۔ بلاشبہ یہ آیات واحادیث ثابت کرتی ہیں کہ مومن افراد کی ارواح جنت میں ہوتی ہیں، اسی طرح آیات واحادیث ہے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ کفار وفجار کی ارواح جہنم میں ہوتی ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ قبروں میں راحت یا عذاب کا عقیدہ غلط ہے چونکہ بہت سی احادیث سے واضح ہے کہ قبروں میں بھی عذاب ہوتا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: مولانا ارشد کمال صاحب کی کتاب ''عذاب قبر'' یہ جو چند سال قبل کیماڑی کراچی سے ایک باطل تکفیری فرقہ اُٹھا جو عذابِ قبر کے منکر ہیں اور اس موضوع کی احادیث صحیحہ کثیرہ کے منکر ہیں، اسی طرح پنجاب کے بعض مماتی دیوبندی تو ان کا عذاب قبر کا انکار بالکل باطل عقیدہ ہے، اللہ ہمیں ان کے شر سے محفوظ رکھے۔)

مگر افسوس کہ قرآن وحدیث کے اتنے واضح دلائل کے باوجود آج علماء دیوبند و بریلی ان دلائل کے برخلاف یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اولیاء مرنے کے بعد بھی آتے جاتے ہیں۔ اشرف علی تھانوی صاحب کے حالاتِ زندگی پر لکھی کتاب ''اشرف السوانح'' جس کی پہلی جلدیں خود ان کی مکمل نظر ثانی کے بعد شائع ہوئیں، اس میں ایک مقام پر لکھا ہے:

''پردادا صاحب بارات میں تشریف لے جا رہے تھے کہ ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا یہ شہید ہو گئے رات کو زندہ گھر تشریف لائے مٹھائی بھی لائے۔''

ڈاکٹر نور احمد کی کتاب ''قبر کی زندگی'' ص 39 تبلیغی جماعت کے ذمہ دار "بھجة القلوب" ص 54 میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زکریا کاندھلوی صاحب سے کہا کہ میں اپنے عصاء کے ساتھ فیصل آباد میں موجود رہوں گا۔ ارواح ثلاثہ میں لکھا ہے:

''مولوی احمد حسن صاحب امروہی اور مولوی فخر الحسن گنگوہی میں باہم معاصرانہ چشمک تھی اور اس نے بعض حالات کی بنا پر ایک مخاصمت اور منازعہ کی صورت اختیار کر لی اور مولوی محمود الحسن اصل جھگڑے میں شریک نہ تھے۔ بجائے غیر جانبدار رہنے کے کسی ایک جانب جھک گئے اور یہ واقعہ کچھ طول پکڑ گیا ...... ایک دن علی الصبح بعد نمازِ فجر مولانا رفیع الدین صاحب نے مولانا محمود الحسن کو اپنے حجرے میں بلایا ...... مولانا حاضر ہوئے ...... مولانا نے فرمایا: پہلے یہ میرا روئی کا لبادہ دیکھ لو، مولانا نے دیکھا تو تر تھا، خوب بھیگ رہا تھا، فرمایا کہ واقعہ یہ ہے کہ ابھی ابھی مولانا نانوتوی رحمہ اللہ جسد عنصری کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے تھے، جس سے میں ایک دم پسینہ پسینہ ہو گیا اور میرا لبادہ تربتر ہو گیا اور فرمایا کہ یہ محمود حسن سے کہہ دو کہ وہ اس جھگڑے میں نہ پڑے۔ میں نے یہ کہنے کے لیے بلایا ہے۔ مولانا محمود حسن صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتا ہوں کہ اس کے بعد میں اس قصہ میں کچھ نہ بولوں گا۔'' (ارواح ثلاثہ، حکایت نمبر 246، ص:233)

مطلب دار العلوم دیوبند کے اساتذہ کا جھگڑا نمٹانے، فیصلہ کرنے قاسم نانوتوی صاحب اپنی وفات کے بعد اپنے اصلی جسم کے ساتھ دار العلوم تشریف لائے اور فیصلہ کر گئے۔

بلکہ علمائے دیوبند کے پاس رسول اللہ ﷺ اور خلفاء بھی دار العلوم دیوبند کا حساب چیک کرنے زندہ تشریف لاتے ہیں آپ بھی سنیے، تھانوی صاحب نے لکھا ہے:

''دیوانِ محمد یٰسین مرحوم جو حضرت نانوتوی کے خدام میں سے تھے..... فرماتے تھے کہ میں ایک دفعہ چھتہ کی مسجد کے شمالی گنبد کے نیچے ذکر جہر میں مصروف تھا

کہ حضرت رحمہ اللہ مسجد کے صحن میں اسی شمالی جانب مراقب تھے اور توجہ کا رخ میرے ہی قلب کی طرف تھا اسی اثناء میں مجھ پر ایک حالت طاری ہوئی اور میں نے بحالت ذکر دیکھا کہ مسجد کی چار دیواری تو موجود ہے مگر چھت اور گنبد کچھ نہیں بلکہ ایک عظیم الشان روشنی اور نور ہے جو آسمان تک فضاء میں پھیلا ہوا ہے یکا یک میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک تخت اتر رہا ہے اور اس پر جناب رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں اور خلفاء اربعہ ہر چار کونوں پر موجود ہیں وہ تخت اترتے اترتے بالکل میرے قریب آ کر مسجد میں ٹھہر گیا اور آنخضرت نے خلفاء اربعہ میں سے ایک سے فرمایا کہ بھائی ذرا مولانا محمد قاسم کو بلا لو وہ مولانا کو لے کر آ گئے ، آنخضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا مولانا مدرسہ کا حساب لایئے عرض کیا حضرت حاضر ہے اور یہ کہہ کر بتلانا شروع کر دیا اور پائی پائی کا حساب دیا۔ حضرت کی خوشی اور مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی پھر فرمایا اچھا مولانا اب اجازت ہے حضرت نے عرض کی جو مرضی مبارک ہو اس کے بعد وہ تخت آسمان کی طرف عروج کرتا ہوا نظروں سے غائب ہو گیا۔''

(ارواح ثلاثہ، حکایت نمبر 439، ص:291)

کچھ ایسا ہی عقیدہ مولانا طارق جمل بیان فرماتے ہیں کہ'' کچھ مجاہد جہاد پر گئے کچھ شہید ہو گئے ایک گرفتار ہو گیا وہ جیل سے بھاگا، تین دن بعد گھوڑوں کی آواز آئی۔ انھوں نے اس کا نام لے کر پکارا اور کہا: عمر بن عبدالعزیز فوت ہو گئے۔ اللہ نے سب شہیدوں کو جنازہ پڑھنے دنیا پر بھیجا ہے۔''(مولانا طارق جمیل نے یہ بات اپنی تقریر میں کہی تھی)

جس طرح طارق جمیل صاحب سے آپ نے سنا کہ مرنے کے بعد پھر دنیا میں آیا جا سکتا ہے ایسا ہی عقیدہ طاہر القادری صاحب سے بھی سنیے وہ فرماتے ہیں:

''کربلا میں شہادت حسین کے بعد رات کو سیدہ سکینہ پوچھتی ہیں پھوپھی زینب آج رات ہمارا پہرہ کون دے گا سیدہ نے فرمایا میں دوں گی، سیدہ نے

اندھیرے میں کسی شخص کو دیکھا جو خیمے کے قریب آ رہا تھا آپ نے پوچھا یہ سیدہ زہراء کی بیٹیوں کا خیمہ ہے تم کون ہو؟ آنے والے نے پردہ ہٹا کر جواب دیتے ہوئے کہا بیٹی علی المرتضیٰ آیا ہوں آج رات پہرہ دینے آیا ہوں۔ اچانک سکینہ غائب ہوگئی بہت تلاش کیا نہ ملی مجبوراً آواز لگائی بھائی حسین سکینہ کہاں ہے لاش حسین سے آواز آئی میرے پہلو میں ہے۔''

قادری صاحب فرماتے ہیں:

''راستے میں پھر سکینہ گم ہوگئی سیدہ زینب تلاش میں دوڑی تو ایک باپردہ عورت نے سکینہ کو گود میں لیا ہوا تھا۔ زینب نے کہا بی بی کون ہو پردہ اٹھایا کہا بیٹی تمھاری والدہ فاطمہ ہوں۔''

کچھ من چلے نوجوان ہماری گفتگو سنتے ہیں اور قادری صاحب اور مولانا طارق جمیل صاحب کے بعض مشترکہ عقائد جو ہم پیش کرتے ہیں سن کر بہت ناراض ہوتے ہیں، ہم ان نوجوانوں کو ایک کلپ دکھاتے ہیں مولانا طارق جمیل صاحب خود طاہر القادری کی مسجد میں تشریف لے کر گئے پھر قادری صاحب نے فرمایا میں مولانا طارق جمیل صاحب سے کہہ رہا ہوں کہ وہ آئے ہیں ہمارے مہمان ہیں دعا آپ کروائیں۔ طارق جمیل صاحب نے دعا فرماتے ہوئے کہا اے اللہ! ان تمام حاضرین مجلس کو قبول فرما ان کے جمع ہونے اور اعتکاف کو قبول فرما۔ ان کے ادارے کو قبول فرما، محنت کرنے والے مؤسسین کو قبول فرما۔ (منہاج القرآن اور اس کے موسس کے لیے دعا) اے اللہ! جو کہا گیا ہے اس پر ہمیں بھی عمل کی توفیق عطا فرما۔ طارق جمیل فرماتے ہیں ہم تو مہمان بن کر آئے تھے۔ حضرت کے فرمانے پر دعا فرمائی۔

اب آپ خود غور فرمالیں قادری صاحب اور طارق جمیل صاحب کے اتحاد کو کیا کہا جائے؟ یہی عقیدہ میلاد النبی ﷺ کے نام پر بدعات کو رواج دینے والوں کا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

’’ سنا ہے ہر عاشق کے گھر تشریف لاتے ہو
ہمارے گھر میں بھی ہو جائے چراغاں یا رسول اللہ! ‘‘

چکوال کے گاؤں دھرابی میں تنویر عطاری صاحب نے بارہ ربیع الاول کی رات اعلان کیا کہ ہمارے گھر میں رسول اللہ ﷺ کی ایک نعل مبارک کا نقشہ آویزاں ہو گیا۔ گھر میں لائٹ نہیں تھی یہ شبیہ روشن اس میں سے خوشبو آ رہی تھی اس رات جس نے زیارت کی ۔ یہ معجزہ عاشق رسول محمد تنویر عطاری صاحب کے گھر بارہ ربیع الاول بمطابق 27 فروری 2010ء کو مغرب کے وقت ہوا۔ (اُن دنوں یہ کلپ کافی وائرل ہوا تھا۔ یوٹیوب وغیرہ پر)

پاکستان بھر سے لوگ جوق در جوق اس نعلین کی زیارت کے لیے ٹوٹ پڑے تو ان پر جانوروں کی طرح ڈنڈے برسائے گئے۔ پاکستان بھر سے آنے والوں کی گفتگو سنیے:

’’وقت TV کے ایک ورکر نے ایک شخص سے پوچھا کہ آپ کیا عقیدہ رکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ زمین پر تشریف لائے تھے اس نے کہا کہ بالکل آپ صرف زمین پر ہی نہیں ہر وقت ہر جگہ موجود ہوتے ہیں اور ہم جو باتیں کر رہے ہیں وہ بھی آپ سن رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی ہر جگہ موجود ہے اور آپ ﷺ بھی ہر جگہ موجود ہیں۔‘‘ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس سے کوئی پوچھے کہ اگر نبی ہر وقت ہر جگہ موجود ہیں تو پھر ہجرت کیوں کی؟ تبوک کا سفر کیوں کیا؟ حدیبیہ سے واپس کیوں آئے؟ اللہ اور رسول دونوں ہر وقت ہر جگہ موجود ہیں تو پھر معراج کیوں ہوئی؟

دوسرے سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ زمین پر تشریف لائے تو وہ کہنے لگا کہ جب نعلین پاک کا نشان ہے تو وہ تشریف لائے ہیں تو یہ نشان لگا۔ کوئی اس سے پوچھے اگر آئے تھے تو بتاؤ دوسرا قدم مبارک کہاں گیا؟ کیونکہ اس نے اپنے گھر میں صرف ایک نعل کا نقشہ بنایا تھا۔ مسجد حرام میں تو ابراہیم علیہ السلام کے دونوں قدموں کا نشان موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا دوسرا قدم دھرابی میں کیوں نہیں لگا؟

مجھ پر باطل تہمت لگاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کا جھوٹا فتویٰ لگایا گیا یوٹیوب پر کلپ بنایا گیا کہ اس نے نعلین مبارک کا ترجمہ جوتی کیا ہے حالانکہ زلفوں اور چہرے اور ہاتھ کا تذکرہ اردو میں سب کرتے ہیں۔ یہ گستاخی نہیں؟ میں نے تو اُردو میں ترجمہ ہی کیا ہے۔ واللہ! آپ ﷺ کی تو کیا، میں آپ ﷺ کے کسی خادم کی گستاخی سے بھی اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ ہاں البتہ دنیا کی شہرت اور مال کمانے کے یے چکوال کا یہ ڈرامہ گستاخی ہے، جوخود ساختہ نشان نبی پاک ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا، وہ پانچ فٹ کا تھا، کیا توہین رسالت نہیں ہے؟

تیسرا کہتا ہے: میں پنڈی سے آیا ہوں میں نے آپ کے نعلین کو ہاتھ لگایا تو مجھے یہ محسوس ہوا جیسے کسی نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔ دوسری جگہ ہاتھ لگایا تو کچھ محسوس نہیں ہوا۔

چوتھا کہتا ہے کہ میں ابھی نعلین مبارک کی زیارت کرنے جارہا ہوں میں نے اس کے بارے میں سنا کہ میلاد شریف والے دن حضور ﷺ کے وہاں آنے کی خبر ہے سوال کرنے والے نے کہا اگر میں کہوں کہ آپ نے جھوٹ سنا وہ کہنے لگا میں پھر بھی نہیں مانوں گا میں اسے سچ مانوں گا۔

سوال کرنے والے نے کہا کہ جس پیغمبر کی محبت میں آپ جارہے ہیں ان کی حدیث کا مفہوم ہے کہ تصدیق کے بغیر آپ بات نہیں کر سکتے ہیں۔ میں آپ کو بتا دیتا ہوں کہ جو نعلین مبارک اس گھر میں موجود ہے وہ پانچ فٹ لمبا ہے آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔

اس نے کہا کہ میں اس بارے میں یہ کہتا ہوں کہ پہلے جولوگ ہوئے تھے، ان کے قد بہت لمبے ہوتے تھے جس کا قد لمبا ہوتو اس کا پاؤں بھی لمبا ہوگا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میرے رسول ﷺ کی اس سے بڑھ کر کیا توہین ہوگی؟ کہہ رہا ہے کہ آپ کا قد بھی بہت لمبا تھا اسی حساب سے آپ کا قد بھی اس پانچ فٹ قدم کے حساب سے ہوگا۔ اہل

حدیث پر توہین رسالت کے جھوٹے پرچے کروانے والو! گستاخ رسول کا الزام لگانے والو! اس گستاخ سے بڑھ کر اور گستاخ کون ہوگا۔؟ لا حول و لا قوۃ الا باللہ

اے کاش! اہل توحید کے ذمہ داران کی کچھ غیرت ایمانی جاگتی اور اس گستاخی پر ان مجرموں کو ان کے انجام تک پہنچانے کے لیے قانون کا سہارا لیتے۔

برا ہو علمائے سوء کا اپنے مریدوں کو یہ جعلی و غلط عقیدہ تو بتا دیا کہ آپ میلاد کی رات عاشقوں کے گھر تشریف لاتے ہیں، نعتیں یاد کروا دیں...... آ گئے آ گئے ......تاج والے...... دم بدم پڑھو درود......حضور بھی موجود یہاں......اے کاش! یہ سیرت اور صورت رسول ﷺ بھی اپنے مریدوں کو بتاتے۔ آیئے! سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فرمان سنئے! فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نہ طویل تھے، نہ چھوٹے قد کے تھے اور آپ کی ہتھیلیاں اور پاؤں کے تلوے مبارک گوشت سے پُر اور مضبوط تھے، آپ کا سر مبارک بڑا، سینے اور ناف کے درمیان بالوں کی لمبی باریک لکیر تھی جب آپ چلتے تھے تو آگے کی طرف جھکے ہوئے چلتے، گویا آپ ڈھلوان اُتر رہے ہوں، اور ہڈیوں کے جوڑ کشادہ تھے۔ میں نے آپ ﷺ سے پہلے اور آپ کے بعد کسی کو ایسا نہیں دیکھا۔'' (سنن ترمذی:3637)

مگر افسوس آج بعض کلمہ گو لوگوں نے نبی کریم ﷺ کے پیارے نام کو پیٹ بھرنے کا ذریعہ بنا لیا۔ نعلین پاک کا یہ جھوٹا ڈرامہ رچایا پھر اس کی تصویر بنا کر اسے کاروبار بنا لیا گیا۔ گاڑی پر تصویریں سپلائی کرنے والا تصویریں بنا کر بچوں کو پندرہ پندرہ روپے میں بیچ رہا ہے اور بچے اس تصویر کو آگے بیس بیس روپے میں بیچ رہے ہیں اور راتوں رات لکھ پتی بن گئے۔

ایک ٹھیکیدار ٹھیکیداری چھوڑ کر تصویروں کا اسٹال لگا لیتا ہے اور کہتا ہے یہ اسٹال میں نے اس لیے لگایا کہ ایک آدمی پچاس روپے میں یہ تصویر بیچ رہا تھا میں نے کہا یہ تو ظلم ہے میں پچیس روپے میں بیچ رہا ہوں۔

جس جگہ نقش نعلین مبارک لگنے کا جھوٹا ڈرامہ رچایا گیا تھا وہاں اینٹیں رکھ کر باؤنڈری

لگا دی گئی کہ جوتے اتار کے باوضو ہو کر آؤ اور درود شریف پڑھو نعلین مبارک نظر آ جائے گا۔

اسی گاؤں کا ایک شخص اس ڈرامے کے ذریعے ہونے والی گستاخی کی تفصیل بتا رہا ہے:

''پہلی رات اس نعلین پہ کچھ نہیں لکھا گیا، تیسرے دن نعلین پر اللہ ومحمد لکھا گیا۔ جب ہم نے کہا کہ میرا ضمیر اس کو گوارا نہیں کرتا کہ نعلین مبارک پر اللہ ومحمد لکھا ہو تو پھر وہ غائب ہو گیا۔ میں نے پوچھا تو کہنے لگا یہ غائبانہ آیا تھا غائبانہ چلا گیا۔

اسی گاؤں کے دوسرے شخص سے اس جھوٹ کی کہانی سنئے وہ کہتا ہے: ''میرا نام صفدر حسین شاہ ہے سوموار والے دن جب میں آیا تو انھوں نے اللہ اور محمد ﷺ زمین پر نعلین میں لکھا میں نے قرآن کو سینے سے لگایا اور میرے آنسو نکل گئے اور کہا واہ اللہ تمھاری اور تمھارے رسول کی یہ توہین ہو رہی ہے۔

انا لله وانا اليه راجعون یہ ظالم صرف رسول اللہ ﷺ کے ہی گستاخ نہیں بلکہ اللہ کے بھی گستاخ ہیں۔ نعلین پر اللہ اور رسول کا نام گستاخی ہی ہے سوچیں اگر کسی کا نام یا اس کے باپ کا نام اس کی جوتی پر لکھ دیا جائے تو وہ کتنا ناراض ہو گا؟ افسوس آج اللہ اور اس کے رسول کا نام نعلین پہ لکھا جا رہا ہے۔

اس جھوٹے واقعے کی پہلی راویہ کی حالت سنیں اسے سب سے پہلے تنویر عطاری کی والدہ نے دیکھا جو اس وقت (چلم رحقہ) پی رہی تھی۔ انا لله وانا اليه راجعون

رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں مسجد نبوی میں اگر کوئی لہسن پیاز کھا کر آ جاتا تو اسے بقیع قبرستان تک بھیج دیا جاتا تھا۔ (صحیح مسلم:567)

اور یہ نشہ کرنے والی حقہ پینے والی دعویٰ کرتی ہے کہ میں نے دیکھا کہ میرے گھر میں حضور کا نعلین پاک لگا ہے۔

اس کہانی کے جھوٹے ہونے کی خبر تنویر عطاری کے دوست اکبر سے سنیے، کہتا ہے:

''جب یہ واقعہ ہوا تو میں پانچ منٹ کے بعد اس کے گھر پہنچ گیا تو یہ کہنے لگا ادھر روشنی ہوئی اور نعلین بن گیا مگر مجھے کوئی روشنی نظر نہیں آئی میں نے اس کے بھائی جاوید سے پوچھا کہ تم

نے یہاں کہیں دیگ تو نہیں پکائی حلوے کی کیونکہ حلوے کی دیگ کا چولھا گول ہوتا ہے اس نے کہا ہاں یہاں کہیں چولھا تھا، میں نے نعلین کے پاس بیٹھ کر لکیریں دیکھیں تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ وہی دیگ کے چولھے کا نشان ہے میں نے تنویر عطاری کی والدہ سے کہا کہ مجھے ۱۰۰ پرسنٹ یقین ہے کہ یہاں آپ نے دیگ پکائی ہے تو تنویر عطاری کی بیوی نے کہا کہ یہ ٹھیک کہتا ہے یہاں دیگ کے چولھے کا نشان ہے تو تنویر کی والدہ نے کہا کہ تم میرے بیٹے کو سمجھاؤ کہ یہ سراسر ڈرامہ ہے میں نے بوقت 7:30 بجے تنویر کے کمرے کا درازہ بجایا اسے اٹھایا کہ آپ اسے نعلین تصور کرتے ہو مگر تم خود فجر کی نماز بھی نہیں پڑھتے۔

پھر میں تنویر عطاری کے بھائی جاوید اور اس کی والدہ کے ساتھ بیٹھا اور اس کے والد نے کہا کہ صائمہ نے بتایا کہ تم نے اختر کی شادی پر یہاں حلوے کی دیگ پکائی اور یہ چولھے کا نشان ہے آپ مشغلے کو رہنے دو، درزی کا کام کرتے ہو وہی کرتے رہو۔ تنویر نے مجھ سے مشورہ لیا کہ اب اس کا کیا کریں؟ تو میں نے کہا ابھی تو باہر لوگ اس کی زیارت کے لیے کھڑے ہیں یہ اہل سنت والجماعت کی بے عزتی ہے مگر رات کو اس پر دوبارہ بالٹی پانی ڈال دینا، ایک جھوٹ پہلے بولا تھا پھر دوسرا بول دینا کہ رات کو غائب ہو گیا، اس نے کہا ایسے ہی کروں گا مگر صبح کو وہ شیشہ لے آیا اس کو مزید مضبوط کرنے کے لیے۔

دیگ کے چولھے کے نشان کو نعلین مبارک کا نام دینے والے گستاخوں کے جھوٹ کی کہانی تصویریں بول بول کر بتا رہی ہیں کہ جو نعلین کی تصویریں یہ خود بیچ رہے ہیں۔ ان میں نئی تصویر دوسری پرانی تصویر سے بالکل مختلف ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تنویر عطاری کے گھر سے پانچ گھر دور ایک دوسرے گھر جس کے رہائشی بشیر صاحب ہیں ان کے گھر میں بھی بالکل تنویر عطاری کے گھر جیسا نشان موجود ہے اس سے پوچھا گیا کہ یہ نشان کیسے بنا تو اس نے کہا یہاں شادی پر دیگ پکائی گئی تھی اس کا چولھا بنایا تھا۔ بارش ہونے پر یہ نشان واضح ہو گیا۔

اور اب تو اس نقش نعل پاک کے ارد گرد چار دیواری اور واٹر پروف ترپال لگا دی گئی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

لوگو! یہ تمام باتیں قرآن وحدیث کے خلاف ہیں اور توہین رسالت ہیں۔ اگر نبی کریم ﷺ کبھی کراچی میں طاہر القادری کے پاس آ سکتے ہیں اور دارالعلوم دیوبند کا حساب و کتاب چیک کرنے آ سکتے تو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا کہ ان مولویوں سے پوچھو......

① تو جب آپ ﷺ کی وفات پر صحابہ کا پہلا اختلاف ہوا تو آپ ﷺ نے واپس آ کر ان کو خبر کیوں نہ دی؟

② سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے نبی کریم ﷺ نے ظاہر ہو کر ان کو کیوں نہیں بچا لیا۔

③ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اپنے ہی گھر میں بھوک، پیاس اور قید و بند کی صعوبتیں سہتے رہے۔ نبی ﷺ تشریف کیوں نہ لائے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا چھ مہینے تک آپ کی وفات کے بعد زندہ رہیں آپ کی جدائی کے غم میں نہ مسکرائیں۔ آپ ان یک پاس کیوں تشریف نہیں لائے؟

⑤ سیدنا علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے آپ تشریف کیوں نہ لائے؟

⑥ سیدنا علی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما گروہ آمنے سامنے ہوئیں آپ تشریف کیوں نہ لائے؟

⑦ سیدنا علی اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جنگیں ہوئیں کچھ مسلم شہید ہوئے نبی کریم ﷺ تشریف کیوں نہ لائے؟

⑧ سیدنا حسین رضی اللہ عنہما شہید ہوئے آپ ﷺ تشریف کیوں نہ لائے؟

آج تو بدعقیدگی کی یہ حالت ہے کہ جو مولوی چاہتا ہے اپنے مریدوں میں حالت بیداری میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کا اعلان کر دیتا ہے۔

اشرف السوانح میں لکھا ہے: ''کانپور میں ایک بہت مشور بزرگ گزرے ہیں حضرت شاہ غلام رسول صاحب جن کا لقب رسول نما تھا کیونکہ وہ اپنے تصرف سے حضرت رسول پاک ﷺ کی بیداری میں زیارت کرا دیا کرتے تھے۔'' (ج1،ص:129)

مولانا طارق جمیل صاحب بھی ایسا ہی ایک من گھڑت واقعہ بیان کرتے ہیں آپ بھی

سنیے، ایک بدو قبر نبوی ﷺ پر آتا ہے اور کہتا ہے السلام علیک یا رسول اللہ پھر کہتا ہے کہ آپ کے رب نے کہا تھا

﴿ وَ لَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ جَآءُوۡكَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰهَ وَ اسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيۡمًا ﴾ (النسا: 64)

''اگر واقعی یہ لوگ جب انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا آپ کے پاس آتے، پھر اللہ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول ان کے لیے مغفرت طلب فرماتے تو یہ اللہ کو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا پاتے۔''

پھر کہنے لگا میں آپ کے پاس آیا ہوں اپنے گناہوں کو مانتا ہوں معافی مانگتا ہوں میں آپ کو اللہ کے دربار میں سفارشی بناتا ہوں کہ آپ کا رب میری بخشش کر دے، پھر وہ رونے لگا اور اس نے چار شعر پڑھے اور آنسو پونچھتا ہوا اونٹنی کی طرف چل دیا۔ وہ اونٹنی پر بیٹھ رہا ہے کہ عتبی پر (جو قبر پر بیٹھا کچھ پڑھ رہا تھا) ایک دم نیند آئی اونگھ آئی فوراً خواب میں اللہ کے نبی ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی آپ نے کہا اٹھو اور اس بدو سے کہہ دو تیری فریاد پہنچ گئی اور تیری بخشش ہوگئی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حالانکہ کتب رجال سے ''عتبی'' نامی اس راوی کی توثیق نہیں ملتی البتہ یہ ذکر ملتا ہے کہ شرابی تھا۔ اگر اس تک یہ واقعہ صحیح ثابت ہو بھی جائے تو ایک نشئی آدمی کی کہانی سے دین کیسے اخذ کیا جا سکتا ہے؟!!

اللہ کے بندو سوچو! اگر یہ طریقہ نبی ﷺ سے ملاقات کرنے اور باتیں کرنے کا ہوتا تو علی رضی اللہ عنہ نے کیوں قبر نبوی پہ حاضری نہ دی کہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہہ دیجیے میرے ساتھ اختلاف نہ کریں، ساتھ مل جائیں۔ مسلمانوں میں اختلاف ختم ہو جاتا۔ صحابہ کرام اپنے اختلافات میں نبی کریم ﷺ کی قبر پہ حاضر ہو کر فیصلہ کیوں نہ کرواتے تھے؟ عجیب بات ہے کہ جب ہم مولانا طارق جمیل صاحب کے بیان کردہ من گھڑت واقعات بیان کرتے

ہیں تو بعض من چلے نوجوانوں کو تکلیف ہوتی ہے مگر اب تو خود کئی علماء دیو بند بھی ان کی حقیقت واضح کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ آپ دیکھیں علمائے دیو بند کے معروف نام مفتی زر ولی خان صاحب فرماتے ہیں: ''مولانا طارق جمیل صاحب من گھڑت واقعات بیان کرتے ہیں۔ ایک واقعہ مفتی زرولی خان نے بیان کیا کہ'' طارق جمیل صاحب فرماتے ہیں:
''ایک دفعہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ہزار اونٹ مدینے کے فقرا پر صدقہ کر دیے رات کو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو خواب آیا رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی آپ ﷺ گھوڑے پر سوار تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یا رسول اللہ! آپ کدھر جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا عثمان نے آج صدقہ کیا ہے اللہ نے اس کی جنت کی حور سے شادی کی ہے اور عثمان کا ولیمہ ہے سب انبیا اس کے ولیمے پر آ رہے ہیں میں بھی وہیں جا رہا ہوں۔'' انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے رسول اللہ ﷺ کی محبت عطا فرمائے اور گستاخی سے محفوظ رکھے۔ وما علینا الا البلاغ

قوالی کی شرعی حیثیت

الحمد لله والصلاة والسلام علی رسول الله و بعد !

﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ (لقمان: 6)

کوئی قوم زوال اور پستی کی طرف مائل ہوتی ہے تو اپنے عمدہ اوصاف و اقدار اورخصوصیات کو چھوڑ کر غیروں کی تقلید کرنا شروع کر دیتی ہے۔ اپنے پڑوس کے مندروں میں ہندو بطور عبادت بھجن گاتے ہیں ان کی دیکھا دیکھی بہت سے نام نہاد مسلمان بھی اس راہ کے راہی بن گئے اور ان کی تقلید کرتے ہوئے بھجن کی کاپی قوالی کا سلسلہ شروع کیا اور یہ دینی اصول بھی بھول گئے کہ فرمانِ رسول ﷺ ہے:

((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)) (سنن ابی داؤد:4031)

''جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں سے ہے۔''

واضح رہے کہ فطری اور طبعی مشترکات میں قطعاً یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بھائی کفار یا یہود و نصاریٰ اور مشرک ہندو بھی منہ سے کھاتے ہیں، ہاتھوں سے پکڑتے ہیں، پیروں سے چلتے ہیں وغیرہ وغیرہ جیسا کہ میلاد کے کیک کاٹنے کو صحیح ثابت کرنے کے چکر میں عقل وخرد سے بعید ترین یہ دلیل خود الیاس قادری صاحب نے دی کہ وہ بھی منہ سے کھاتے ہیں ...... حالانکہ معمولی عقل رکھنے والا بندہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ اُمور فطری ہیں، اللہ و رسول ﷺ بھی یہ بات بخوبی جانتے ہیں اس کے باوجود جب دیگر قوموں کی مشابہت سے بچنے کا حکم دیا تو اس سے مراد غیر قوموں کے مذہبی رسوم و رواج یا ایسے طور طریقے ہیں جو خاص طور پر ان کے ساتھ معروف ہیں، ان کی مشابہت سے بچتے ہوئے ان سے دُور رہنا ہے۔ بھجن کی

طرح قوالی میں بھی طبلہ و سارنگی پر گانا سنا جاتا ہے کیا یہ اللہ کی قربت کا ذریعہ بن سکتا ہے؟

آیئے ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ قرب الٰہی ڈھول طبلہ سارنگی بجا کر حاصل ہوتا ہے یا قرآنی آیات سن کر حاصل ہوتا ہے۔قرآن مجید کی ان آیات پر غور کیجیے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَ مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّ مِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْرَآءِيْلَ وَ مِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴾ (مریم: 58)

''یہی وہ لوگ ہیں کہ جن پر اللہ نے احسان کیا انبیاء میں سے اولاد آدم سے اور جن کو ہم نے سوار کیا نوح کے ساتھ اور اسرائیل کی اولاد میں سے اور ان میں سے جنھیں ہم نے ہدایت دی اور منتخب کر لیا جب ان پر رحمٰن کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو روتے ہوئے سجدے میں گر جاتے ہیں۔''

اسی طرح فرمایا:

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴾ (الانفال: 2)

''مومن تو وہی ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ کر دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں۔''

اسی طرح فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا☆ وَّ يَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا☆ وَ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَ يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴾

(بنی اسرائیل:109)

’’بے شک جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا جب ان کے سامنے اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں پاک ہے ہمارا رب بیشک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہو جانے والا ہے۔وہ ٹھوڑیوں کے بل گر جاتے ہیں روتے ہیں اور وہ ان میں خشوع زیادہ کر دیتا ہے۔‘‘

اسی طرح فرمایا:

﴿ وَ اِذَا سَمِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ﴾ (المائدہ: 83)

’’اور جب وہ سنتے ہیں (اُسے) جو رسول کی طرف نازل کیا گیا ہے تو آپ دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہہ رہی ہوتی ہیں، اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا۔‘‘

اسی سماع کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾

(الاعراف: 204)

’’جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔‘‘

قرآن کو سننا مشروع ہے اور اس سے محبت رکھنے والوں کی تعریف کی گئی ہے اور جو قرآن کو سننے سے اعراض کرتے ہیں ان کے بارے میں مالک فرماتا ہے:

﴿ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْۤ اُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ (لقمان: 7)

’’اور جب اس پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو تکبر کرتے منہ پھیر لیتا ہے گویا اس نے سنا ہی نہیں گویا اس کے کانوں میں بوجھ ہے تو اسے دردناک

عذاب کی خوش خبری دیجیے۔''

جو لوگ قرآن کی تلاوت و سماع اس پر تدبر، غور و فکر اس کے سمجھنے سے اور اس پر عمل پیرا ہونے سے اعراض کرتے ہیں، ان کے بارے میں رب کریم نے فرمایا:

﴿ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴾ (الفرقان:30)

''اور رسول کہیں گے :اے رب! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو پس پشت ڈال رکھا تھا۔''

یہی وہ سماع تھا جس کی فرمائش رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ سے کرتے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا مجھے قرآن سناؤ انھوں نے کہا آپ کو سناؤں حالانکہ قرآن آپ پر نازل ہوا فرمایا میں دوسروں کی زبان سے سننا پسند کرتا ہوں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تلاوت شروع کی اور جب اس آیت پر پہنچے:

﴿ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا۝ ﴾ (النساء: 41)

''اس وقت کیا حال ہوگا جب کہ ہم ہر امت سے ایک ایک گواہ حاضر کریں گے اور آپ تو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔''

تو آپ نے فرمایا: ''بس کرو میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو چشم مبارک سے آنسوؤں کی لڑی جاری تھی۔'' (صحیح بخاری:4582، صحیح مسلم: 800)

یہ سماع نبی اکرم ﷺ اور اہل ایمان کا تھا، اب آیئے مشرکین کے سماع کا جائزہ لیں۔

تالیاں بجانا اور سیٹیاں بجانا اہل شرک کا وطیرہ ہے:

﴿ وَ مَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّ تَصْدِيَةً ﴾ (الانفال: 35)

''اور ان کی نماز اس گھر (کعبہ) کے پاس سیٹیاں بجانے اور تالیاں پیٹنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتی۔''

کفار تالیوں کی آواز اور سیٹیوں کی آواز میں ثواب اور اللہ کی خوشنودی کا یقین کرتے تھے۔آج قوالی کے دلدادہ بھی تالیاں بجاتے ڈھول پیٹتے چمٹے بجاتے اور اس کو قرب الٰہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔آئیے قرآن سے پوچھتے ہیں:

﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ (لقمان: 6)

''اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ سے غافل کرنے والی باتوں کے خریدار بنتے ہیں تا کہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیں اور اسے ہنسی بنائیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے رسواء کرنے والا عذاب ہے۔''

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا کہ لهــــو الحدیث سے کیا مراد ہے انھوں نے تین مرتبہ زور دے کر فرمایا هــو والله الغنا...... اللہ کی قسم اس سے مراد گانا ہے۔(بیہقی)

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے لھو الحدیث کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا اس سے مراد گانا، راگ وغیرہ ہے۔

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گانے والیوں اور انھیں خریدنے اور ان کی کمائی کھانے اور ان کی قیمت سے منع فرمایا ہے۔(سنن ابن ماجہ:2168 حسنہ البانی)

اور آج قوالی میں ڈھول سارنگی بجتی ہیں آئیے قرآن سنیے:

﴿ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّ لَهْوًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ﴾ (الانعام: 70)

''اور ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کشی اختیار کر لو جنھوں نے اپنے دین کو لہو و لعب (کھیل تماشا) بنا رکھا ہے اور دنیوی زندگی نے ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔''

آج قوالوں نے دین اسلام کو کھیل تماشا بنا لیا نا ہے ساز ہے گانا دھمال ہے اور اسی

دھمال کو ذریعہ نجات سمجھتے ہیں اور جو دھمال نہیں ڈالنا اس کو بعض پیروں کی طرف سے بھرے مجمع میں ماں بہن کی ننگی گالیاں دی جاتی ہیں آیئے ہم آپ کو بتاتے ہیں ساز کے ساتھ عبادت یہود و یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے۔

جیسے کفار مکہ خانہ کعبہ میں تالیاں پیٹتے اور سیٹیاں مارتے ہیں اور اسے رجوع الی اللہ کا ایک اہم ذریعہ نماز اور عبادت سمجھتے۔

اسی طرح یہود کے تجدد پسند طبقہ نے عبادت میں موسیقی کا خاص طور پر اہتمام کیا اور نماز کے لیے نغمے وضع کیے ہیں تاکہ یہ عبادت دلوں میں اچھی طرح اتر سکے۔

عیسائیوں کی دعاؤں کے سارے الفاظ ترانوں اور گانوں کی شکل میں ہیں اور ہر دعا کی لے اور آہنگ جدا اور مقرر ہے۔تحریف شدہ زبور میں ہے۔ نرسنگے کی آواز کے ساتھ خدا کی حمد کرو، تاردار سازوں اور بانسری کے ساتھ اس کی حمد کرو زور سے جھنجھناتی جھانجھ کے ساتھ اس کی حمد کرو۔ (اسی لیے طاہر القادری صاحب نے جب منہاج القرآن میں عیسائیوں کو کرسمس ڈے پر بلایا تو انھوں نے ڈھول سارنگی بجا کر کرسمس کے گیت چلائے اہل کتاب کی طرح ہنود کی عبادت میں گانے اور موسیقی کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

قوالی کے قائلین حقیقت میں ان مشرکانہ مذاہب سے بری طرح متاثر ہوتے ہیں۔

موسیقی اور گانے ہندو مذہب کے خمیر میں شامل ہیں اور اس نظام میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ ہندو مذہب کے فلسفیوں پنڈتوں اور پروہتوں نے پوجا کرنے والوں میں سوز و گداز پیدا کرنے کے لیے ہمیشہ اس کا سہارا لیا۔

دور رسالت، دور صحابہ اور تابعین میں گانا، راگ اور موسیقی کو غیر اسلامی سمجھا جاتا تھا۔

بیہقی میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو آوازیں دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں ایک گانے کی آواز میں دوسرے چلانے کی آواز مصیبت میں۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے مجھے سارے عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور مجھے حکم فرمایا ہے کہ مزامیر اور آلات موسیقی میں آگ لگا دوں۔

ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، انہوں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری امت میں ایسے بُرے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو زنا، ریشم پہننا، شراب پینا اور گانے بجانے کو حلال بنا دیں گے۔''(صحیح بخاری:5590)

اپ دیکھ لیں کتنے ہی لوگ ہیں جب انہیں قوالی میں موسیقی کی حرمت یاد دلائی جاتی ہے تو وہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو اللہ اور اس کے محبوب رسول ﷺ کا نام لے رہے ہیں۔ قوالی سننا کوئی گناہ نہیں۔نعوذ باللہ

لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام کچھ اور رکھیں گے ان کے سروں پر باجے بجائیں گے اور گانے والیاں گائیں گی اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں دھنسا دے گا اور بعض کو بندر اور سور بنا دے گا۔

قوالی میں ساز آلاتِ موسیقی ہوتے ہیں جن کی حرمت کے گانے کے بارے میں آپ نے شرعی دلائل سن لیے مگر ماجرا اس سے زیادہ سنگین اس لیے بن گیا کہ آج قوالیاں کفر وشرک کی دعوت اور انہیں پھیلانے کا بہت بڑا ذریعہ بن چکی ہیں۔ہم آپ کے سامنے اس کی کچھ مثالیں رکھتے ہیں کہ یہ قوال کس طرح قرآن وسنت اور عقیدۂ توحید کی دھجیاں اُڑاتے ہیں اور شرک کو فروغ دیتے ہیں۔صرف موسیقی کا گناہ ہی نہیں ایمان بھی برباد کر ڈالتے ہیں۔

ایک قوال شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ سے فریاد کرتا ہے، کہتا ہے:

''قم باذنی کا پھر ماحول بنا سکتے ہو میری بگڑی کو بنانے میں قباحت کیا ہے

آپ چاہیں تو مردوں کو جلا سکتے ہیں پیروں کے پیر ہیں روشن ضمیر ہیں بغداد والے حضرت سب کے دستگیر ہیں۔''

بقول قوال: پیر عبدالقادر جیلانی قم باذنی کہہ کر مردوں کو زندہ کر سکتے مگر آیئے قرآن کریم سے پوچھتے ہیں کہ مردوں کو زندہ کرنے والا کون ہے جواب ملتا ہے:

﴿ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى ﴾ (یٰس:12)

''ہم مردوں کو زندہ کرتے ہیں۔''

دوسرا مقام......

﴿ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَاهٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ ﴾ (یس :52)

وہ کہیں گے ہائے ہماری بربادی! کس نے ہمیں ہماری سونے کی جگہوں سے اُٹھا دیا؟ یہ وہ ہے جو رحمٰن نے وعدہ کیا۔

تیسرے مقام پر غور کیجیے:

﴿ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ (البقرہ: 28)

''تم کیسے اللہ کا کفر کرتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے، اس نے تمہیں زندگی دی ، پھر وہ تمہیں موت دے گا، پھر وہ تمہیں زندگی دے گا ، پھر تم اسی کے پاس لوٹائے جاؤ گے۔''

بقول قوال بغداد والے حضرت سب کے دستگیر ہیں۔ (مشکل کشاء) مگر آیئے قرآن سے پوچھتے ہیں کہ دستگیر و مشکل کشا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴾ (الزمر: 38)

''کہہ دیجیے کیا تم نے دیکھا کہ وہ ہستیاں جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرے تو کیا وہ اس کو ہٹانے والے ہیں؟ یا وہ مجھ پر کوئی مہربانی کا ارادہ کرے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روکنے والی ہیں؟ کہہ دیجیے مجھے اللہ ہی کافی ہے اسی پر بھروسا کرتے ہیں، بھروسا کرنے والے۔''

قرآن مجید کے ایک اور مقام پر غور کیجیے، فرمایا:

﴿ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ یَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰـهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ☆ اَمَّنْ یَّهْدِیْكُمْ فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ﴾ (النمل:62,63)

''کون ہے جو لاچار کی دُعا قبول کرتا ہے، جب وہ اس سے دعا کرتا ہے اور (جو) تکلیف دُور کرتا ہے اور تمہیں زمین میں جانشین بناتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الٰہ ہے؟ تم بہت کم نصیحت قبول کرتے ہو اور کون تمہیں خشکی و سمندر میں راہ دکھاتا ہے۔''

قرآن کا سوال ہے کہ کیا اللہ کے علاوہ کوئی اور ''الٰہ'' ہے جو یہ کام کر سکے؟ مومن کا جواب تو یہی ہوسکتا ہے کہ ''لا الٰہ الا اللہ'' اللہ کے علاوہ کوئی بھی الٰہ نہیں۔ اس کلمہ توحید کا مطلب ہی یہی ہے کہ مشکل کشا، بگڑیاں بنانے والا ایک اللہ ہی ہے جب کہ قوال کی سنیں ......قوال کہتا ہے:

''خوشیاں میری قسمت میں رقم کون کرے گا سب دور میرے رنج و الم کون کرے گا۔ آس لگی آپ سے بغداد کے والی اب آپ کے علاوہ کرم کون کرے گا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون......

یعنی اللہ کی مدد ونصرت کا مکمل انکار، حالانکہ قرآن کے الفاظ پہ غور کیجیے:

﴿ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ﴾ (الزمر:36)

''کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں۔''

مگر قوال اللہ کو چھوڑ کر صرف پیر کے دامن سے چمٹا ہوا ہے۔ آئیے قرآن سے پوچھتے ہیں کرم کرنے والا خوشیاں عطاء کرنے والا کون ہے۔ تو اللہ فرماتا ہے:

﴿ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِیَ اَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ یُّجِیْرُ الْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ☆ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَیْهِ تَوَكَّلْنَا

فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ☆ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيكُمْ بِمَاءٍ مَّعِيْنٍ☆ ﴾ (الملك:28 تا 30)

”کہہ دیجئے کیا تم نے دیکھا اگر اللہ مجھے اور ان کو جو میرے ساتھ ہیں، ہلاک کر دے یا ہم پر رحم فرمائے تو کون ہے جو کافروں کو دردناک عذاب سے پناہ دے گا؟ کہہ دیجیے وہی اللہ بے حد رحم کرنے والا ہے، ہم اس پر ایمان لائے تو تم جلد ہی جان لو گے کہ وہ کون ہے جو کھلی گمراہی میں پڑا ہے۔ کہہ دیجیے کیا تم نے دیکھا اگر تمہارا پانی (زمین میں) گہرا چلا جائے تو کون ہے جو تمہارے پاس بہتا ہوا پانی لائے گا؟

آیات واضح ہیں کہ رحمت فرمانے والی ہستی میرے مالک کی ہے اور ایمان والوں کا بھروسہ اسی ذات پر ہوتا ہے کیونکہ ساری بادشاہی اور اختیارات صرف اسی کے پاس ہیں۔

آیئے قرآن کے ایک اور مقام پر غور کریں اور قوال کے اس کفریہ جملے کا جواب لیں۔

قوال قرآن وسنت اور انبیاء علیہم السلام کی بیان فرمودہ توحید سے جاہل و غافل کہتا ہے:

”آس لگی آپ سے بغداد کے والی اب آپ کے علاوہ کرم کون کرے گا۔“

اور قرآن کہتا ہے:

﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰـهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ☆ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ☆ وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ☆ ﴾

(القصص:17 تا 73)

”کہہ دیجیے کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تم پر ہمیشہ قیامت کے دن تک رات کر دے تو اللہ کے علاوہ کوئی معبود ہے جو تمہارے پاس (سے اس رات کو ختم کر

کے دن کی) کوئی روشنی لے آئے؟ کیا تم سنتے نہیں؟ کہہ دیجیے کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تم پر ہمیشہ قیامت کے دن تک دن کر دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمہارے پاس سے (دن ختم کر کے) رات لے آئے، جس میں تم آرام کرو؟ تو کیا تم دیکھتے نہیں؟ اور یہ اسی کی رحمت میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے رات اور دن کو بنایا تا کہ تم اس (رات) میں آرام کرو اور تا کہ تم (دن میں) اس کا فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو۔''

لیکن شرک کرنے والا انسان کتنا ناشکرا ہے کہ اللہ کی نعمتوں، عنایتوں، مہربانیوں کو بھولا بسرا کر کے مخلوق سے کہتا ہے کہ ''تیرے علاوہ کرم اور کون کرے گا؟'' انا لله و انا اليه راجعون۔

ایک اور قوال کی سنیں وہ خواجہ اجمیری کو رازق قرار دینے کی کوشش کرتے ہوئے کہتا ہے: ''میں سنی عقیدت والا ہوں، اے وہابی توں کیوں مجھ سے جلتا ہے۔ اک میں کیا سارا زمانہ ہی خواجہ کے در پہ پلتا ہے یہاں خواجہ کا سکہ چلتا ہے۔

آیئے قرآن سے پوچھیں پالنے والا پوری کائنات کا اللہ ہے یا خواجہ اجمیری ......اور یہ کہ حکم و مرضی اللہ کی چلتی ہے یا اس کے مخلوق کی تو سنئے قرآن مجید گواہی دیتا ہے، اللہ کا فرمان ہے:

﴿ وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ﴾ (هود:7)

''اور زمین میں کوئی چلنے والا (جان دار) نہیں مگر اس کا رزق اللہ ہی پر ہے۔''

دوسرے مقام پر غور کیجیے:

﴿ وَ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ (النمل:64)

''اور کون ہے جو تمہیں زمین و آسمان سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الٰہ ہے؟ کہہ دیجیے کہ لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔''

قرآن واضح طور پر سمجھا رہا ہے کہ اگر پالنے والا رزق عطا کرنے والا اللہ کے علاوہ بھی ہے اور تمہارے خیال سے وہ اللہ کے پیارے نیک بندے ہیں تو اس کی واضح دلیل لاؤ، تمھیں کبھی بھی اس کی کوئی دلیل نہیں ملے گی۔ ارے نادانو! جن کو تم سارے جہاں کا پالنے والا قرار دے رہے ہو وہ خود میرے مالک کے رزق پر پلے ہوئے تھے۔ وہ کیا کسی کو پالیں گے؟ اپنے پالنے کو بھی وہ مالک کے رزق کے محتاج بندے تھے۔

قوال کہتا ہے:'' ہند میں لاکھ ہو جائیں مذہب کے بٹوارے پھر بھی تیرا نعرہ لگائیں سارے ملاں پنڈت سارے۔''

اب آپ خود غور کر لیں جس جس نعرے پر کفار بھی راضی ہوں وہ اسلامی کیسے ہوسکتا ہے؟ ایک اور قوال کہتا ہے:''پڑھی نمازیں رکھے روزے جنت پالی ملاں میں خواجہ کے عشق میں کھویا مل گیا مجھ کو اللہ۔''

سوچئے نماز، روزے کا حکم تو اللہ اور اس کے رسول نے دیا اور نمازوں کو ذریعہ محبت الٰہی قرار دیا۔

صحیح بخاری میں ہے:'' بندہ فرائض کے بعد نوافل ادا کر کے میرے قریب ہو جاتا ہے۔''

یہ عشق میں گم ہو کر نماز، روزہ اور عبادات کو چھوڑ کر اللہ ملنے کا طریقہ کس شریعت میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو نمازوں روزوں کی تلقین کیوں کی اس عشق کی تعلیم کیوں نہیں دی۔

قوال کہتا ہے : وہ خواجہ کا دیوانہ جب سے میں ہو گیا اس دن سے ہو گیا ہے کردار صاف میرا...... کعبہ بھی کر رہا ہے آ کے طواف میرا......

ان قصہ گو نام نہاد مولویوں اور ان کے خود ساختہ دین پر چلنے والے قوالوں کی کہانیوں کے مطابق کعبہ کبھی رابعہ بصری کا طواف کرتا ہے۔ کبھی خود ان قوالوں کا۔ کیا صحابہ کا کردار صاف نہ تھا کہ کعبہ نے ان کا طواف نہ کیا؟ مگر حدیبیہ کے مقام پر صحابہ بلکہ خود رسول اللہ

ﷺ کا طواف نہیں کیا۔

قوال کہتا ہے: ''میلے میں تیرے گھومنے آتے ہیں فرشتے لیکن آج تک کسی نے دیکھا بھی نہیں ہے آنکھ والا ہی دیکھے تیرا جلوہ میرے صابرؒ''

فرشتے تو غیبی مخلوق میں کوئی ان سے پوچھے کہ تمہیں کیسے پتہ چلا فرشتوں کے آنے کا

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کوئی شخص جب گانا گاتے ہوئے اپنی آواز اونچی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دو شیطان بھیجتا ہے جو اس کے دونوں کندھوں پر چڑھ کر اس کے سینے پر پاؤں مارتے (یعنی رقص کرنے) لگتے ہیں اور آپ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ فرمایا اور جب تک وہ خاموش نہ ہو جائے وہ پاؤں مارتے ہی رہتے ہیں۔'' (المعجم الکبیر للطبرانی: 7749)

قرآن پاک کی اس آیت پر غور کریں:

﴿ وَ اسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ ﴾ (الاسراء: 64)

''اور ان میں سے جس کو بہکا سکے اپنی آواز سے بہکا تا رہ۔''

شیطان کی آواز سے مراد معصیت و گناہ کی طرف بلانے والی ہر آواز ہے۔ اس میں گانا بجانا، بدکاری کی طرف بلانا بھی شامل ہیں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس سے مراد گانا وموسیقی اور لہو ولعب ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((صَوْتَانِ مَلْعُوْنَانِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ مِزْمَارٌ عِنْدَ نِعْمَةٍ وَرَنَّةٌ عِنْدَ مُصِيْبَةٍ.)) (البحر الزخار المعروف بسند البزار، ج: 14، ص: 7)

''دو آوازوں پر دنیا و آخرت میں لعنت و پھٹکار ہے نعمت و خوشی کے وقت بانسری (ساز) اور مصیبت کے وقت غم کی چیخ و پکار۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيَّ اَوْ حَرَّمَ الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْكُوْبَةُ قَالَ : وَكُلُّ مُسْكِرٌ حَرَامٌ .)) (سنن ابی داؤد: 3606)

''اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے شراب، جوا اور طبلہ، اور فرمایا کہ ''ہر نشہ آواز چیز حرام ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فِيْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ خَسْفٌ وَمَسْخٌ وَقَذْفٌ فَقَالَ: رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، وَمَتّٰى ذَاكَ؟ قَالَ اِذَا ظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ)) (سنن ترمذی: 2212 حسنه البانی)

''میری امت (کے کچھ لوگوں) پر پتھر برسیں گے ، ان کی شکلیں مسخ کر دی جائیں گی اور انھیں زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔مسلمانوں مین سے ایک آدمی نے آپ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کب ہوگا۔تو آپ نے فرمایا جب ساز وآواز عام پھیل جائیں گے۔گانے والی عورتوں کی کثرت ہو جائے گی اور شراب عام پی جانے لگی گی۔''

صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''فرشتے کسی ایسی جماعت (کاروان) کے ساتھ نہیں رہتے جس میں کتا یا گھنٹی ہو۔'' (صحیح مسلم:2113) (یعنی خباثت میں کتا اور گھنٹی برابر ہیں)

صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الجرس مزامیر الشیطان)) (صحیح مسلم: 2114)

''گھنٹی شیطان کی بانسری (ساز) ہے۔''

اب تو گانوں اور خاص طور پر قوالیوں کے ذریعے کفر پھیلایا جارہا ہے۔ اب گانا گانے والا کہتا ہے دل تو اک بستی ہے تو پچھتائے گا اس بستی کو ویران کر کے۔ایک کہتا ہے

کہ فرصت میں بنایا تجھ کو میرے رب نے یاد کرلو۔ ان گانوں کو عام کرنے والو قرآن تمھیں کیا پیغام دے رہا ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾

''یقیناً جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ایمان لانے والوں میں بے حیائی پھیلائیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

اللہ تعالیٰ جملہ اہل ایمان کو گانے باجوں اور بالخصوص شرکیہ، کفریہ گانوں اور قوالیوں کے شر سے بچائے رکھے۔ یاد رکھئے گا قوالی اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اللہ کے محبوب بندوں کا ذکر نہیں بلکہ ان کی مخالفت ہے۔ اس سے اپنے آپ کو اپنی آل، اولاد اور دوست و احباب کو بچانے کی کوشش فرمائیں۔

☆☆............☆☆

وحدت ادیان کا فتنہ

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ و بعد !

﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ رَبَّنَا عَلَیْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَیْكَ اَنَبْنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ﴾ (الممتحنہ: 4)

یہ دور فتنوں کا دور ہے اسلام اور اہل اسلام ہر طرف سے کفار کے حملوں کا شکار ہیں۔ ہر سطح پر کفار مسلمانوں کے خلاف برسر پیکار ہیں۔ کفار کا سب سے خطرناک حملہ مسلمانوں کے نظریات پر وار ہے۔ کیونکہ مسلم تب تک ہی مسلم ہے جب تک وہ ان عقائد کا حامل ہے جو اسے رسول اللہ ﷺ کی شریعت سے ملتے ہیں۔ اور جب یہ عقائد سلامت نہیں رہتے تو انسان اسلام کی حدود سے نکل جاتا ہے۔

وحدت ادیان ان اسلام دشمن قوتوں کا پیش کردہ ایک نظریہ ہے کہ تمام ادیان برحق اور سچے ہیں تو سب کے ساتھ پیار ومحبت اور دلی محبت کی پینگیں بڑھائی جائیں۔ حالانکہ قرآن حکیم اس نظریے کی نفی کرتا ہے :

﴿ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴾ (الصف: 9)

”وہی ذات جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے، اگرچہ مشرکوں کو ناگوار ہو۔“

اسلام آیا ہی ہر دین پر غالب ہونے کے لیے اب حق صرف اسلام ہے اور باقی سارے دین باطل ہیں۔اللہ تعالیٰ نے یہ بات بالکل واضح کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ﴾ (آل عمران: 85)

''اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہوگا۔''

گمراہ لوگ تو چاہتے ہیں کہ تمام ادیان کو قریب کیا جائے اکٹھا کر کے چوں چوں کا مربہ بنا لیا جائے جب کہ قرآن رسول اللہ ﷺ کو منہج ابراہیمی پر چلنے کا حکم دے رہا ہے اور ابراہیم علیہ السلام اور ان کے مومن ساتھی آواز لگا رہے ہیں:...... انا براء منکم...... ہم تم سب سے اور اللہ کے علاوہ جن کی تم عبادت کرتے ہو ان سے بھی بری ہیں، یہاں تک کہ تم اس اکیلے اللہ پر ایمان لے آؤ۔''

قرآن حکیم اہل ایمان کے بارے میں اعلان کر رہا ہے سنیے:

﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ﴾

(المجادلہ:22)

''اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت کرنے والے ہرگز نہ پائیں گے اگرچہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے قبیلے کے عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔''

وحدت ادیان کی دعوت ضالہ دینے والے اس آیت پر غور کریں، تاریخ اسلام میں ایسے کتنے ہی مواقع آئے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کفر کی حمایت میں ایمان والوں سے جنگ کرنے والوں سے جنگ کرنے والے اپنے قریب ترین رشتہ داروں اور عزیزوں کو بھی

قتل سے دریغ نہیں کیا،خواہ وہ ان کے باپ ، بھائی اور بیٹے ہی کیوں نہ ہوں۔

① سیدنا ابوعبیدہ عامر بن عبداللہ بن جراح کے بارے میں نازل ہوئی جب انھوں نے غزوۂ بدر کے دن اپنے باپ کو قتل کر دیا تھا۔

② سیدنا صدیق اکبر کے بارے میں کہ انھوں نے اپنے حقیقی بیٹے عبدالرحمٰن کو قتل کرنے کا مصمم ارادہ کیا تھا لیکن وہ بچ گئے تھے اور بعد میں اسلام بھی قبول کر لیا تھا۔

③ سیدنا مصعب بن عمیر کے بارے میں کہ انھوں نے اپنے حقیقی بھائی عبید بن عمیر کو بدر کے دن ہی قتل کیا تھا۔

④ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہ انھوں نے سگے ماموں عاص بن ہشام کو قتل کیا۔

⑤ سیدنا حمزہ،علی اورسیدنا عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم جیسے افراد اس آیت کے اوّلین مصداق ہوئے ، کیونکہ انھوں نے اپنے قریبی رشتے داروں عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ کو بدر کے دن قتل کیا۔

اہل ایمان پر واجب ہے کہ وہ کفار سے دشمنی کریں،قرآن کا حکم سنیں:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ ﴾

(الممتحنه:1)

''اے اہل ایمان! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔''

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ﴾

(الممتحنه:13)

''اے اہل ایمان! ان لوگوں سے جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا دوستی نہ کرو۔''

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ☆ ﴾ (التوبه:23)

''اے اہل ایمان اگر تمھارے ماں باپ اور بہن بھائی ایمان کے مقابلے میں کفر کو پسند کریں تو ان سے دوستی نہ رکھو اور تم میں سے جو ان سے دوستی رکھیں گے وہ ظالم ہوں گے۔''

﴿ يَـاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (المائدہ:51)

''اے اہل ایمان یہود و نصاری کو دوست نہ بناؤ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ بھی انھی میں سے ہو گا۔ بے شک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔''

وحدت ادیان کی دعوت دینے کفار سے دوستی کرنے والے کے لیے لمحہ فکریہ:

﴿ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ ﴾ (آل عمران:28)

''مومنوں کو چاہیے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گا وہ اللہ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں مگر یہ کہ وہ ان کے شر سے کسی طرح بچاؤ مقصود ہو۔''

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ﴾ (المائدہ:51)

''جو تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے گا وہ بے شک انھی میں سے ہے۔''

اس آیت کی تفسیر میں مشہور مفسر قرآن امام قرطبی فرماتے ہیں کہ جو شخص بھی مسلمانوں کے خلاف کافروں کو قوت طاقت اور سپورٹ فراہم کرتا ہے تو وہ انھی میں سے شمار کیا جائے گا۔

وحدت ادیان کی دعوت دینے والو! سنو رسول کریم ﷺ کا فرمان:

((من تشبه بقوم فهو منهم)) (سنن ابی داؤد:4031)

''جو جس قوم کی مشابہت کرے گا وہ انھی میں سے ہے۔''

معلوم ہوا کہ کفار کے مذہبی شعار جیسا لباس پہننا، ان جیسی شکل وصورت بنانا۔

کفار کے ممالک میں رہنا اور دنیا کمانے وسنوارنے کی غرض سے مسلمانوں کے ملکوں میں نہ آنا۔

کفار کے ملکوں میں رہنا کفار سے محبت کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے درمیان مسلمان کا رہنا حرام کر دیا۔ قرآن سنیں:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰيهُمْ جَهَنَّمُ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا☆ ﴾ (النساء:97)

''بے شک وہ لوگ جنہیں فرشتے اس حال میں (ان کی روح) قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں، کہتے ہیں تم کس کام میں تھے؟ وہ کہتے ہیں ہم اس سرزمین میں نہایت کمزور تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ تو یہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔''

اس آیت میں ہے کہ جن لوگوں نے ہجرت نہیں کی حالانکہ انہیں ہجرت میں کوئی رکاوٹ نہ تھی، کو ظالم قرار دیا گیا ہے اور ان کا ٹھکانا جہنم بتلایا گیا ہے، اس موقع پر ہجرت کو اسلام اور اس سے گریز کو کفر کے مترادف قرار دیا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاں اسلام کی تعلیمات پر عمل مشکل ہو اور وہاں رہنا کفر اور اہل کفر کی حوصلہ افزائی کا باعث ہو، ایسے دار الکفر سے ہجرت کرنا فرض ہے۔

کفار کو سیکرٹری رکھنا ان سے مشاورت کرنا حرام:

سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا میرا کاتب

نصرانی ہے تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کیا تو نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا الَّـذِيْـنَ اٰمَـنُـوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ﴾ (المائدة:51)

''اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ ، وہ تو آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔''

میں نے کہا اے امیر المومنین! مجھے اس کی کتابت سے غرض ہے اور اس کا دین اس کے لیے ہے۔ تو امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان کو عزت نہ دو انھیں اللہ نے ذلیل و رسوا کیا ہے۔''(سنن بيهقى: 127/1)

مسند احمد میں اور صحیح مسلم میں ہے بدر کے معرکے کے لیے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تو ایک مشرک نوجوان بھی آپ کے پیچھے آیا اور کہا میں آپ کا ساتھ دینا چاہتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

((تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ قَالَ: لَا ، قَالَ قُلْتُ ارْجِع فَلَنْ اَسْتَعِيْنَ بِمُشْرِكٍ)) (............)

''کیا تمہارا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ تو ارشاد فرمایا: واپس لوٹ جاؤ، میں ہرگز کسی مشرک سے مدد نہیں لوں گا۔''

کفار کے شعائر اپنانا اور اپنے شعائر ترک کرنا، کفار کی عیدوں میں شامل ہونا، ان کی اس نسبت سے مدد کرنا اور انھیں مبارک باد دینا جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان......

﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ﴾ (الفرقان:72)

''(ایمان والے) برائی میں شریک نہیں ہوتے۔''

اس کی تفسیر میں مفسرین فرماتے ہیں اللہ کے بندوں کی صفات ہے کہ وہ کفار کی

عیدوں میں شامل نہیں ہوتے۔ صحیح بخاری میں ہے ایک صحابی نے مقام بوانہ پر اونٹ ذبح کرنے کی منت مانی تو آپ نے پوچھا:

((هـل كـان فيها وثن من اوثان الجاهلية يعبد قالوا: لا ، قال هـل كـان فيها عبد من أعْيَـادهـم قـالوا: لا ، قال النبی ﷺ : اوف بنذرك ...... الخ)) (سنن ابی داؤد:3305)

''کیا وہاں جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تو نہیں تھا؟ جس کی عبادت کی جاتی ہو؟ تو صحابہ نے کہا: نہیں، پھر پوچھا کیا وہاں ان کا کوئی میلہ تو نہیں لگتا؟ تو جواب دیا گیا نہیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنی نذر پوری کرلو۔''

کفار کے اخلاق و کردار اور فنی مہارات کی تعریف کرنا ان کے کفریہ عقائد اور گمراہ نظریات پر نظر ڈالے بغیر ان کفار جیسے نام رکھنا حرام ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان صحابہ و صحابیات رضی اللہ عنہم کے نام بدل دیئے جن میں کفر وشرک یا فخر وغرور کا شائبہ بھی تھا، جیسا کہ سنن ابی داؤد وغیرہ میں ہے۔

کفار کے لیے استغفار کرنا اوران پر رحم کھانا حرام ہے:

﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَ لَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴾

(التوبه:113)

''نبی ﷺ اور ایمان والوں کے لیے مشرکین کی بخشش کی دعا کرنا جائز نہیں اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، یہ واضح ہو جانے کے بعد کہ یہ جہنمی ہیں۔''

وحدت ادیان کی گمراہ کن دعوت دینے والو فرمان رسول ﷺ سنو! صحیح مسلم، کتاب الایمان میں ہے اگر کوئی یہودی یا عیسائی میری نبوت کا سنے اور مجھ پر ایمان نہ لائے تو جہنمی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی ساری جہادی زندگی وحدت ادیان کا انکار تھا۔ کفار نے آفر کی تھی لڑکی، حکمرانی، مال کی تو آپ ﷺ نے سب کچھ ٹھکرا دیا اور لا الہ الا اللہ کی دعوت کا کام جاری رکھا۔ یہ واضح ثبوت ہے کہ اسلام اور دوسرے ادیانِ باطلہ ایک ساتھ نہیں پنپ سکتے۔

وما علینا الا البلاغ

☆☆..........☆☆

استخارہ اور QTV

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله و بعد!

﴿ وَ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَ لَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَ لَآ اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَكٌ ﴾ (هود: 31)

اس دور میں دین اسلام پہ ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں کہیں یہود و نصاریٰ اسلام اور اس کے ماننے والوں کو مٹانے کے در پے ہے تو کہیں خود اسلام کے نام لیوا اس کے مفہوم و معانی کو بگاڑنے پر کمر بستہ ہیں۔ شعائر اسلام کو اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔

① رسول اللہ ﷺ کی محبت ایمان کا جز ہے مگر اس محبت کی آڑ میں رسول اللہ ﷺ کی شان کو بڑھا کر آپ کو "نور من نور اللّٰہ" بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔

② اہل بیت اور آل رسول ﷺ سے محبت ہر مومن کے دل میں موجزن ہے مگر اہل بیت کی محبت کی آڑ میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کفر کے فتویٰ لگائے جاتے ہیں۔

③ اولیاء اللہ سے محبت ایمان کی نشانی ہے مگر اس کی آڑ میں ان کو مشکل کشا بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔

④ تزکیہ نفس کی اسلام کی بے حد اہمیت ہے مگر اس کی آڑ میں تصوف کے سلسلے اور وحدت الوجود، وحدت الشہود کی گمراہ کن وادیوں میں سادہ لوح لوگوں کو اُتارا جا رہا ہے۔

⑤ اسی طرح استخارہ ہے (جو خالص بندے کی اپنے رب سے دعا و مناجات ہے) اسے

شرکیہ عقائد کو پھیلانے کا ذریعہ بنا لیا گیا ہے۔

⑥ استخارے کے نام پر مختلف دکانیں سج گئی ہیں کہیں تسبیح، ایک دانے پہ ہاں، دوسرے دانے پہ ناں۔ تو کہیں قرآنی استخارے کے نام پہ کاروبار چمک رہا ہے کہیں بی بی استخارے کے نام پہ لوگوں کے مسائل حل کرتی نظر آتی ہے۔

⑦ روحانی علاج کے نام پر ماں کا نام پوچھ کر علاج کرنے والا جادوگر ہے۔ تو کہیں QTV (جس کے بارے میں تمام تاثر یہی ہے کہ یہ قرآن ٹی وی ہے مگر حقیقت میں QTV قبر پرست ٹی وی ہے۔ اور بے حیائی کے چینل سے کہیں زیادہ خطرناک ہے) یہ استخارے کے نام پہ علم غیب کے دعوے دار لوگوں کے ذریعے عوام الناس میں شرکیہ عقائد پھیلا رہے ہیں۔

عجیب بات ہے استخارہ تو اللہ سے کی جانے والی دعا ہے مگر یہاں ایسے لوگوں سے مشورہ کیا جاتا ہے جو علم غیب کے دعوے دار ہیں اور شفا کی پوٹلیاں لے کر بیٹھے ہیں اور استخارے کے نام پر جادو اور شعبدہ بازی کو عام کر رہے ہیں۔ کہیں تو QTV پہ استخارے کے ذریعے کاروبار چمکانے کے لیے اشتہار آتا ہے۔ استخارہ، دکھوں سے چھٹکارہ۔

⑦ QTV کے ''استخارہ پروگرام'' میں ایک شخص جدہ سے فون کر کے کہتا ہے کہ میں جدہ شریف سے فون کر رہا ہوں (مکہ مدینہ تو حرمین شریفین کی وجہ سے شریف کہلائے جاتے ہیں مگر جدہ شریف یہ ایسے ہی ہے جیسے ملتان شریف، پاکپتن شریف، گولڑہ شریف، اجمیر شریف، جو اصل میں درباروں اور پیروں کی وجہ سے شریف کہلاتے ہیں حالانکہ (مؤخر الذکر) ان جگہوں پر اللہ کے ساتھ ان مزار و درگاہ والے کو شریک کیا جاتا ہے اور ہر وہ کام کیا جاتا ہے جو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے روا ہے۔ ان قبر پرستوں کا دل چاہتا ہے کہ جس طرح قبر پرستی کا کاروبار انڈیا پاکستان میں چل رہا ہے کاش سعودیہ میں بھی کسی طرح یہ دکان چل جائے۔ اللہ جزائے خیر دے محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ، محمد بن سعود رحمہ اللہ، ملک عبدالعزیز آل سعود کو جنھوں نے اس

مقدس دھرتی کو شرک اور قبر پرستی سے پاک رکھا۔ اللہ انہیں اور ان کی حکمران اولاد کو جزائے خیر دے اور انھیں توفیق عطا فرمائے کہ یہ سعودی عرب کو اسی طرح قبر پرستی سے پاک وصاف رکھیں اور اللہ مشرکوں کے خواب کبھی پورے نہ کرے۔ آمین

⑧ ایک شخص فون کر کے جنید صاحب استخارہ پروگرام کے میزبان کو کہتا ہے کہ میرا کام صحیح نہیں ہو رہا اور میرے ہاں اولاد بھی نہیں ہو رہی۔ جنید صاحب پردے کے پیچھے بیٹھے ہوئے مولوی محمد بشیر فاروقی قادری سے پوچھتے ہیں تو مولوی صاحب صرف فون کال سن کر کہتے ہیں کہ تم پر کوئی جادو وغیرہ نہیں ہے اور چند نسخے بتاتے ہیں اولاد کے حصول کے لیے اور حکم دیتے ہیں جہاں کام پہ لگے ہو لگے رہو۔

⑨ ایک شخص نے فون کر کے کہا کہ میرا کاروبار ٹھیک نہیں چل رہا اور میری بیوی پر الزام ہے کہ وہ تعویز کرواتی ہے مجھے کاروبار میں ترقی کا کوئی وظیفہ بتائیں۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں تمھارے کاروبار کی بندش کے لیے کوئی تعویز وعمل نہیں کیا گیا پھر اسے چند وظیفے بنا دیئے۔

⑩ ایک خاتون نے فون کر کے کہا مجھے بیٹے کی تمنا ہے تو مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ آپ پر کسی قسم کی بندش نہیں اولاد کا وظیفہ بھیجوں گا۔ مریض کو دیکھ کر یا نبض چیک کر کے مریض کی بیماری تلاش کرتے ہیں مگر QTV کے مفتی صرف فون سن کر بیماری کو پہچان لیتے ہیں۔ کیا یہ علم غیب کا دعویٰ نہیں ہے فون سن کر کیسے علم ہوتا ہے کہ اس پر جادو ہے اس پر نہیں، اس کا یہ کاروبار اچھا رہے گا یہ نقصان دے گا!! QTV کے پیش کردہ اس غیب دانی کے دعویٰ کو سامنے رکھ کر قرآن حکیم کی چند آیات پر غور کریں:

﴿ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَ لَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ ﴾ (المائدہ:)

''(اے نبی ﷺ!) ان سے کہہ دیں میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں

فرشتہ ہوں۔''

دوسرا مقام سنیے:

﴿ وَ عِنۡدَهٗ مَفَاتِحُ الۡغَيۡبِ لَا يَعۡلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ﴾ (الانعام: 59)

''اور اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنھیں اس کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا۔''

﴿ عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَ الشَّهَادَةِ وَ هُوَ الۡحَكِيۡمُ الۡخَبِيۡرُ ﴾ (الانعام: 73)

''وہ (اللہ ہی) غیب وظاہر ہر چیز کا عالم ہے اور دانا و باخبر ہے۔''

﴿ قُلۡ لَّاۤ اَمۡلِكُ لِنَفۡسِىۡ نَفۡعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَ لَوۡ كُنۡتُ اَعۡلَمُ الۡغَيۡبَ لَاسۡتَكۡثَرۡتُ مِنَ الۡخَيۡرِ وَ مَا مَسَّنِىَ السُّوۡٓءُ اِنۡ اَنَا اِلَّا نَذِيۡرٌ وَّ بَشِيۡرٌ لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ﴾ (الاعراف: 188)

''(اے نبی ﷺ!) ان سے کہیں کہ میں اپنی ذات کے لیے کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہتا ہے اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں اپنے لیے بہت سے فائدے حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف، نقصان نہ پہنچتا۔ میں تو محض خبردار کرنے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں ان لوگوں کے لیے جو میری بات مانیں۔''

﴿ تِلۡكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَيۡبِ نُوۡحِيۡهَاۤ اِلَيۡكَ مَا كُنۡتَ تَعۡلَمُهَاۤ اَنۡتَ وَ لَا قَوۡمُكَ مِنۡ قَبۡلِ هٰذَا ﴾ (هود: 49)

''(اے نبی ﷺ!) یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمھاری طرف وحی کر رہے ہیں اس سے پہلے نہ تم ان کو جانتے تھے اور نہ ہی تمھاری قوم۔''

﴿ وَ لِلّٰهِ غَيۡبُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اِلَيۡهِ يُرۡجَعُ الۡاَمۡرُ كُلُّهٗ فَاعۡبُدۡهُ وَ تَوَكَّلۡ عَلَيۡهِ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴾ (هود: 123)

''آسمانوں اور زمین میں جو کچھ چھپا ہوا ہے سب اللہ ہی کا ہے پس (اے

نبی ﷺ!) تو اس کی بندگی کر اور اسی پر بھروسا رکھ اور جو کچھ تم کر رہے ہو تیرا رب اس سے بے خبر نہیں۔"

﴿ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴾ (النمل:65)

"آپ ﷺ کہہ دیجیے! اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا اور وہ (معبودانِ باطلہ تو یہ بھی) نہیں جانتے کہ کب وہ اٹھائے جائیں گے۔"

﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴾ (لقمان: 34)

"اس قیامت کی گھڑی کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، وہی بارش برساتا ہے وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹ میں کیا پرورش پا رہا ہے، کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کچھ کرے گا نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ کس زمین میں مرے گا۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ ہی پورے علم والا اور صحیح خبروں والا ہے۔"

آیئے دیکھیں شرعی استخارہ کیا ہے؟

استخارہ کی اصطلاحی تعریف:

ایسی دو رکعت نماز اور مخصوص دعا جس کے ذریعے اللہ سے کسی معاملہ کی بھلائی اور انجام کار کی بہتری کا سوال کیا جاتا ہے۔

استخارہ کی فضیلت:

مسند احمد میں ہے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرنا اس کے فیصلے پر راضی ہونا انسان کی خوش بختی جب کہ اللہ سے استخارہ نہ کرنا اور اس کے فیصلے پر راضی نہ ہونا انسان کی بدبختی کی علامت ہے۔ (مسند

احمد 168/1)

استخارہ کی اہمیت:

صحیح بخاری (6382) میں ہے، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں دعائے استخارہ کی تعلیم ایسے دیتے جیسے قرآن مجید کی سورت مبارک سکھلایا کرتے تھے۔

صحیح بخاری میں ہے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو کوئی معاملہ درپیش ہو تو اسے چاہیے کہ وہ استخارہ کرے۔

استخارہ کا طریقہ:

① جب انسان کو کوئی اہم مسئلے درپیش ہو تو وہ فوراً استخارہ کی دل میں نیت کرے تاکہ وہ اپنے پروردگار سے خیر اور بھلائی طلب کر سکے۔

② نماز کی طرح مکمل وضو کرے۔

③ دو رکعت نماز نفل ادا کرے۔

④ نماز سے فارغ ہو کر مخصوص دعا استخارہ کی پڑھے، یہ الفاظ کہے:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدُرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْلِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ .))(صحیح بخاری:6382)

''اے اللہ! میں تیرے علم کے ذریعے سے تجھ سے بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور تیری قدرت کے ذریعے ہمت کا طلبگار ہوں اور میں تیرے بہت زیادہ فضل کے ساتھ سے سوال کرتا ہوں کیونکہ تو قدرت رکھتا ہے اور میں قدرت نہیں

رکھتا، تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو غیب کو خوب جاننے والا ہے۔اے میرے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین میرے معاش دنیا اور انجام کار کے اعتبار سے میرے لیے بہتر ہے تو پھر اسے میرے مقدر کر دے اور اسے میرے لیے آسان کر دے اور میرے لیے اس میں برکت پیدا فرما دے اور اگر تو جانتا ہے یہ کام میرے دین ، میری معاش اور انجام کار کے اعتبار سے میرے لیے برا ہے تو اس کو مجھ سے دور کرے اور مجھے اس سے دور کر دے اور میرے لیے بھلائی اور بہتری مقدر کر دے چاہے وہ جہاں بھی ہو پھر مجھے اس سے راضی کر دے۔''

استخارہ ایک دعا ہے، اس لیے اسے بار بار کیا جا سکتا ہے۔

دو جائز کاموں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کے لیے استخارہ کرنا جائز ہے۔

کیا استخارہ کے بعد خواب آنا ضروری ہے؟:

کچھ لوگوں کا گمان ہے کہ استخارہ کے بعد خواب کا آنا ضروری ہے، یہ نظریہ صحیح نہیں کیونکہ نبی ﷺ نے کسی حدیث میں اس کی وضاحت نہیں فرمائی اور نہ ہی علماء سلف نے اس طرف اشارہ فرمایا۔

اصل بات یہ ہے کہ کسی بھی طریقہ سے اللہ تعالیٰ انسان کا دل مطمئن کر دیتے ہیں چاہے وہ خواب کے ذریعے ہو یا دلی تسلی اور اطمینان کی شکل میں ہے اگر استخارہ کے بعد انسان کا دل کسی خاص سمت مائل ہو جائے تو انسان کو اللہ کا نام لے کر اس کو اختیار کرنا چاہیے اور اگر اس کا دل اس کام کو چھوڑنے کی طرف مائل ہو جائے تو اسے وہ کام چھوڑ دینا چاہیے۔

QTV پر پیش ہونے والے اس شرک وکفر کے سیلاب کے سامنے بند باندھنا ہر اہل توحید کے لیے استطاعت کے مطابق ضروری ہے بلکہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے فتویٰ کے مطابق اس وقت علماء حق پر T.V کے ذریعے دعوت توحید پیش کرنا واجب ہے۔

اللہ عاقل بھائی کو جزائے خیر دے جن کی کوششوں سے سوئے ہوئے اہل توحید میں سلفی چینل کے لیے بیداری کی لہر آئی ہے اللہ کرے یہ اقدام توحید کی دعوت لے کر جلدی دنیا سے شرک کے اندھیروں کو مٹانے کا سبب بنے۔

وما علینا الا البلاغ

☆☆............☆☆

کفار کی عیدوں میں شرکت کا حکم

الحمد لله والصلاة والسلام علی رسول الله و بعد !

﴿ وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ (آل عمران: 85)

سابقہ درس میں ہم نے قرآن وسنت کے دلائل سے ثابت کیا تھا کہ مسلمان کے لیے کفار کی عیدوں میں شرکت کرنا جائز نہیں ہے۔ آیئے! کفار کے تہواروں میں مشابہت کی چند ایک صورتوں پر غور کریں:

مسلمانوں کا ان تہواروں میں شریک ہونا:

ایک صورت یہ ہے کہ بعض گروہ اور غیر مسلم اقلیت مسلمانوں کے ملک میں اپنے کوئی مذہبی تہوار منائیں اور بعض مسلمان اس میں شریک ہو جائیں جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے دور میں ہوا اور اس وقت بھی بہت سے مسلمان ممالک میں ہو رہا ہے۔ لیکن اس سے زیادہ قبیح حرکت یہ ہے کہ مسلمان ان تہواروں میں شامل ہونے کے لیے کفار کے ممالک کا سفر کرتے ہیں اور بعض دفعہ کفار کے ممالک میں رہنے والے مسلمان ان کی دعوت قبول کرتے ہوئے ان تہواروں میں شرکت کرتے ہیں۔ تو یہ سب حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من تشبه بقوم فهو منهم))

''جس نے بھی کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انھیں میں سے ہے۔''

کفار کے تہوار مسلمان ممالک منتقل کرنا:

جو کوئی شخص بھی کفار کے ممالک میں ان کے تہواروں میں شامل ہوتا رہا اسے اپنی

جہالت، ایمانی کمزوی اور قلت عمل کی بنا پر ان کے یہ تہوار پسند آئیں تو وہ ان تہواروں کو مسلمان ملک میں منتقل کر دے جیسا کہ اس وقت بہت سے مسلمان ممالک میں سال نو، نیو ایئر نائٹ کا تہوار منایا جاتا ہے تو یہ پہلی قسم سے بھی زیادہ قبیح ہے کہ انھوں نے ان تہواروں کو مسلمان ملکوں میں کر دیا ہے۔

وہ تہوار جو اصلاً کفار کے تہواروں میں سے تھے اور پھر عالمی جشن وتقریبات میں بدل گئے مثلاً یونانیوں کے ہاں اولمپک کا تہوار جو اب عالمی کھیلوں کے مقابلے میں بدل گیا ہے۔ اب کوئی مسلمان کفار کے ممالک میں جا کر ان کھیلوں میں حصہ لے یا پھر ان تہواروں کو مسلمان ممالک میں منتقل کرے تو یہ دونوں صورتیں حرام ہیں۔

حرام ہونے کے اسباب:

اصل میں یہ اولمپک گیمز بت پرستی والا تہوار ہے جو کہ یونانیوں کا ایک تہوار تھا اور امت یونان کے ہاں یہ تہوار سب سے عظیم اور اہم تھا پھر یونانیوں سے رومیوں اوران سے عیسائیوں میں منتقل ہوا۔

یہ اس نام سے موسوم ہے جو یونانیوں کے تہوار کے طور پر معروف تھا اب اس کا صرف کھیلوں کے مقابلوں میں تبدیل ہو جانا اس کے اصلاً بت پرستی کا تہوار ہونے کو ختم نہیں کر سکتا۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے، ابوداؤد (ح۳۳۱۳) میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں ایک شخص نے نذر مانی کہ وہ مقام بوانہ پر اونٹ ذبح کرے گا تو نبی ﷺ نے پوچھا کیا وہاں جاہلیت کے بتوں میں کوئی بت تھا؟ جواب دیا گیا، نہیں پوچھا کیا وہاں ان کے تہواروں میں سے کوئی تہوار منایا جاتا تھا؟ تو صحابہ نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا اپنی نذر پوری کرلو کیونکہ اللہ کی معصیت میں نذر پوری نہیں کرنا چاہیے، معصیت نہ ہوتو کر لینا چاہیے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ سند صحیحین کی شرط پر ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اصل کا اعتبار کیا۔ کھیلوں کے اس مقابلے اولمپک کی اصل بھی ایک بت پرستوں کا تہوار ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس مکان کا مشرکوں کے تہوار کی جگہ ہونا یا بتوں والی جگہ ہونا وہاں ذبح کرنے میں مانع ہے۔ جب مشرکوں کے تہوار کی جگہ کی تعظیم جائز نہیں تو تہوار منانا کیسا ہوگا۔

یہاں مسئلہ اولمپک کے تہوار کی جگہ اور وقت کا نہیں بلکہ یہ وہ تہوار ہے جو اصل نام سے موسوم ہے اور اس میں جو کچھ ہوتا ہے مثلاً اولمپک مشعل کا جلانا جو اس تہوار کی علامت ہے۔ یونانیوں کے ہاں ہر چار برس بعد یہ تہوار منایا جاتا تھا اور اسی طرح آج بھی اولمپک گیمز بھی ہر چار سال بعد منعقد کی جاتی ہیں

کفار سے مشابہت کی صورتوں میں سے ایک صورت یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے تہوار میں ایسے کام کیے جائیں جو کفار کے تہواروں سے مشابہ ہوں۔ مسلمانوں کے تہواروں میں اللہ کے شکر، اس کی تعظیم اور اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی نعمت پر خوشی ہوتی ہے اور اس نعمت کو اللہ تعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی میں صرف نہیں کیا جا سکتا۔

انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بہت سے مسلمانوں نے اس میں کفار کی مشابہت اختیار کر لی ہے اور اپنی عیدوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور شکر سے بدل کر معصیت اور نافرمانی کی ناشکری کے موسم بنا لیے اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی راتوں کو موسیقی اور فسق و فجور اور مرد و عورت کی مخلوط مجالس قائم کر کے بسر کرتے ہیں۔

کفار کے تہواروں سے اجتناب کرنا واجب ہے:

کفار کے تہواروں میں شرکت کرنے اور اس میں کفار سے مشابہت اختیار کرنے کی حرمت پر اہل علم کا اتفاق ہے۔ کفار کے مذہبی شعار کی مشابہت حرام ہے۔ صحابہ اور تابعین کے دور میں اس پر اجماع ہو چکا ہے۔

یہودی، عیسائی اور مجوسی مسلمانوں کے علاقوں میں جزیہ دے کر رہتے اور اپنے تہوار منانے کی گنجائش رکھتے ہیں۔ مگر کوئی مسلمان ان کے کسی تہوار میں شریک نہ ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذمیوں کے ساتھ شروط جن پر صحابہ اور ان کے بعد فقہاء متفق ہیں

میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اہل کتاب میں ذِمی لوگ دارالسلام میں اپنے تہوار کھلم کھلا نہیں منائیں گے۔

جب مسلمان ان کفار کو اپنے ملک میں تہوار ظاہر کرنے سے منع کرنے پر متفق ہیں تو خود مسلمانوں کا ان تہواروں کو منانا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عجمیوں کی زبان نہ سیکھو اور نہ ہی مشرکوں کے تہوار کے موقع پر ان کی عبادت گاہوں میں جاؤ کیونکہ ان پر اللہ کی ناراضی نازل ہوئی ہے۔ (مصنف عبدالرزاق:9061)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جس نے عجمیوں کے ملکوں میں عمارت بنائی اور ان کا نو روز اور مہرجان تہوار منائے اور ان سے موت تک مشابہت اختیار کی تو قیامت کے روز انھیں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ (سنن الکبریٰ 432/9)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی زبان سیکھنے اور صرف ان کے تہوار کے موقع پر گرجوں میں داخل ہونے سے منع کیا ہے تو پھر ان کے بعض افعال جو ان کے دینی تقاضوں کے مطابق ہیں کیسے کیے جا سکتے ہیں۔ کفار کے افعال میں ان کی موافقت سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ بعض مسلمان کفار کے تہواروں میں تو شریک نہیں ہوتے لیکن وہ ان جیسے ہی اعمال کرتے ہیں جو کفار اپنے تہواروں میں کرتے ہیں اور یہ بھی مشابہت ہے جو حرام ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: مسلمانوں کے لیے ان اعمال میں سے کوئی عمل کرنا بھی حلال نہیں جو کفار کے تہواروں کے ساتھ خاص ہیں۔ نہ تو کھانے اور لباس میں نہ ہی غسل اور آگ جلانے اور نہ ہی اس دن کام بند کرنے اور عبادت وغیرہ کرنا اور نہ ہی کھانے کی دعوت کرنا اور تحفے تحائف دینے اور نہ ہی اس تہوار میں معاون اشیاء فروخت کرنا حلال ہے اور نہ بچوں کو وہ کھیل کھیلنے کی اجازت دینی چاہیے جو کفار اپنے تہواروں میں کھیلتے ہیں بلکہ مسلمانوں کے ہاں کفار کے تہوار بھی عام دنوں جیسے ہی ہونے چاہیے۔ (مجموع

الفتاویٰ:923/52)

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لہٰذا جب عیسائیوں اور یہودیوں میں سے ہر ایک کا تہوار خاص اور علیحدہ ہو تو اس میں مسلمان شریک نہیں ہوگا جس طرح مسلمان ان کے قبلہ اور شریعت میں شریک نہیں اسی طرح اس میں بھی شریک نہیں۔ (تشبیہ باہل الخسیس)

ان سواریوں سے اجتناب کرنا جن پر وہ سوار ہو کر ان تہواروں میں جاتے ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کے ساتھ ان کشتیوں میں سوار ہونا مکروہ ہے جس میں سوار ہو کر وہ تہوار میں شرکت کرنے جاتے ہیں کیونکہ ان پر غضب اور لعنت نازل ہوتی ہے۔ (اللمع فی الحوادث:492/1)

ابن قاسم رحمہ اللہ سے ان کشتیوں میں سوار ہونے کے متعلق پوچھا گیا جن میں عیسائی سوار ہو کر اپنے تہواروں میں جاتے ہیں تو انھوں نے اسے ناپسند کیا کہ ان کے شرک کی بنا پر جس پر وہ جمع ہوئے ہیں ان پر غضب نازل ہوتا ہے۔

کفار کے تہواروں پر انھیں تحفے دینا اور خرید وفروخت کر کے ان کے تہواروں میں ان کی مدد کرنا۔

ابو حفص حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس نے بھی مشرک کو اس کے تہوار کی تعظیم کرتے ہوئے ایک انڈہ بھی دیا اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا۔ (فتح الباری 215/2)

کفار کو ان کے تہوار کی مبارک باد دینا:

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کفر کے ساتھ مختص تہوار کی مبارک باد دینا بالاتفاق حرام ہے۔ مثلاً ان کے تہواروں اور ان کے روزوں کی مبارک باد دیتے ہوئے یہ کہا جائے کہ آپ کو عید مبارک، تو یہ ایسے ہی ہے جیسے صلیب کے سامنے سجدہ کرنے کی مبارک باد دی جائے بلکہ اللہ تعالیٰ کو تو یہ شراب نوشی قتل اور زنا کاری کرنے کی مبارک کباد دینے سے بھی بڑھ کر ناراض اور غضب دلانے والی چیز ہے۔ (احکام اہل الذمہ:44/1)

کفار کو ان کے دینی تہواروں کی مبارک باد دینے کے حرام ہونے کی وجہ علامہ ابن

قیم رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ ایسا کرنے میں اس بات کا اقرار ہے کہ جس دین اور گمراہی پر وہ ہیں وہ صحیح ہے مسلمان پر حرام ہے کہ وہ کفار کے شعار پر راضی اور اس کی کسی کو مبارک باد دے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ﴾ (الزمر: 7/39)

''اگر تم کفر کرو گے تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ تم سب سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے کفر پر راضی نہیں ہوتا اور تم شکر کرو گے تو وہ تمھارے لیے راضی ہو گا۔''

دین اسلام کے آنے سے پچھلے تمام ادیان منسوخ ہو چکے ہیں، اسی بارے میں قرآن کا حکم ہے:

﴿ وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ (آل عمران: 85)

''جو اسلام کے علاوہ کسی اور دین کا متلاشی ہے تو (وہ جان لے کہ) اس سے وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہو گا۔''

کفار کے تہواروں کی مناسبت سے کی جانے والی دعوتیں بھی مسلمان کے لیے قبول کرنا حرام ہے کیونکہ اس سے ان کے تہواروں میں مشارکت ہوتی ہے۔ (مجمع الفتاویٰ و رسائل ابن عثیمین: 54/3)

ان کے تہواروں میں کفار کے تحفے قبول کرنے کا حکم:

کفار کے تہواروں پر ذبح کیے جانے والے گوشت کو قبول نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اہل کتاب کے سوا دیگر کفار کا ذبیحہ حرام ہے۔

ایک عورت نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ ہمارے کچھ مجوسی رضاعی رشتے دار ہیں وہ اپنی عید کے موقع پر ہمیں تحفے بھیجتے ہیں تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جو کچھ اس تہوار کے لیے ذبح کیا گیا ہو وہ نہ کھاؤ لیکن ان کے درختوں سے کھا لیا کرو۔ (مصنف ابن شیبہ ۶۳۲)

خلاصہ کلام یہ کہ کفار کے ساتھ کسی بھی غرض سے مشابہت اختیار کرنا حرام ہے۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زرد رنگ کے دو کپڑے دیکھے تو فرمایا: یہ یقیناً کفار کے کپڑوں میں سے ہیں لہٰذا تم اسے نہ پہننا۔ (صحیح مسلم:7702)

ایک اور روایت میں ہے کہ کیا تیری والدہ نے اسکا حکم دیا ہے میں نے عرض کیا ان کو دھولوں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ انھیں جلا دو۔ (صحیح مسلم)

حدیث سے ظاہر ہوتا ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو علم نہیں تھا کہ یہ کفار کے لباس سے مشابہ ہے اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا اور اس کا شرعی حکم بیان کیا۔

کفار کے تہوار اور موجودہ مسلمان:

قرآن و حدیث کے دلائل سے ہم واضح کر چکے ہیں کہ کفار کی عید میں شرکت، ان سے مشابہت حرام ہے مگر افسوس آج یہ حرام کام کرنے والے عام لوگ نہیں وہ شخصیت ہے جسے شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادری کے نام سے جاتا ہے۔

کرسمس کی عید پر ادارہ منہاج القرآن کی طرف سے عیسائیوں کے لیے خصوصی محفل منعقد کی گئی۔ جس میں ڈاکٹر طاہر القادری اور ڈاکٹر فرانس عیسائی اکٹھے ہال میں داخل ہوئے۔ پہلے قرآن اور پھر انجیل کی تلاوت کی گئی، کرسمس کیک کاٹنے کی تقریب کا آغاز ہوتا ہے قادری، پادری مل کر کیک کاٹتے ہیں۔

قادری و پادری امن کی شمع روشن کرتے ہیں۔ حالانکہ امن کی شمع روشن کرنا عیسائیت کا دھوکہ ہے کیونکہ مسلمان پوری دنیا ان عیسائیوں کے ہاتھوں قتل ہو رہے ہیں۔

سٹیج سیکرٹری صاحب فرماتے ہیں کہ مسلم مسیحی برادری ایک ہے: حالانکہ قرآن کا حکم

ہے کہ یہود و نصاریٰ کو دوست نہ پکڑو یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

قادری صاحب کا خطاب شروع ہوا تو فرمانے لگے کہ کرسمس کا مسیحی مذہب میں وہی مقام ہے جو عید میلاد کا اسلامی عقیدے میں ہے۔

اس تقریب کا کیا کہنا، عقائد بھی ملتے جلتے اپنا لیے ہیں۔ نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں تو آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور من نور اللہ کہتے ہیں۔ نصاریٰ کبھی عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اللہ مانتے ہیں تو آپ بھی فرماتے ہیں کہ ''ھک اے ھک اے ......اے جیڑا ایں ھک کو ڈو جانے ......کافر تے مشرک اے۔

قادری صاحب فرماتے ہیں مسلمان اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا بھلے وہ جملہ امور اسلام پر عمل کرے اگر وہ عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت وعظمت کا انکار کرے تو کافر ہے۔ قادری صاحب عیسائیوں کو راضی کرنے کے لیے تو آپ نے یہ فرما دیا مگر عیسیٰ علیہ السلام مقام وحیثیت قرآن وحدیث نے بیان کی ہے کیا جن کے جھرمٹ میں آپ مسکرا رہے ہیں یہ بھی اس پر ایمان لاتے ہیں یہ تو نعوذ باللہ عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں، قرآن کہتا ہے:

﴿ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا☆ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴾

''......................................

....

کاش! آپ کو یہاں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنانے کی توفیق ہوتی کہ اگر کوئی یہودی اور عیسائی میری نبوت پر ایمان نہیں لاتا تو وہ جہنمی ہے۔

((والذی نفس محمد بیده لا یسمع احد من هذه الامة یهودی ولا نصرانی ثم یموت ولم یومن بالذی ارسلت به الا کان من اصحاب النار)) (مسلم:103۔ مسند احمد)

''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، اس اُمت میں

سے کوئی بھی یہودی اور عیسائی میرے بارے میں سن کر اس پر ایمان نہیں لاتا جس کے ساتھ مجھے مبعوث کیا گیا ہے، تو وہ جہنمی ہے۔''

مگر اس حدیث کو سن کر آپ کے عیسائی محسن ناراض ہو جاتے ہیں نا۔ قادری صاحب فرماتے ہیں کہ جب بلیورز اور نان بلیورز کی بحث ہوتی ہے تو یہودی عیسائی مسلمان تینوں اہل ایمان میں شامل ہوتے ہیں، یہودی اور عیسائی کفار میں شامل نہیں ہوتے۔

مگر آیئے قرآن سے پوچھتے ہیں:

﴿ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَ اِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾

(المائدہ: 73)

''بلاشبہ یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنھوں نے کہا بے شک اللہ تین میں سے تیسرا ہے، حالانکہ کوئی بھی معبود نہیں مگر ایک معبود، اور اگر وہ اس سے باز نہ آئے جو وہ کہتے ہیں تو یقیناً ان میں سے جن لوگوں نے کفر کیا انھیں ضرور درد ناک عذاب پہنچے گا۔''

دوسرے مقام پر غور کریں:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ☆ ﴾ (المائدہ: 51)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں اور تم میں سے جو انھیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ ان میں سے ہے، بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

طاہر القادری صاحب فرماتے ہیں منہاج القرآن مسجد کے دروازے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے عیسائیوں کے لیے کھلے ہیں آپ اپنے گھر آئے ہیں ریلکس رہیں۔

قادری صاحب آپ ان کو راضی کرنے کی جتنی مرضی کوشش کر لیں قرآن اطلاع دے رہا ہے۔

﴿ وَ لَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَ لَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ﴾

(البقرہ: 120)

''اور تجھ سے یہودی ہرگز راضی نہ ہوں گے اور نہ نصاریٰ، یہاں تک کہ تو ان کی ملت کی پیروی کرے۔''

پھر کرسمس کا گیت ساز اور ڈھول کی آوازوں کے ساتھ گایا جاتا ہے اور طاہر القادری صاحب اپنے رسول ﷺ کی تمام احادیث جو ساز اور آلات موسیقی سے منع کرتی ہیں کو بھلا کر یہ غیر شرعی کام اپنی موجودگی میں کرواتے ہیں اور ان عیسائیوں کو خوش کرنے کے لیے ان کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ اسلام غیر مسلموں کو ان کے حقوق دینے سے منع نہیں کرتا، لیکن اسلام اپنی تعلیمات، تہذیب کو دوسروں سے میل ملاپ کر کے آلودہ کرنے کی بھی ہرگز اجازت نہیں دیتا، اور ہر وہ کام جس سے کسی مسلمان کا ایمان و اسلام متاثر ہو، کرنے سے منع فرمانا ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے و عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

☆☆..........☆☆

کتاب ''فضائل اعمال'' نے امت کو کیا دیا؟

الحمد لله والصلاة والسلام علی رسول الله و بعد !

﴿ وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴾

(الفرقان:30)

''اور رسول کہیں گے اے میرے پروردگار! بیشک میری امت نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔''

اگر کسی دل کے مریض کا آپریشن ڈاکٹر تجویز کر دیں مگر وہ مریض سرجن کو چھوڑ کر کسی نائی سے آپریشن کروانے چلا جائے تو اس کی ہلاکت یقینی ہوجائے گی۔ کچھ یہی مثال آج امت مسلمہ کی ہے اللہ تعالیٰ نے ہماری بیماریوں کے علاج کے لیے قرآن حکیم کو نازل فرمایا جس پر عمل کرنے سے دین و دنیا میں فلاح و کامرانی کے دروازے کھلتے ہیں مگر قوم نے اس کتاب ہدایت سے رہنمائی لینے کے بجائے بعض علماء کی کتابوں کو سینے سے لگا رکھا ہے اور ان سے سرمو انحراف نہیں کرتے ،انہی کتابوں میں سے ایک کتاب ''فضائل اعمال'' بھی ہے۔

تو آیئے دیکھتے ہیں اس کتاب نے امت اسلام کو کیا سبق دیا۔ یہ کتاب اپنے پڑھنے والوں کے عقیدے پہ وار کرتی ہے اور انھیں وحدۃ الوجود جیسے کفریہ عقیدے کا درس دیتی ہے کہ ہر چیز اصل میں ایک ہی وجود ہے اور وہ اللہ کا وجود ہے۔ (فضائل صدقات حصہ دوم ص 558 فضائل اعمال ص 561،فضائل درود ص 133،فضائل حج ص 223)

یہ عقیدہ وحدۃالوجود اور فنا فی اللہ قرآن سے صریحاً ٹکراتا ہے،قرآن تو اعلان کرتا ہے:

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ☆اَللّٰهُ الصَّمَدُ☆ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ☆ وَلَمْ یَکُنْ

لَّـهٗ كُفُوًا اَحَدٌ☆ ﴾

''کہہ دیجیے کہ اللہ ایک ہے، اللہ ہی بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا، نہ کوئی اس کے برابر ہے۔''

﴿ تَـكَـادُ السَّـمٰـوٰتُ يَتَـفَـطَّـرْنَ مِـنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا☆ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴾ (مریم)

''قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ڈھے کر گر پڑیں، کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا۔''

یہ گمراہی کے عقیدے ہیں جو قرآن کو چھوڑنے کی سزا ہے دوسری بڑی گمراہی ''فضائل اعمال'' نے امت اسلام میں یہ پھیلائی کہ علم غیب جو صرف اللہ کا خاصہ تھا وہ اللہ کے علاوہ اپنے نام نہاد تمام بزرگوں میں بانٹ دیا۔ فضائل اعمال کے یہ قصے ملاحظہ فرمالیں: شیخ الحدیث نے لکھا:

''تذکرۃ الخلیل ...... میں بروایت مولانا ظفر احمد صاحب لکھا ہے کہ حضرت کے پانچویں حج میں جس وقت حضرت حرم میں طوافِ قدوم کے لیے تشریف لائے تو احقر مولانا محبّ الدین صاحب (جو ...... امداد اللہ مہاجر مکی ...... کے خاص خلفاء میں تھے اور صاحب کشف مشہور تھے) کے پاس بیٹھا تھا، دفعتاً میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے اس وقت حرم میں کون آ گیا ہے کہ دفعۃً سارا حرم نور سے بھر گیا۔ میں خاموش رہا کہ اتنے میں حضرت (مولانا خلیل) طواف سے فارغ ہو کر مولانا کے پاس کو گزرے۔ مولانا کھڑے ہو گئے اور ہنس کر فرمایا کہ میں بھی تو کہوں آج حرم میں کون آ گیا۔'' (فضائل اعمال، ص:428، فیضی کتب خانہ)

ان کے اس قصہ کے مطابق حرم انوار سے خالی تھا جونہی مولانا خلیل سہارنپوری صاحب تشریف لائے، اچانک حرم انوار سے بھر گیا ...... ان صاحب نے ان کا آنا تو نہیں

دیکھا، البتہ حرم کا انوار سے بھر جانا دیکھ لیا، حالانکہ یہ غیبی چیزیں ہیں۔

اسی طرح شیخ الحدیث زکریا صاحب نے لکھا:

''شیخ ابو یزید قرطبی فرماتے ہیں میں نے یہ سنا کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه پڑھے اس کو دوزخ کی آگ سے نجات ملے...... ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ صاحب کشف ہے۔ جنت دوزخ کا بھی اس کو کشف ہوتا ہے۔ مجھے اس کی صحت میں کچھ تردّد تھا۔ ایک مرتبہ وہ نوجوان ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا کہ دفعۃً اُس نے ایک چیخ ماری اور سانس پھولنے لگا اور کہا میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے اُس کی حالت مجھے نظر آئی۔ قرطبی کہتے ہیں کہ میں اس کی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب اس کی ماں کو بخش دوں جس سے اس کی سچائی کا بھی مجھے تجربہ ہو جائے گا۔ چنانچہ میں نے ایک نصاب ستر ہزار کا...... اُس کی ماں کو بخش دیا، میں نے اپنے دل میں چپکے سے ہی بخشا تھا اور میرے اس پڑھنے کی خبر بھی اللہ کے سوا کسی کو نہ تھی مگر وہ نوجوان فوراً کہنے لگا کہ چچا میری ماں دوزخ کے عذاب سے ہٹا دی گئی۔ قرطبی کہتے ہیں کہ مجھے اس قصہ سے دو فائدے ہوئے: ایک تو اس برکت کا جو ستر (70) ہزار کی مقدار پر میں نے سنی تھی اس کا تجربہ ہوا اور دوسرے اس نوجوان کی سچائی کا یقین ہو گیا۔''

(فضائل اعمال، ص: 484، فیضی کتب خانہ)

اندازہ لگایئے فضائل اعمال کی ''تعلیم'' کے مطابق کوئی شخص جنت جہنم کی خبر بھی پا سکتا ہے یہ بھی کہ کون جہنم میں اور کب تک ہے اور کون جنت میں۔

فضائل اعمال کو سینے سے لگا کر جس قرآن حکیم کو چھوڑا گیا وہ کیا اعلان کرتا ہے:

﴿ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴾ (النمل: 65)

''کہہ دیجیے کہ آسمانوں والوں میں سے زمین والوں میں سے سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا انھیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ کب اٹھا کھڑے کیے جائیں گے۔''

دوسرا مقام سنیے:

﴿ **قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَ لَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ** ﴾ (الانعام: 50)

''آپ کہہ دیجیے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔''

تیسری بڑی گمراہی جو فضائل اعمال کتاب کی وجہ سے پھیل سکتی ہے وہ اس کے ایسے قصے ہیں جس سے تعلیم ملتی ہے کہ ہمیں قرآن و حدیث کی ضرورت نہیں بلکہ ہمارے اولیاء خود اللہ سے ہم کلام ہوکر دین سیکھ لیتے ہیں۔ آپ بھی سنیے!

حضرت شبلی فرماتے ہیں:

''میں نے ایک جگہ دیکھا کہ ایک مجنون شخص ہے لڑکے اس کو ڈھیلے مار رہے ہیں۔ میں نے ان کو دھمکایا وہ لڑکے کہنے لگے: یہ شخص یوں کہتا ہے کہ میں خدا کو دیکھتا ہوں۔ میں اس کے قریب گیا تو وہ کچھ کہہ رہا تھا میں نے غور سے سنا تو وہ کہہ رہا تھا کہ تو نے بہت ہی اچھا کیا ان لڑکوں کو مجھ پر مسلّط کر کر دیا۔ میں نے کہا یہ تجھ پر ایک تہمت لگاتے ہیں...... کہ تم خدا کو دیکھنے کے مدعی ہو۔ یہ سن کر اُس نے ایک چیخ ماری اور یہ کہا شبلی اُس ذات کی قسم جس نے اپنی محبت میں مجھ کو شکستہ حال بنا رکھا ہے اگر تھوڑی دیر بھی وہ مجھ سے غائب ہو جائے (یعنی حضوری نہ رہے) تو میں درد فراق سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤں۔''

(فضائل اعمال، ص: 574)

استغفر اللہ، اس قصہ کہانی سے تو یہ تعلیم ملتی ہے کہ وہ شخص ہر وقت اللہ کو دیکھتا رہتا تھا جبکہ اللہ کے اولوالعزم پیغمبر سیّدنا موسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں ایک بار بھی نہ دیکھ سکے، اور یہ براہ راست اللہ سے کلام بھی کر رہے تھے۔

جناب زکریا صاحب نے لکھا ہے:

''ابدال میں سے ایک شخص نے خضر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ: تم نے اپنے سے زیادہ مرتبے والا بھی کوئی ولی دیکھا ہے؟ فرمانے لگے ہاں دیکھا ہے۔ میں ایک مرتبہ مدینہ مسجد نبوی میں حاضر تھا میں نے امام عبدالرزاق محدث کو دیکھا وہ احادیث سنا رہے ہیں۔ مجمع ان کے پاس احادیث سن رہا ہے مسجد کے ایک کونے میں ایک نوجوان گھٹنوں پر سر رکھے علیحدہ بیٹھا ہے میں نے اس جوان سے کہا کہ تم دیکھتے نہیں مجمع حضور اقدس کی حدیثیں سن رہا ہے تم اس میں شریک نہیں ہوتے۔ اس جوان نے سر اُٹھایا اور نہ التفات کیا اور کہنے لگے: اس جگہ وہ لوگ ہیں جو رزاق کے عبد (محدث عبدالرزاق رحمہ اللہ) سے حدیثیں سنتے ہیں اور یہاں وہ ہیں جو خود رزاق (اللہ) سے سنتے ہیں نہ کہ اس کے عبد سے۔'' (فضائل حج، ص: 164)

اس کہانی کے مطابق احادیث سن کر پڑھ کر علم حاصل کرنے کے بجائے براہ راست اللہ تعالیٰ سے علم حاصل کیا جا سکتا ہے...... نعوذ باللہ ...... پھر نبوت اور وحی کا سلسلہ ختم تو نہ ہوا۔ نعوذ باللہ۔

ان عقیدوں سے اسلام کی ساری عمارت زمین بوس ہو جاتی ہے صحابہ قرآن کیوں لکھتے تھے حدیثیں کیوں یاد کرتے تھے۔ جب کہ وہ اولیاء کے سردار تھے پھر وہ اللہ سے براہ راست کیوں نہ سن لیتے تھے۔ آیئے فضائل اعمال کے پیش کردہ ان عقیدوں کا جواب رب کے کلام سے لیں۔

﴿ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ

مَنۡ يَّشَآءُ ۖ فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ﴾ (آل عمران: 179)

''اور نہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ تمھیں غیب سے آ گاہ کر دے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کا چاہے انتخاب کر لیتا ہے اس لیے تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھو۔''

ثابت ہوا کہ ہم رسولوں سے آزاد ہوکر اللہ تعالیٰ کے احکامات نہیں جان سکتے لہٰذا جو شخص اللہ سے براہ راست سننے کا دعویٰ کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴾ (ھود: ۱۸)

''اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔''

چوتھی بڑی گمراہی فضال اعمال نے اس امت میں یہ پھیلائی کہ اولیاء مرتے نہیں صرف مکان بدلتے ہیں آیئے آپ بھی سنیں۔ زکریا صاحب نے لکھا:

''ابوعلی روز باری کہتے ہیں کہ ایک فقیر میرے پاس عید کے دن آیا بہت خستہ حال پرانے کپڑے کہنے لگا: یہاں کوئی پاک صاف جگہ ایسی ہے جہاں کوئی غریب فقیر مر جائے۔ میں نے لاپرواہی سے لغو سمجھ کر کہہ دیا کہ اندر آ جا اور جہاں چاہے پڑ کے مر جا۔ وہ اندر آیا...... لیٹ کر مر گیا...... جب میں دفن کرنے لگا...... منہ سے کفن ہٹا کر میں نے اُس کا منہ کھول دیا اس نے آنکھیں کھول دیں۔ میں نے پوچھا میرے سردار کیا موت کے بعد بھی زندگی ہے؟ کہنے لگا کہ میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر عاشق زندہ ہوتا ہے۔'' (فضائل صدقات، ص:669)

ایک اور قصہ بیان کرتے لکھا:

''ابوسعید خزار...... میں نے ایک نہایت خوبصورت آدمی کو مرے ہوا پڑا دیکھا میں نے جو اس کو غور سے دیکھنے لگا تو وہ میری طرف دیکھ کر ہنسنے لگا اور کہنے لگا:

ابوسعید تمہیں معلوم نہیں کہ (محبت والے) دوست مرا نہیں کرتے۔ ایک عالم سے دوسرے عالم منتقل ہو جاتے ہیں۔'' (فضائل صدقات: 671)

ان کے خیال سے اولیاء اللہ مرتے ہی زندہ ہو جاتے ہیں، قبروں میں بھی زندہ رہتے ہیں، ایسے اور بھی کئی قصے نقل کر رکھے ہیں حضرت نے۔

آیئے قرآن سے پوچھتے ہیں کیا اولیاء اللہ مرتے ہی دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں ہنستے، مسکراتے، بولتے اور مذاق کرتے اور غلط عقائد سکھانے لگتے ہیں؟ تو سنئے اللہ فرماتا ہے:

﴿ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴾ (یس: 31)

''کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے بہت سی قوموں کو ہلاک کر دیا اور وہ ان کے پاس لوٹ کر نہیں آتے۔''

دوسرے مقام پہ غور کریں:

﴿ وَ حَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴾ (الانبیاء: 95)

''اور جن بستیوں کو ہم فنا کر چکے ہیں ان کے لیے ناممکن ہے کہ وہ پھر لوٹ کر آئیں۔''

مولوی زکریا صاحب نے تو فرما دیا کہ مردہ انگوٹھے بھی پکڑ لیتا ہے آنکھیں کھولتا ہے، ہنستا ہے مگر آیئے قرآن حکیم سے سوال کرتے ہیں کیا فضائل اعمال کے پیش کردہ عقیدے درست ہیں، قرآن پر غور کیجیے:

﴿ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴾ (النمل: 80)

''بے شک آپ نہ مردوں کو سنا سکتے ہیں اور نہ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں جب وہ پیٹھ پھیر کر لوٹیں۔''

فضائل اعمال کو سینے سے لگانے کی وجہ سے امت میں پانچویں بڑی گمراہی فضائل

اعمال نے جو پھیلائی وہ قبر پرستی کی دعوت ہے مشکل کشائی حاجت روائی کے لیے اہل قبور کو پکارنا فضائل اعمال کی دعوت ہے آپ بھی سنیے!

زکریا صاحب نے لکھا ہے:

''مصر میں ایک صاحبِ خیر تھے جو اہل ضرورت کے لیے چندہ کیا کرتے تھے...... ایک فقیر اُن کے پاس گیا اور کہا میرے لڑکا پیدا ہوا ہے اور میرے پاس اُس کی اصلاح کی انتظام کے لیے کوئی چیز نہیں ہے یہ صاحب اُٹھے اور لوگوں سے اُس کے لیے مانگا۔لیکن کہیں سے کچھ نہ ملا...... یہ سب سے مایوس ہوکر ایک سخی کی قبر پر گئے اور اُس کی قبر کے پاس بیٹھ کر یہ سارا قصہ بیان کیا اور وہاں سے اُٹھ کر چلے آئے۔ واپس آ کر اپنے اپس سے ایک دینار نکالا اور اُس کو توڑ کر دوٹکڑے کیے اور ایک ٹکڑا اپنے پاس رکھ لیا اور دوسرا اُس فقیر کو دے دیا کہ میں یہ قرض دیتا ہوں...... رات کو ان صاحبِ دینار نے اُس قبر والے کو خواب میں دیکھا وہ کہہ رہا ہے کہ میں نے تمہاری بات تو ساری سن لی تھی مگر مجھے جواب دینے کی اجازت نہ ہوئی۔تم میرے گھر والوں کے پاس جاؤ اور اُن سے کہو کہ مکان کے فلاں حصہ میں جو چولہا بن رہا ہے اس کے نیچے ایک چینی کا مرتبان گڑ رہا ہے اُس میں پانچ سو (500) اشرفیاں ہیں وہ اس فقیر کو دے دیں۔ یہ صبح اُٹھ کر اس مکان پر گئے اور گھر والوں سے سارا قصہ اور اپنا خواب بیان کیا اُنہوں نے اس جگہ کو کھودا اور وہ مرتبان پانچ سو اشرفیوں کا نکال کر اُس کے حوالے کر دیا۔ اُس شخص نے کہا کہ خواب کوئی شرعی چیز نہیں ہے تم لوگ اس مال کے وارث اور مالک ہو اس لیے میں محض اپنے خواب کی وجہ سے اس کو نہیں لیتا۔مگر ان وارثوں نے اصرار کیا کہ جب وہ مر کر سخاوت کرتا ہے تو بڑی بے غیرتی ہے کہ ہم زندہ سخاوت نہ کریں۔'' (فضائل صدقات،ص: 716 تا 717)

اس قصے کے ذریعہ یہ تعلیم دی جا رہی ہے کہ زندوں سے مایوس لوگ مرے ہوئے سخیوں کی قبر پر جائیں اپنی حاجات بتائیں۔ مُردے سب سن لیتے ہیں اور اس طرح مدد و مشکل کشائی کرتے ہیں سخی مرنے کے بعد بھی سخی رہتے ہیں۔ گویا مُردوں کو سخی سرور، سخی لال قلندر سمجھنے والے کچھ غلط نہیں۔ نعوذ باللہ

زکریا صاحب لکھتے ہیں:

''یوسف بن علی کہتے ہیں کہ ایک عورت مدینہ طیبہ میں رہتی تھی اور بعض خدام اس کو ستایا کرتے تھے، وہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں فریاد لے کر حاضر ہوئی تو روضہ شریفہ سے یہ آواز آئی (اَمَالَكِ فِيَّ اُسْوَةٌ فاصْبِرِيْ كَمَا صَبَرْتُ اَىْ نَحْوَ هٰذَا) ''کیا تیرے لیے میرے اتباع میں رغبت نہیں جس طرح میں نے صبر کیا تو بھی صبر کر۔'' وہ عورت کہتی ہیں کہ اس آواز کے بعد جس قدر کوفت مجھے تھی وہ سب جاتی رہی اور وہ تینوں خادم جو مجھے ستایا کرتے تھے مر گئے۔'' (فضائل حج، قصہ نمبر: 15، ص: 177)

زکریا صاحب سے ایک اور قصہ بھی سن لیں، لکھا ہے:

''ابن جلاء رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا مجھ پر فاقہ تھا۔ میں قبر شریف کے قریب حاضر ہوا اور عرض کیا حضور میں آپ کا مہمان ہوں۔ مجھے کچھ غنودگی سی آ گئی تو میں نے حضور ﷺ کی زیارت کی۔ حضور اقدس رحمہ اللہ نے مجھے ایک روٹی مرحمت فرمائی۔ میں نے آدھی کھائی اور جب جاگا تو آدھی میرے ہاتھ میں تھی۔'' (فضائل حج، قصہ نمبر: 22، ص: 179)

زکریا صاحب نے ''تبلیغی نصاب'' فضائل اعمال میں ایسے کئی قصے نقل کیے ہیں کہ قبر اقدس پر آ کر فریاد کی روٹی مل گئی، کرایہ مل گیا، مشکل حل ہو گئی۔ یہ غیر اللہ سے مشکل کشائی بعد از وفات غیر اللہ سے دعا مانگنا شرک نہیں؟

مگر آیئے قرآن سے اس کا جواب تو پوچھیں:

﴿ وَ الَّـذِيْـنَ يَـدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ☆ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ☆ ﴾ (النحل:16,17)

''اور جن جن کو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کرسکتے بلکہ وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں۔ مردے ہیں زندہ نہیں۔انھیں تو یہ شعور نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔''

فضائل اعمال نے مسلمانوں میں ایک بہت بڑی بدعقیدگی یہ پھیلائی کہ نبی اپنی قبر میں زندہ ہیں۔لوگوں کی مشکل کشائی اور حاجت روائی کرتے ہیں۔قبر سے باہر نکل کر مدد کرتے ہیں آپ بھی سنیے!

مگر آیئے قرآن حکیم سے سوال کرتے کریں کہ اللہ کے علاوہ جن کو پکارا جاتا ہے کیا وہ مشکل کشائی اور حاجت روائی کرسکتے ہیں:

﴿ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِىْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴾ (فاطر: 23)

''وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے آفتاب و ماہتاب کو اسی نے کام میں لگا دیا ہر ایک میعاد معین پر چل رہا ہے یہی اللہ تم سب کا پالنے والا اسی کی سلطنت ہے جنھیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔''

﴿ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَ كُمْ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ﴾ (فاطر: 14)

''اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو فریاد رسی نہیں کریں گے بلکہ قیامت کے دن تمھارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے۔''

قرآن حکیم کے دوسرے مقام پر غور کریں:

﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُوْنَ☆ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَاءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ☆ ﴾ (الاحقاف: 65)

''اور اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کرسکیں بلکہ ان کے پکارنے سے محض بے خبر ہوں اور جب لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو یہ ان کے دشمن ہوں جائیں گے اور ان کی پرستش سے صاف انکار کر جائیں گے۔''

فضائل اعمال نے مسلمانوں کو دین اسلام سے ہٹا کر صوفیت اور رہبانیت کی دعوت دی دنیا سے کٹنے، بیوبوں کو چھوڑنے کی دعوت آپ بھی سنیے!

زکریا صاحب لکھتے ہیں:

''شیخ مظہر سعدی ایک بزرگ ہیں جو اللہ جل شانہٗ کے عشق میں ساٹھ برس تک روتے رہے۔'' (فضائل اعمال،ص: 356)

ایک اور مقام پر لکھا ہے:

''عصر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ...... ان کی بیوی فرماتی ہیں...... (آپ) عشاء کی نماز کے بعد مصلّے پر بیٹھ جاتے اور دعا کے واسطے ہاتھ اُٹھاتے......اور دعا میں مشغول رہتے، کہتے ہیں کہ خلافت کے بعد سے جنابت کے غسل کی نبوت نہیں آئی۔'' (ص: 360)

اسی طرح لکھا ہے:

''ایک بزرگ کی خدمت میں ایک شخص ملنے کے لیے آیا۔ وہ ظہر کی نماز میں مشغول تھے وہ انتظار میں بیٹھ گیا، جب نماز سے فارغ ہو چکے تو نفلوں میں مشغلول ہو گئے اور عصر تک نفلیں پڑھتے رہے یہ انتظار میں بیٹھا رہا، نفلوں سے

فارغ ہوئے تو عصر کی نماز شروع کر دی اور اُس سے فارغ ہو کر دعا میں مشغول ہو گئے اور مغرب تک مشغول رہے۔ پھر مغرب کی نماز پڑھی اور نفلیں شروع کر دیں عشاء تک اس میں مشغول رہے۔ وہ بے چارہ انتظار میں بیٹھا رہا عشاء کی نماز پڑھ کر پھر نفلوں کی نیت باندھ لی اور صبح تک اس میں مشغول رہے پھر صبح کی نماز پڑھی اور ذکر شروع کر دیا اور اوراد وظائف پڑھتے رہے۔ اسی میں مصلّٰے پر بیٹھے بیٹھے آنکھ جھپک گئی تو فوراً آنکھوں کو ملتے ہوئے اُٹھے، استغفار توبہ کرنے لگے اور یہ دعا پڑھی...... اللہ ہی سے پناہ مانگتا ہوں ایسی آنکھ سے جو نیند سے بھرتی ہی نہیں۔'' (ایضاً، ص: 382)

اسی طرح لکھا ہے:

''ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ وہ روزانہ ایک ہزار رکعت نماز کھڑے ہو کر پڑھتے جب پاؤں رہ جاتے یعنی کھڑے ہونے سے عاجز ہو جاتے تو ایک ہزار رکعت بیٹھ کر پڑھتے۔'' (فضائل صدقات، ص: 588)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

''حضرت جلید بغدادی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سری سقطی سے زیادہ عبادت کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ اٹھانوے برس تک کسی نے اُن کو مرض الموت کے علاوہ لیٹے ہوئے نہیں دیکھا۔'' (ایضاً، ص: 588)

حالانکہ اسلام ایسی رہبانیت کی تعلیم نہیں دیتا۔

☆☆............☆☆